مولانا ارشد جمال اشرفی

جنگ اور جہاد

دہشت گردی کے خلاف ایک تاریخی دستاویز



الاسلام مشن بنارس

مولانا ارشد جمال اشرفی

جنگ اور جہاد

دہشت گردی کے خلاف ایک تاریخی دستاویز

الاسلام مشن بنارس

Jung Aur Jihad

by

Maulana Arshad jamal Ashrafi
D.43/107,Bazar Sadanand.
Varanasi.U.P.India.221001
e-mail:aimvns@gmail.com

First Published: November-2010

Al-Islam Mission
Varanasi.U.P.India.

اِس کتاب میں

پیش لفظ

اِسلام پر جنگ کا اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام بہت پرانا ہے۔ایک مدت سے علما اور مسلم دانشور اِس کا جواب دیتے آئے ہیں۔غلط فہمیوں کا ازالہ تو ہوسکتا ہے اور ہوا بھی ہے،لیکن سازشی ذہنوں اور پروپیگنڈہ کرنے والوں کو کسی طور تشفی نہیں ہوسکتی،کیونکہ اُن کا مقصد ہی اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے۔آج کے اِس ایٹمی دور میں چند مسلم نوجوانوں کی بے راہ روی، بدعملی اور اندھا دھند جذبات نے دشمنوں کو موقع بھی دیا ہے،حالانکہ اِس بنیاد پر اسلام کو بدنام کرنا اور سارے مسلمانوں پر الزام رکھنا انصاف نہیں، بلکہ یہ بغض ہے،عناد ہے اور ایک گہری سازش ہے،کیونکہ مذہب اپنے ماننے والوں کے عمل کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔

اسلام میں اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ''جنگ اور تلوار'' کا نام سن کر کان پر ہاتھ دھرنا اور چیخ پکار مچانا نادانی ہے،کیونکہ جنگ قدیم زمانے سے ہوتی آئی ہے اور آج کے سائنسی دور میں مہذّب دنیا نے بھی ''عالمی قانون'' کے تحت جنگ کو جائز قرار دیا ہے۔

بری چیز''جنگ''نہیں، بلکہ گندے مقصد اور برے نتیجے سے یہ عمل برا ہوتا ہے۔اِس لئے''اسلامی جنگ'' کو اُس کے اعلیٰ مقصد اور پاکیزہ نتیجے کی بنیاد پر''جہاد'' کہا جاتا ہے۔اسلامی جنگ محض ایک جنگ نہیں، بلکہ وہ دہشت گردی کے خلاف ایک پاکیزہ اور عمدہ کوشش ہے۔

اسلامی جنگ یعنی جہاد کے عنوان پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے،لیکن یہ عنوان اتنا وسیع ہے اور اِس میں اتنے زیادہ پہلو ہیں کہ ہر تحریر تشنہ نظر آتی ہے۔میں نے بھی ایک کوشش کی ہے۔اِس میں کچھ نئے پہلو بھی ہیں اور کچھ نئی باتیں بھی۔اعتراض، جواب کی بحث چھیڑے بغیر، مخالفوں اور منکروں کو آئینہ دکھایا گیا ہے۔

اَسبابِ جنگ کے باب میں، میں نے صرف پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دور کے جنگی حالات مختصر پیش کئے ہیں، کیونکہ حجت کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

یہ ایک چھوٹی سی کوشش ہے اور اِس کوشش کو نتیجے تک پہنچانا میرے پروردگار کا کام ہے،جس نے مجھے کوشش کی توفیق بخشی۔

ارشد جمال اشرفی

پہلا باب

وِیدِک دور میں جنگ

- آریہ قوم اور جنگ
- مَنُوسمِرتی کا نظریۂ جنگ

آریہ قوم اور جنگ

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام سے کئی ہزار سال پہلے ہندوستان کے اتّر اور دکھن کے علاقوں میں ایک قوم آباد تھی۔ تاریخ والوں کا اندازہ ہے کہ وہ ''دراوڑ'' قوم تھی جس کا رنگ کالا، ناک موٹی اور چپٹی، نتھنے پھولے ہوئے، کھوپڑی لمبی، بال تھوڑے سے مگر کالے اور چکنے اور قد چھوٹا۔ اُس کی اپنی ایک زبان تھی۔ وہ لڑنے بھڑنے والی ایک بہادر قوم تھی جو بزنس بھی کرتی تھی اور کھیتی باڑی بھی، مکان بھی بناتی تھی اور دھاتوں کے اوزار بھی، مٹی کے برتن بھی تیار کرتی تھی اور اونی کپڑے بھی اور لکھنا بھی جانتی تھی اور کشتی چلانا بھی۔ بڑی خوشحال قوم تھی۔ اُن کی بستیوں میں چھوٹے چھوٹے سرداروں کی حکومت چلتی تھی۔[۱]

آریوں کا ہندوستان پر حملہ

یہ قوم اپنی زمین پر سکھ چین کی زندگی بسر کررہی تھی اور اُدھر ایران میں آریہ نام کی ایک گوری رنگت والی جنگجو قوم آباد تھی۔ بھیڑ بکریوں، گایوں اور گھوڑوں کا بڑا شوق تھا اُنھیں۔ یہی اُن کی اصل پونجی بھی تھی اور سب سے بڑی دولت بھی۔ جانوروں کی تعداد بڑھانے اور اچھی سے اچھی چراگاہ کی تلاش میں دور دور تک کا سفر کرتی۔ اِسی نیت سے اُس نے ''دراوِڑوں'' کے ملک ''ہندوستان'' کو بھی آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ یہ کوئی پندرہ سو قبل مسیح (۱۵۰۰ق م) کا زمانہ تھا جب اُس قوم نے کابل کے پہاڑی درّوں سے گذر کر سندھ کے راستے سے ہوتے ہوئے پنجاب پر حملہ بول دیا تھا۔ یہاں کی رہنے والی ''دراوڑ'' قوم نے اپنے گھروں اور جانوروں کو بچانے کے لئے اُن حملہ آوروں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا، مگر وہ آریائی حملہ آور بہت سخت نکلے۔ وہ رَتھوں پر سوار تھے، اُن کے ہاتھوں میں نیزے تھے، کلہاڑیاں چلاتے تھے، برچھیاں لہراتے تھے اور تیر کمان کے زور پر آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اُنھوں نے پچاس ہزار دراوڑوں کا خون بہایا اور اُن کی بے شمار حاملہ عورتوں کو جان سے

---

[۱] قدیم ہندوستان: ۴۰-۵۶، تمدن ہند: ۱۶۴، مختصر تاریخ ہند: ۳، ۴، قصۃ الحضارۃ: ۳/۱/۲۱

مارا تا کہ اُن کی نسل کشی ہو جائے۔

آخر کار آریائی حملہ آوروں نے ''دراوڑوں'' کے شہر اور قلعے تباہ کر دیئے۔ اُن سے اُن کی زمینیں چھین لیں اور اُن کی گایوں اور گھوڑوں پر اپنا قبضہ جما لیا۔

اِس طرح آریائی حملہ آور، کالوں کے ملک میں گھستے چلے گئے اور اُنھیں جگہ جگہ سے کھدیڑتے ہوئے گنگا کے کنارے تک پہنچ گئے اور پھر دھیرے دھیرے پورے ملک پر چھا گئے۔

ملک کے اصلی باشندوں میں سے جو بھاگ سکتے تھے وہ جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلے اور باقی بے چاروں کو آریوں کی غلامی قبول کرنی پڑی۔

''دراوڑوں'' کا خون بہانے اور اُن کی زمین اور جانوروں پر قبضہ جمانے کے بعد آریوں نے اُن کے ملک کا نام ''آریہ وَرت'' رکھا اور خود اُنھیں ''دَسیُو'' کا نام دیا۔[۲]

یہ کوئی نام نہیں تھا، بلکہ ایک گالی تھی، کیونکہ ''دَسیُو'' کا مطلب ہوتا تھا: چور، ڈاکو، دشمن اور بدکار۔ اِس کے علاوہ اُنھیں داس، اَسُر، کالے، ارِّ واور راکھشس وغیرہ نام بھی دیئے گئے۔

یہ ''دَسیُو'' ہندوستان کے اصلی باشندے اپنے ہی وطن میں بری طرح ذلیل اور بے بس ہو چکے تھے، آریوں نے اُن کی زندگی تنگ کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اُنھیں سماج میں اتنا گرا دیا تھا کہ جیسے وہ انسان نہیں، کوئی ''اَچھوت'' ہوں۔ نہ پوجا پاٹ میں وہ اُن کے ساتھ شریک ہو سکتے تھے اور نہ ہی اپنی مرضی سے کوئی پیشہ اختیار کر سکتے تھے۔ اُن کا صرف اور صرف ایک کام تھا اور وہ تھا: آریوں کی جی حضوری کرنا اور اُنھیں ہر طرح سے خوش رکھنا۔

آریوں نے ''دراوڑوں'' کے ساتھ جو کچھ اُن کی زمین پر کیا، اُس کا نہ اُنھیں کوئی

---

[۲] قدیم ہندوستان: ۵۷، تمدن ہند: ۵۶، ۲۳۹، مختصر تاریخ ہند: ۵، قصۃ الحضارۃ: ۳/۱/۲۱، پراچین بھارت کا اِتہاس: ۳۲-۳۳، رِگ وید: ۱/۱۰۱/۱، ۴/۱۶/۱۳

غم تھا اور نہ ہی کچھ پچھتاوا، بلکہ شاید اُن کے نزدیک وہ کوئی ''مقدس فعل'' تھا جسے انجام دینے کے لئے وہ اپنے دیوتاؤں کو پکارتے تھے، اُن سے پَرارتھنا کرتے تھے، اُن سے مدد چاہتے تھے، یگیہ کرتے تھے اور خوش ہو ہو کر اپنے دیوتاؤں کی تعریفوں میں بھجن پڑھتے تھے اور گیت گاتے تھے۔

یہ باتیں کسی نتیجے کے طور پر نہیں کہی جا رہی ہیں، بلکہ خود آریوں کی مقدس ویدوں کے کھلے ہوئے صفحات کے اندر یہ حقیقت آج بھی دن کے اُجالے کی طرح روشن ہے۔

''رِگ وید، یجُر وید، سام وید، اَتھر وید'' اِن چاروں ویدوں کے مطالعہ سے جو باتیں نتیجے کے طور پر سامنے آتی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:-

- آریوں نے ہندوستان کی ''دراوِڑ قوم'' پر کسی نیک ارادے سے حملہ نہیں کیا تھا، نہ اُن کی اصلاح مقصود تھی اور نہ اُن کی ترقی۔
- بلکہ اُن کا مقصد صرف ''دراوِڑ قوم'' کی لمبی چوڑی زمین اور ہری بھری چراگاہ پر اپنا قبضہ جمانا تھا۔
- اُن کے عمدہ گھوڑوں اور شاندار گایوں کو لوٹنا تھا۔
- اُنھیں ہمیشہ کے لئے غلام بنانا تھا۔

کچھ ایسا ہی جذبہ لے کر وہ ہندوستان آئے تھے۔ اُن کے حملے کے نتیجے میں جو جنگ چھڑی وہ کہاں تک جائز تھی؟

جنگ میں ''دراوِڑوں'' کے ساتھ جو کچھ سلوک ہوا، اُس میں کتنی انسانیت تھی؟ سوائے اِس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ایک بڑی طاقت نے چھوٹی طاقت کو نگل لیا۔

آپسی خونریزی

آریہ جب اپنے دشمنوں سے لڑ بھڑ کر دریائے سندھ اور گنگا کے کنارے تک پھیل گئے اور چھوٹے چھوٹے خودمختار قبیلوں میں بٹنے لگے تو اُن کے آپس ہی میں جنگ پھوٹ پڑی۔ اکثر ایک قبیلہ اپنے راجا کے ساتھ مل کر دوسرے قبیلے سے لڑتا رہتا۔ کبھی کبھی گھمسان

کی لڑائی بھی ہوتی ۔ یہ لڑائی ہمیشہ ہی علاقوں کے لئے اور ایک دوسرے پر اپنی برتری جتانے کے لئے ہوتی جس کے لئے وہ اپنی جان کی بازی لگا بیٹھے تھے۔ظاہر ہے جب آپس ہی میں اُن کی تلواریں میان سے باہر آ چکی تھیں تو بھلا کسی ''دراوِڑ'' کی گردن اُن کے وار سے کب محفوظ رہ سکتی تھی؟

تشدّد کا دوسرا مرحلہ

پہلے پہل تو آریائی لوگ ہر کام ایک ساتھ مل جل کر کیا کرتے تھے۔اُن کے اندر ذات پات کی برائی ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی ۔ پوجا پاٹ، دشمنوں سے جنگ اور کھیتی باڑی؛ سب کا مِلا جُلا معاملہ تھا۔لیکن دھیرے دھیرے اُن کی مصروفیت بڑھتی گئی، چنانچہ کچھ لوگ پوجا پاٹ میں لگے رہ گئے اور کچھ لوگ دشمنوں سے نبٹنے، جنگ کرنے اور اپنی زمین اور علاقوں کا دائرہ بڑھانے اور پھیلانے میں لگے رہے اور اِس پر ایک مدت گزر گئی۔نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ جس کام میں لگے رہے، وہ اُسی کے ہو کر رہ گئے اور یہ ایک خاندانی سلسلہ بنتا گیا۔ اِس طرح پوجا پاٹ ایک الگ خاندان کا فریضہ بن گیا اور جنگ کرنا ایک دوسرے خاندان کا۔ اِس صورتِ حال میں اب کھیتی باڑی کون کرے؟ چنانچہ ایک خاندان کھیتی باڑی کرنے لگا۔وقت گزرتا گیا اور یہ تینوں پیشے تین خاندانوں کے ساتھ خاص ہو گئے۔

شروع شروع میں پیشوں کی بنیاد پر خاندان تو الگ الگ ہو گئے تھے،مگر اُن میں ذات پات کا ابھی فرق پیدا نہ ہوا تھا اور نہ پیشوں کی بنیاد پر آپس میں نفرتوں کا ماحول بنا تھا۔ مگر بعد میں دھیرے دھیرے اُن کے اندر برتری کا احساس جاگا۔

مذہبی کام کرنے والوں اور پوجا پاٹ میں لگے رہنے والوں کی سوچ یہ تھی کہ اُن کا سیدھا تعلق دیوتاؤں سے ہے،لٰہذا وہ سب سے برتر ہیں۔اِس گمان میں وہ دونوں خاندانوں سے کٹتے گئے۔آخر کار اُنھوں نے اپنی ایک الگ برادری بنالی۔اب اُن کے نزدیک برادری سے باہر شادی بیاہ کرنا ناجائز تھا اور کوئی بھی دوسرا خاندان اُن کا پیشہ اختیار نہیں کر سکتا تھا اور نہ اُن کی برادری کسی دوسرے پیشے میں جا سکتی تھی۔مذہبی پیشہ اختیار کرنے والی اِس برادری

کو ’’برہمن‘‘ کہا گیا اور اُس کے مقابلے میں دشمنوں سے جنگ کرنے والا خاندان بھی ایک برادری بن گیا جس کا نام ’’چھتری‘‘ رکھا گیا۔ برہمن ذات نے چھتریوں سے اپنی بڑائی منوالی تھی۔ اِس طرح شروع میں دو ذاتیں اُبھریں: ایک برہمن، دوسری چھتری۔

چھتریوں کے اندر بھی بڑائی کا احساس انگڑائیاں لینے لگا۔ اُنھیں اِس بات کا پورا احساس تھا کہ وہی میدانِ جنگ میں جاکر خطرہ مول لیتے ہیں، دشمنوں سے لڑتے بھڑتے ہیں، لہٰذا وہ اُن لوگوں کے برابر کیسے رہ سکتے ہیں جو کسی جوکھم میں پڑے بغیر صرف کھیتی باڑی کرتے ہیں اور جانوروں کی دیکھ ریکھ سے کام رکھتے ہیں۔ چنانچہ اُن ’’چھتریوں‘‘ نے بھی کھیتی باڑی کرنے والوں کو اپنے سے الگ کرلیا۔ یہیں سے ایک تیسری ذات اُبھری جسے ’’وَیش‘‘ کا نام دیا گیا۔ ’’چھتری‘‘ اور ’’وَیش‘‘ نہ تو آپس میں شادی بیاہ کرسکتے تھے اور نہ ایک دوسرے کے پیشے میں خود کو ڈال سکتے تھے۔[۳]

ظلم ہی ظلم

آریہ نسل کی تینوں ذاتیں: برہمن، چھتری اور وَیش؛ آپس میں بٹ چکے تھے اور ایک دوسرے پر بڑائی جتاتے تھے اور آپس میں رشتہ قائم کرنے یا دوسرے کا پیشہ اختیار کرنے کو اپنی توہین سمجھتے تھے، پھر بھی وہ سب کے سب آزاد اور خودمختار تھے۔ سماج میں اُن کی اپنی ایک جگہ تھی۔ وہ عزت سے جی رہے تھے۔ نہ اُن پر کوئی ظلم کرنے والا تھا اور نہ ذلیل کرنے والا۔

مگر دوسری طرف یہ تینوں ذاتیں؛ ’’دراوِڑوں‘‘ کے خلاف متّحد تھیں۔ آریوں کی نگاہ میں ’’دراوِڑوں‘‘ کی ذرہ برابر کوئی قدر نہ تھی۔ وہ ذلیل تھے اور ذلیل پیشہ ہی اختیار آریہ سماج نے غریب ’’دراوِڑوں‘‘ کو ’’شودر‘‘ کا نام دے کر اپنے سے بالکل کرسکتے تھے، بس وہی پیشہ جو آریوں کی خدمت کے کام آئے۔

---

[۳] تمدنِ ہند: ۲۴۷-۲۴۸، قدیم ہندوستان: ۴۷، قصۃ الحِضارۃ: ۳/۱/۲۱،
پراچین بھارت کا اِتہاس: ۵۰-۵۱

آریہ سماج نے غریب ''دراوِڑوں'' کو ''شودر'' کا نام دے کر اپنے سے بالکل الگ تھلگ کر دیا تھا۔ وہ اُن کی نظر میں اَچھوت اور ایک ''نیچی ذات'' تھے۔[۴]

ذات پات کی یہ تقسیمیں (بَرَہمَن، چھَترِی، وَیش اور شوُدُر) ویدی منتروں سے پہلے ہی یا ویدی دور کے بالکل ابتدا ہی میں ہو چکی تھیں، کیونکہ رِگ وید کے پہلے ہی مَنڈَل میں اِن تقسیموں کا ذکر آیا ہے:

य एक श्चर्षणीनॉ वसूनामिरज्यति। इन्द्रः पण्चक्षितनिाम्

(اندر دیو؛ پانچوں درجوں کے لوگوں (بَرَہمَن، چھَترِی، وَیش، شوُدُر اور نِشاد☆) اور تمام شان و شوکت، دھن دولت کے بے مثال مالک ہیں۔[رگ وید:۱/۷:۹]

اگر یہ ذاتیں پہلے سے نہیں تھیں تو پھر وید کے بالکل ابتدائی دور میں اُن کے حوالوں کا کیا مطلب؟ یہ اور بات ہے کہ شروع شروع ذات پات کے معاملے میں بہت زیادہ سختی نہیں برتی جاتی تھی اور آریائی برادریاں آپس میں شادی بیاہ کرتی رہی تھیں۔ لگتا ہے کہ ویدی دور کے خاتمے تک ذات پات کا یہ نظام بالکل سخت ہو چکا تھا۔ تب اُن کے نزدیک غیر برادری میں شادی بیاہ ناجائز تھی۔ پھر جیسے جیسے وقت گزرتا چلا گیا، حالات بدلتے گئے، ذات پات کی بہت ساری تقسیمیں سامنے آتی گئیں اور ملک بھر میں پھیلتی گئیں۔

✠✠

---

[۴] تمدنِ ہند: ۲۴۸، قدیم ہندوستان: ۵۷-۶۷، پراچین بھارت کا اِتہاس: ۴۴-۵۱

☆ جس کا باپ برہمن اور ماں شودرنی ہو جو ملاّح اور مچھیرے ہوتے ہیں۔

مَنُوسمرِتی کا نظریۂ جنگ

جب ہندوستان میں آریہ قوم ہر طرف چھا گئی، اُن کا معاشرہ بڑھتا اور پھیلتا گیا، وہ چار ذاتوں میں تقسیم ہو کر ملک کے اندر دور دور تک پھیلتے گئے۔ اُن کا تہذیب وتمدّن بہت زیادہ ترقی پانے لگا جس کی وجہ سے وہ مختلف سمتوں اور راستوں پر چل پڑے، تب اُنھیں ایک ایسے مذہبی قانون کی ضرورت محسوس ہوئی جو رعایا اور بادشاہ کے حقوق کو واضح کرے، اُنھیں منظّم کر کے احکام کا پابند بنائے۔ داخلی اور خارجی زندگی کے خصوصی اور عمومی مسائل پر روشنی ڈالے اور ذات پات کے مروّجہ نظریے کو مزید مستحکم کر کے ایک کو دوسرے سے خوب نمایاں کردے۔

یہ کام ''مَنُو'' نام کے ایک شخص نے انجام دیا۔ اُس نے سنسکرت اشلوکوں پر مبنی اُن قوانین کا ایک مجموعہ تیار کیا جو آج ''مَنُوسمرِتی'' کے نام سے معروف ہے۔

''مَنُوسمرِتی'' کے نزدیک جنگ کا مقصد کیا ہے؟

جب اِس سوال کو حل کرنے ہم بیٹھتے ہیں تو کچھ زیادہ تشفی نہیں ہوتی، کیونکہ اُس نے جنگ کے مقصد پر کوئی تفصیلی گفتگو نہیں کی ہے اور جو تھوڑی بہت باتیں ہیں بھی تو اُنھیں پڑھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے، کیونکہ ''مَنُوسمرِتی'' کے نزدیک جنگ کا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہے۔ اُس نے محض ''جنگ برائے حکومت'' کا نظریہ پیش کیا ہے۔[☆]

آپ ''مَنُوسمرِتی'' کے اِن ''اَدھیایوں'' کو بغور پڑھیں:

- رعایا کی پرورش کرنے والے (راجا) کو چاہئے کہ برابر طاقت، کم طاقت اور زیادہ طاقت والے دشمن راجا کو جب جنگ کے لئے بلائیں،

[☆] البتہ جنگ کے اخلاقی پہلو پر اُس نے کافی زور دیا ہے کہ ایک سپاہی کو میدانِ جنگ میں، جنگ کے دوران کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے اور اُسے کس حد میں رہ کر ہتھیار کا استعمال کرنا چاہئے۔ اِس سلسلے میں اُس کا نظریہ، اسلامی نظریے سے کچھ قریب معلوم ہوتا ہے۔

تب ''جنگ ہی چھتریوں کا دھرم ہے''، یہ یاد کر کے جنگ سے کبھی نہ لوٹے۔[۷:۸۷]

- برہمنوں کی خدمت، رعایا کی پرورش اور جنگ سے نہ ہٹنا؛ یہ باتیں راجاؤں کے لئے بہت زیادہ بھلائی کرنے والی ہیں۔[۷:۸۸]
- جنگ میں ایک دوسرے کی ہلاکت چاہنے والے، حتی المقدور جنگ کرنے اور پیچھے نہ ہٹنے والے راجا جنت پاتے ہیں۔[۷:۸۹]
- راجا ہمیشہ فوج کو تعلیم دے۔ ہمیشہ مردانگی دکھائے۔ تمام کاموں کو پوشیدہ رکھے اور ہمیشہ دشمنوں کی کمیاں ڈھونڈتا رہے۔[۷:۱۰۲]
- جو سزا دینے میں سرگرم ہے۔ یعنی جس کی فوج عمدہ ڈھنگ سے تربیت یافتہ ہے، اُس سے ساری دنیا کانپتی رہتی ہے۔ اِس لئے راجا سزا کے ذریعے ساری جانوں کو قابو میں کرے۔[۷:۱۰۳]
- راجا بگلے کی طرح دولت کی فکر کرے، شیر کی طرح حملہ آور ہو، بھیڑیے کی طرح دشمن کو ہلاک کرے اور خرگوش کی طرح بھاگ جائے۔[۷:۱۰۶]
- جیسے کسان کھیت کی حفاظت کرتا ہے اور گھاسوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے، ویسے ہی راجا کو چاہیئے کہ دشمنوں کو ہلاک کر کے ملک کی حفاظت کرے۔[۷:۱۰۹]
- صلح کرنا، آپس میں جنگ کا ہونا، دشمن پر چڑھائی کرنا، دشمن کو گھیر کر پڑے رہنا، توڑ پھوڑ کرنا اور طاقتور کا سہارا لینا، اِن چھ خوبیوں کی راجا ہمیشہ فکر کرے۔[۷:۱٦۰]
- قلعے میں ہو یا باہر ہو جنگ کرتے ہوئے دشمن کو گھیر کر پڑا رہے اور اُس کے دیش کو اجاڑ کر دشمن کے غلہ، پانی، گھاس اور لکڑی وغیرہ چیزوں کو ہمیشہ خراب کرے یعنی بری چیز سے خراب کر دے۔[۷:۱۹۵]

- تالاب، قلعے کی کھائی وغیرہ کو برباد کر کے مٹی وغیرہ سے بھر کر، پانی سے خالی کر کے دشمن کو دبا لے اور رات کو نَر سِنگا وغیرہ باجا بجا کر اُسے خوفزدہ کرے۔[۷:۱۹۶]
- اِس طرح راجا مذہبی امور کو اچھی طرح کرتا ہوا غیر مفتوحہ ملکوں کو پانے کی خواہش کرے اور اپنے مطیع وفرمانبردار ملکوں کی پرورش کرے۔[۹:۲۵۱]

اِن ''اَدِھیایوں'' سے ظاہر ہے کہ ''منوسمِرتی'' جنگ کے کسی اعلیٰ مقصد سے خالی ہے۔ اُس کے نزدیک جنگ کا مقصد ہے:

اپنے ملک کی حفاظت کرنا، دشمن کو مغلوب کرنا، اُس کے ملک کو تباہ کرنا، اُس پر اپنا قبضہ جمانا اور دشمن کے ملک کے لوگوں کو ہر ممکن تدبیر سے اپنے بس میں کرنا۔

اِس کام کے لئے راجا کبھی جنگ سے پیچھے نہ ہٹے، کیونکہ ایسے موقع پر جنگ کرنا اُس کا مذہب بھی ہے اور جنت کا دروازہ بھی۔

''منوسمِرتی'' میں مفتوح قوم کی حیثیت

''منوسمِرتی'' کے نزدیک ''جنگ برائے حکومت'' یا ''جنگ برائے سیاسی استحکام'' کے سوا کچھ نہیں۔ نہ اُس کے نزدیک جنگ سے انسانیت کی صلاح وفلاح مقصود ہے اور نہ دنیا میں امن وامان۔ اُسے اپنا راج پاٹ اور سِنگھاسَن چاہیئے، چاہے اِس کے لئے اُسے آگ اور خون کے دریا میں تیرنا پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ ''مَنُوسمِرتی'' فاتح راجا کو مفتوح قوموں کے ساتھ جس ''سلوک'' کی اجازت دیتا ہے وہ بڑا ہی وحشیانہ اور دردناک ہے۔[۵]

آریوں نے ہندوستان کی ''دراوِڑ'' قوم پر فتح حاصل کی تھی۔ یہ اُن کے لئے

---

[۵] منوسمرتی سنسکرت مع ہندی ترجمہ/۱:۹۱-۲:۳۱،۳۲،۱۲۶-۳:۱۶،۱۸،۱۹،۱۶۴،۲۴۱،۲۵۰-۴:۶۱، ۸۰،۸۱،۹۹،۱۰۸،۱۴۰،۲۱۱،۲۱۹،۲۴۵-۵:۱۰۴-۸:۲۰،۲۱،۸۸،۲۷۰،۲۷۱،۲۷۲،۲۷۴،۲۷۹،۲۸۰ ۲۸۱،۲۸۲،۲۸۳،۴۱۲،۴۱۳،۴۱۷-۱۰:۶۷،۱۲۲،۱۲۳،۱۲۴،۱۲۵،۱۲۶-۱۱:۱۲،۱۳،۲۴،۱۴۸،۱۵۲،۲۳۵

’’مفتوح قوم‘‘ تھی ۔اُس مفتوح قوم کو اُنھوں نے پہلے ’’دَسُیُو‘‘ اور بعد میں ’’شوُدُرْ‘‘ کا نام دیا تھا۔

جس جنگ کا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہوتا ، وہ اپنی مفتوح قوم کے ساتھ وہی ظالمانہ اور غیر انسانی رویّہ اختیار کرتا ہے جس کی مَنُو نے جگہ جگہ ڈھیر ساری نصیحت کی ہے ۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ فاتح کے بے لگام ظلم کو مذہبی قانون کا درجہ دے دیا گیا اور رہتی دنیا تک نہ ختم ہونے والی ذلت ورسوائی اور مظلومی شوُدُروں کے مقدر میں لکھ دی گئی ۔ پھر اُن کی اِس حیثیت کو پیدائشی حیثیت قرار دے کر ہمیشہ کے لئے اُن کی عزت اور ترقی کا راستہ بند کر دیا گیا۔

❑❑

دوسرا باب

ہندومَت میں جنگ

- بھگوَدگیتا کا نظریۂ جنگ

بھگوَدگیتا کا نظریۂ جنگ

’’بھگود گیتا‘‘ ہندووں کی بڑی ہی مقدس کتاب ہے۔ یہ کتاب اصل میں اُس مکالمے کا مجموعہ ہے جو’’شری کرشن اور ارُجن‘‘ کے درمیان’’مہابھارت‘‘ کے موقع پر ہوئی تھی۔

ہوایوں کہ اَرجن نے جنگ کے میدان میں جب کورُوؤں کی فوج پر نگاہ ڈالی تو وہ یہ دیکھ کر لرز گیا کہ وہ جن لوگوں سے لڑنے کے لئے آیا ہے، وہ کوئی اور نہیں۔ اُسی کے اپنے لوگ ہیں۔ اُن میں چاچا، دادا، استاذ، ماموں، بھائی، پوتے، سَسُر اور قریبی رشتے دار ہتھیاروں سے لیس کھڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُسے بڑی بے چینی ہوئی، تب اُس نے شری کرشن سے کہنا شروع کیا:

> اے کرشن! جنگ کی غرض سے آئے ہوئے اپنے اِن رشتے داروں کو دیکھ کر میرے اَنگ ڈھیلے ہورہے ہیں اور منہ خشک ہوتا جارہا ہے میرا بدن بیکل ہورہا ہے، رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ گانڈِیو (ارجن کی خاص کمان) ہاتھ سے گراجاتا ہے۔ کھال جَلی جارہی ہے۔
>
> اے کیشو! مجھ میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہے۔ میرا مَن چکر کھارہا ہے اور سارے آثار میں اُلٹے دیکھ رہا ہوں اور جنگ میں رشتے داروں کو قتل کر کے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور اے کرشن! میں جیت کر سلطنت کا عیش اور راحت بھی نہیں چاہتا ہوں۔
>
> اے پربھو! ہم کو سلطنت کے عیش اور زندگی سے کیا کام؟ کیونکہ جن کے لئے سلطنت کے عیش اور راحت کی خواہش کی جاتی ہے، وہ سب جنگ میں جان اور دولت کی محبت چھوڑ کر مرنے کو تیار ہیں اور استاذ، باپ، لڑکا، دادا، ماما، سَسُر، پوتے، سالے اور رشتے دار، سب مجھے ماریں تو بھی اے مَدُھوسُدَن! میں اِنھیں مارنے کی خواہش نہیں کروں گا۔

اے جَنارُ دَن! تینوں عالَموں کی سلطنت کے لئے بھی میں اِنھیں نہیں مارنا چاہتا، پھر اِس زمین کے لئے تو کہنا ہی کیا؟

اے جَنارُ دَن! دھِرت راشٹر کے بیٹوں کو مار کر ہمارا کیا ہوگا؟ اِن بڑے گنہگاروں کو قتل کرنے سے گناہ ہی ہوگا۔ اِس لئے ہمیں اپنے بھائی دھرت راشٹر کے بیٹوں کو مارنا غیر مناسب ہے۔

اے مادَھو! رشتے داروں کو مار کر کیا ہم چین سے رہ سکتے ہیں؟ سب ہوس کے چنگل میں ہیں، خاندان کو مٹانے اور بے وفائی کرنے کو گناہ نہیں سمجھتے۔ خاندان کی تباہی کو جانتے ہوئے بھی ہم کو اِس گناہ سے کیوں نہیں دور رکھنا چاہیئے؟ خاندان کے مٹنے سے خاندان کے پرانے مذہب تباہ ہو جاتے ہیں۔ پھر مذہب کے تباہ ہونے سے خاندان میں گناہ بڑھتا ہے۔

اے شری کرشن! گناہ سے خاندان کی عورتیں بدکار ہو جاتی ہیں جن سے حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ حرامی بچے، خاندان کو تباہ کرنے والے آدمیوں اور اُس خاندان کو جہنم میں پہنچاتے ہیں، کیونکہ (مَرے ہوئے لوگوں کو پہنچائی جانے والی) پنڈ، پانی وغیرہ نذریں بند ہو جاتی ہیں۔ حرامی بچے بنانے والے گناہوں سے، خاندان کو تباہ کرنے والوں کی مذہبی ذاتیں اور خاندانی ذاتیں ہمیشہ تباہ (مخلوط) ہو جاتی ہیں۔

اے جَنارُ دَن! میں نے برابر سنا ہے کہ خاندانی مذہب تباہ ہونے سے یقیناً جہنم میں رہنا پڑتا ہے۔ ہائے! ہم بڑا گناہ کرنے کو تیار ہیں، جو سلطنت کا عیش اٹھانے کے فائدے سے اپنے رشتے داروں کو ہی مارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے نِہتّا اور لاچار کر کے جنگ کی زمین میں باندھ کر ڈال دیں تو میرا انجام بھلا ہو۔

اتنا کہہ کر اَرجن بے حد غمگین ہوا، اُسی وقت تیر کمان پھینک دیئے اور رَتھ کے

پچھلے حصے میں جا بیٹھا۔[پہلا اَدھیائے:۱۳+۱۸]

ارجن کے دل میں انسانیت کا درد جاگ اٹھا تھا۔ وہ کسی قیمت پر کورو خاندان سے لڑنا نہیں چاہتا تھا، اگر چہ وہ دشمن تھے، گنہگار تھے، مگر تھے تو اپنے ہی عزیز اور رشتے دار۔

ارجن جنگ کے لئے ذرا بھی تیار نہ تھا۔ نہ ہی اِس خیال سے کہ جنگ جیت کر سلطنت کا عیش و آرام حاصل ہوگا۔ وہ بار بار شری کرشن سے یہی پوچھتا جاتا تھا کہ آخر میں جنگ کروں تو کیوں؟ نہ مجھے سلطنت کی خواہش ہے اور نہ عیش و آرام کا خیال؟ کس لئے میں اپنے ہی رشتے داروں کا خون بہاؤں؟ جب رشتے دار ہی نہ ہوں گے تو بھلا میں سلطنت حاصل کر کے کیا کروں گا؟

ارجن ٹھیک ایک ہمدرد، سچے اور سلجھے ہوئے انسان کی طرح سوچ رہا تھا اور پورے جذبات سے اپنی بات پیش کر رہا تھا، لیکن شری کرشن نے ارجن کے تڑپتے ہوئے جذبات کو ''بزدلی'' سے تعبیر کیا اور اُس کی روشن فکر کو جہنم کا مستحق ٹھہرایا۔ شری کرشن کے الفاظ تھے:-

اے اَرجُن !احمق کے استعمال کرنے لائق، بدنام کرنے والی،
جہنم میں گرنے والی ''نادانی'' اِس وقت تمھارے دل میں کہاں سے آئی؟
تم بزدل مت بنو، یہ زیب نہیں دیتا۔ تم بزدلی چھوڑ کر جنگ کے
لئے کھڑے ہو جاؤ۔

یہ سن کر ارجن کا دل درد سے بھر آیا۔ اُس نے پھر کہنا شروع کیا:-

اے مدُھوسُدَن! میں جنگ کے میدان میں قابلِ احترام بِھیشم
اور دُرونا چار کے اوپر تیر کا وار کر کے کیسے جنگ کروں گا؟ اِس دنیا میں
مقدس، بزرگ لوگوں کو نہ ستا کر، بھیک مانگ کر پیٹ بھرنا بہتر ہے۔
اپنا مطلب نکالنے کے لئے تو بزرگوں کو مار کر اُن کے خون سے سَنے بھوگوں
کو بھُگتوں گا۔ ہم نہیں جانتے کہ جنگ میں کون جیتے گا؟ اگر ہم جیت بھی
لیں گے تو بھی جن کو مار کر ہم زندہ رہنا نہیں چاہتے، وہی دھرت راشٹر کے

بیٹے ہمارے سامنے حاضر ہیں۔ پریشانی (غم) سے میری فطری حالت تباہ ہوگئی ہے اور مذہب کے بارے میں میرا دل پریشان ہوگیا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں، وہ بات مجھے سمجھایئے جس پر یقین کر کے میرا بھلا ہو، کیونکہ میں آپ کا شاگرد ہوں اور آپ کے سائے میں رہتا ہوں۔ اِس لئے مجھے حقیقت کا علم دیجئے، مجھے زمین کی بے ضرر سلطنت مل جائے اور دیوتاؤں کا بھی اختیار مل جائے تو بھی کوئی ایسا طریقہ نہیں دِکھتا کہ جو میرے حواس کو دُکھانے والے غم کو دور کرے۔ اے گووِندا! میں جنگ نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر اَرجن چپ ہوگیا۔ [دوسرا اَدھیائے: ۳۱+۳۴]

اَرجن کا بس یہی ایک سوال تھا کہ میں اپنے عزیزوں، رشتے داروں اور بزرگوں کی لاشوں کو روند کر دنیا کی سلطنت حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ مجھے اِس راستے میں دُکھ ہی دُکھ نظر آتا ہے

ارجن نے صاف لفظوں میں شری کرشن سے پوچھا کہ یہ خونریز جنگ میرے لئے کیونکر جائز ہے؟ اگر اُس کے جواز کی کوئی دلیل آپ رکھتے ہیں تو مجھے مطمئن کیجئے؟

ارجن اپنے خاندان کے کسی آدمی کا خون بہانا اور اُنھیں جان سے مارنا نہیں چاہتا تھا، جبکہ جنگ کا بھیانک انجام یہی تھا۔ اِس لئے اُس نے جنگ سے صاف انکار کر دیا تھا اور یہ سوال اُٹھایا تھا کہ جب اُسے کسی طرح کا کوئی لالچ نہیں تو پھر یہ ''جنگ'' کیوں؟

اَرجن کے سوال کا سیدھا سادہ جواب نہ دے کر، شری کرشن نے سب سے پہلے ''زندگی اور موت'' کے فلسفے پر ایک خوبصورت تقریر کرتے ہوئے ارجن کو سمجھایا کہ:

اے ارجن! جس کے لئے غم نہیں کرنا چاہئے، تو اُس کے لئے غم کرتا ہے اور پنڈتوں جیسی بات تو کرتا ہے، لیکن پنڈت لوگ نہ موت کی فکر کرتے ہیں اور نہ جینے کی۔ یہ بات ممکن ہے کہ میں پہلے نہیں تھا، تم بھی نہیں تھے اور راجا بھی نہیں تھے اور اِس کے بعد نہیں رہیں گے۔ جیسے جسم رکھنے والوں کے اِس جسم کا لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کی حالت ہوتی ہے

اُسی طرح مرنے کے بعد دوسرے جسم کی بھی ہوتی ہے۔

فنا نہ ہونے والی، سمجھ سے باہر اور ہمیشہ رہنے والی اِس روح کا سارا جسم فانی ہے۔ اِس لئے اے بھارت! تم جنگ کرو جو آدمی اِس روح کو مرنے والا اور جو مارنے والا مانتے ہیں، وہ دونوں ہی گیانی (عالم و عارف) نہیں ہیں، کیونکہ یہ روح نہ مرتی ہے، نہ مارتی ہے۔ روح نہ کبھی پیدا ہوتی ہے، نہ موت کو پہنچتی ہے، نہ کبھی پیدا ہوئی تھی، نہ کبھی مرے گی یہ نہ پیدا ہونے والی، ہمیشہ رہنے والی، کبھی نہ گھٹنے بڑھنے والی اور قدیم ہے۔ (جسم کے) تباہ ہونے پر بھی وہ فنا نہیں ہوتی۔ جو آدمی اِس روح کو جاوداں، غیر فانی یکساں اور غیر مخلوق جانتا ہے وہ کس کو قتل کرائے گا اور کس کو مارے گا؟ جس طرح آدمی پرانے کپڑے پھینک کر نیا کپڑا پہنتا ہے، اُس طرح روح پرانا جسم چھوڑ کر نیا جسم اختیار کرتی ہے۔

ہتھیار روح کو نہیں کاٹ سکتی، آگ جلا نہیں سکتی، پانی بھگو نہیں سکتا۔ (یہ روح) نہ بھیگ یا گل سکتی ہے اور نہ سوکھ سکتی ہے۔ یہ فنا نہ ہونے والی، سب میں رہنے والی پائدار، قائم او رقدیم ہے۔ یہ حواس سے جانا نہیں جا سکتا، یہ خیال سے بھی اوپر ہے اور اِن میں ہیر پھیر نہیں ہوسکتا۔ اِس لئے ایسا جانتے ہوئے تمھیں غم کرنا مناسب نہیں ہے۔

اے بڑے بہادر! اگر تم اِس روح کو برابر پیدا ہونے والا مانتے ہو تو بھی غم نہیں کرنا چاہے، کیونکہ جو پیدا ہوا ہے، اُس کی موت ہے اور جس کی موت ہوئی ہے، اُس کا پیدا ہونا یقینی ہے، لٰھذا جو بات لازمی ہے اُس کے لئے غم کرنا بیکار ہے۔

پیدا ہونے سے پہلے کیا تھا؛ کسی کو معلوم نہیں۔ بیچ میں کچھ ظاہر ہوتا ہے پھر مرنے کے بعد کیا ہوگا؛ کوئی نہیں جانتا۔ ایسی حالت میں کسی بات کا غم کرنا کیا تمھیں مناسب ہے؟ کوئی آدمی تو اِس روح کو حیرت سے

دیکھتا ہے، حیرت زدہ ہوکر بیان کرتا ہے، کوئی حیرت ناک مان کر سنتا ہے، لیکن کوئی دیکھ سن کر اور کہہ کر بھی اچھی طرح نہیں جانتا ہے۔سب کے جسم میں یہ روح ہمیشہ غیر فانی ہے۔[دوسرا اَدِھیائے:۳۴+۳۹]

گیتا کے فلسفۂ جنگ کا جائزہ

شری کرشن نے جنگ کرنے ،خون بہانے اور جان مارنے کا جواز پیش کرتے ہوئے ارجن کو دو باتیں بتائیں:

ایک تو یہ کہ: روح جب تک جسم کے اندر ہے اُسے زندگی کہیں گے اور جب جسم سے باہر آجائے تو وہ موت ہے اور روح کا حال یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ نہ وہ پیدا ہوئی اور نہ ہی مرے گی ، بلکہ وہ ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں داخل ہوتی رہتی ہے۔اُسے ''تناسخ'' اور'' آواگون'' بھی کہتے ہیں۔

لھٰذا تم اگر کسی کے جسم پر حملہ کروگے اور اُسے جان سے مارڈالوگے تو اُس سے روح کا کیا بگڑے گا، وہ کسی نہ کسی جسم میں پہنچ ہی جائے گی ؟جسم کو نقصان اور اُسے زخمی کرنے سے کیا ہوتا ہے، اُسے پھر کوئی نہ کوئی دوسرا جسم مل ہی جائے گا۔جیسے آدمی ایک لباس اتار کر دوسرا لباس پہن لیتا ہے تو آخر اُس میں مضائقہ ہی کیا ہے؟

لھٰذا تم اپنے عزیز رشتے دار کوروؤں سے جنگ کرو، اُن پر ہتھیار اٹھاؤ، اُن کے جسم کو زخمی کرو اور اُنھیں جان سے مارو۔ جب اُنھیں اِس جسم کے علاوہ کوئی دوسرا جسم مل ہی جائے گا تو پھر اِس جسم کی موت پر غم کس بات کا؟ روح تو مری نہیں۔

گیتا کا یہ ''فلسفۂ جنگ'' اگر درست اور عمل کرنے لائق ہے تو پھر ایک ارجن ہی کیا؟ ہم اور آپ بھی قتل کرتے پھریں اور سمجھتے رہیں کہ ہم نے کوئی گناہ کا کام نہیں کیا ہے، نہ ہمیں انسانوں کا خون بہانے اور اُنھیں جان سے مارنے پر کوئی افسوس ہو اور نہ کوئی پچھتاوا۔

دوسری بات یہ کہ: اگر مان بھی لیا جائے کہ روح ہمیشہ سے نہیں ہے ، بلکہ وہ پیدا ہوئی ہے تو ظاہر ہے کہ ہر پیدا ہونے والے کو مرنا ہے، لھٰذا تم جنگ کرو اور اپنے عزیز

رشتے داروں کو مارو اور اُن کا خون بہاؤ، کیونکہ اُنھیں ایک دن مرنا ہی ہے۔ اگر وہ تمھارے ہی ہاتھوں مارے جائیں تو پکڑ کس بات کی اور غم کس چیز کا؟

گیتا کے اِس فلسفے کا مطلب ہے: ''قتلِ عام''۔ کوئی کسی کو بھی یہ سوچ کر جان سے مار سکتا ہے کہ اُسے کل مرنا ہی تھا، آج ہی مارا گیا تو جرم کیسا اور غم کس طرح کا؟

یہ ہے جنگ کا وہ خطرناک جواز جس سے ارجن کو شری کرشن نے خبردار کیا تھا اور اُسی راستے سے جنگ کے میدان میں بھیجا تھا۔

فرض کرتے ہیں کہ شری کرشن کے بیان کئے ہوئے فلسفے سے جنگ کا جواز معلوم ہوتا ہے، پھر بھی اُس میں جنگ کے کسی اعلیٰ مقصد کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے۔ اُن کے نزدیک جنگ اور قتل و خون محض برائے ''فلسفہ'' ہے۔

البتہ آگے چل کر اُنھوں نے جنگ کے بعض مقصد کو بیان کرتے ہوئے ارجن کو جنگ پر آمادہ کیا اور اُسے اُکساتے ہوئے کہا کہ:

> ساری جانوں کے لئے تم کو سوچ میں پڑنا مناسب نہیں۔ اپنے مذہب کو بھی سوچ کر گھبرانا مناسب نہیں، کیونکہ چھتریوں کے لئے باپ داداؤں کے مذہب: ''جنگ'' سے بڑھ کر اور کچھ بھلا کرنے والا نہیں ہے۔
>
> اے پارتھ! بغیر خواہش کئے جنت کا دروازہ: ''جنگ''، تمھیں حاصل ہوا ہے۔ ایسا اچھا موقع قسمت والے چھتری کو ہی ملتا ہے۔ اگر تم اپنے مذہب کے مطابق یہ جنگ نہیں لڑو گے تو اپنا مذہب اور بڑائی کھو بیٹھو گے اور گناہ مول لو گے۔ سارے لوگ ہمیشہ تمھاری بدنامی کریں گے اور عزت والے مردوں کے لئے بدنامی کا ہونا موت سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ جنگجو سمجھیں گے کہ ارجن ڈر کر جنگ سے ہٹ گیا اور تب جو لوگ تمھاری جرأت کو عیب لگاتے ہوئے طرح طرح کی بدکلامی کریں گے، اُس سے بڑھ کر دکھ تم کو کیا ہوگا؟ اگر جنگ میں مارے گئے تو جنت کے حقدار ہوگے، جیتنے پر زمین پر حکومت کرو گے۔ اِس لئے جنگ کے مقابلے

میں مضبوط قول وقرار والے ہو کر کھڑے ہو جاؤ، خوشی اور غم، نفع اور نقصان، جیت اور ہار؛ اِن سب کو برابر سمجھ کر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ایسا کرنے سے تم گناہ مول نہیں لو گے۔ [دوسرا اَدھیائے: ۳۹+۴۲]

شری کرشن نے ارجن کو جو بات سمجھائی، وہ یہ تھی:

- جنگ کرنا چھتری کا فرض ہے۔
- جنگ، باپ داداؤں سے چلا آ رہا ایک مذہب ہے۔
- جنگ سے بڑھ کر کوئی دوسری بھلائی نہیں۔
- جنگ، جنت کا دروازہ ہے۔
- جنگ، ایک سنہرا موقع ہے جو قسمت والے چھتری ہی کو ملتا ہے۔
- جنگ سے منہ موڑنا؛ گناہ مول لینا، اپنی بڑائی کھونا اور لوگوں کے طعنوں کا شکار ہونا ہے۔
- جنگ سے بھاگنا، صاحبِ عزت مرد کے لئے موت سے بھی بدتر ہے۔
- جنگ سے پیٹھ پھیرنا، بزدلی ہے۔
- جنگ کی موت سے جنت ملتی ہے اور جیت پر دنیا کی حکومت۔
- جنگ ہار جیت کے لئے نہیں، بلکہ فرض ادا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

شری کرشن کے بیان سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اُن کے نزدیک جنگ کا جواز بس اتنا ہے کہ وہ چھتری کا مذہبی فریضہ ہے، لھٰذا اُسے اپنے اس فریضے سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ اِسی میں اُس کی عزت ہے، بھلائی ہے، خوش قسمتی ہے اور جنت ہے۔

شری کرشن نے اَرجن کو یہ ذہن دیا کہ جنگ سے تباہی آتی ہو تو آئے، لاشوں کا ڈھیر لگتا ہو تو لگے، عزیز، رشتے داروں کا خون بہتا ہو تو بہے، تمھیں اِن سب چیزوں کی بالکل پروا نہیں کرنی چاہیے اور نہ جنگ سے پیچھے ہٹنا چاہئے، کیونکہ یہ بزدلی اور عیب کی بات ہے۔

جنگ کے اِس بے مقصد نظریے کو آج کی دنیا میں کیا حیثیت حاصل ہو سکتی ہے؟

❑❑

تیسرا باب

یہودِیت میں جنگ

- توریت کا نظریۂ جنگ

یہودیت میں جنگ

جنگ سے متعلق یہودیوں کے نظریات معلوم کرنے کے لئے اُن کی مقدس مذہبی کتاب ''توریت'' کا مطالعہ ہی کافی ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت کا اصل نُسخہ اَب دنیا میں کہیں پایا نہیں جاتا۔ جو کچھ ہے وہ اصل توریت کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو آج ''عہدِ عتیق کی کُتُبِ خمسہ'' کے نام سے معروف ہے جو درج ذیل ہے:

- تکوِین • خُرُوج • اَحبار • عَدَد • تَثنِیَہ ٔشَرُع

''عہدِ عتیق'' کی یہ کتابیں یہودیوں کے نزدیک آج بھی صحیح اور مستند ہیں۔ بگڑی ہوئی توریت میں اور ''عہدِ عتیق'' کی بعض دوسری کتابوں کے اندر یہودیوں کے جو جنگ کے نظریات لکھے ہوئے ہیں، اُن سے جو تصویر اُبھر کر سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ 'یہودیت' میں جنگ کا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہے۔ وہ بس ''حملہ کرو اور زمین جیتو'' کا نظریہ پیش کرتی ہے۔ یہی اُس کا بنیادی نظریہ ہے۔ چنانچہ وہ اِس نظریے کو پانے کے لئے ہر راستے پر دوڑ جانے کی اجازت دیتی ہے۔ مثلاً:

- شہر کے ایک ایک آدمی کو چُن چُن کر جان سے مار ڈالنا۔
- عورتوں اور بچوں تک پر ترس نہ کھانا۔
- پورے پورے شہر کو جلا دینا۔
- بادشاہوں کو اذیت ناک سزائیں دینا، اُنھیں پھانسی دینا، آگ میں جلانا، اُن کے ہاتھ پاؤں کٹوانا اور اُن کی لاشوں کو شہر کے باہر پتھروں کے ڈھیر میں دبا دینا اور گہرے غار میں پھنکوا دینا۔
- دشمن کی عبادت گاہوں میں توڑ پھوڑ کرنا، آگ لگانا، مورتیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور مندروں کو ڈھا دینا۔
- جانوروں تک کو تلوار کی دھار سے کاٹ ڈالنا۔

- ایک ایک جنگ میں بارہ بارہ ہزار مردوں کو قتل کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سارے کام جنگ جیتنے کے بعد اُس کے نزدیک بلا کراہت جائز ہیں۔[٦]

ہاں! کہیں کہیں جنگ سے پہلے صلح کرنے، جنگ جیتنے کے بعد کنواری لڑکیوں کی جان بخش کر فوجیوں میں تقسیم کر دینے اور پھلدار درختوں کو برباد نہ کرنے کی بات بھی توریت میں کی گئی ہے۔

توریت کی سطروں سے اِس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کی بڑی بڑی فوجیں صرف اِس لئے تھیں کہ وہ اپنی حکومت کا دائرہ بڑھائیں۔ اِس کام کے لئے وہ تلوار اُٹھائیں، جنگ کریں، خون کی ہولی کھیلیں اور لوٹ پاٹ مچائیں۔ اُن کی جنگیں اِنہی ظالمانہ اور وحشیانہ جذبات سے لبریز تھیں۔ اُن کی جنگوں کا ایک بھی اعلیٰ مقصد ہمیں توریت کے اوراق میں نہیں ملتا۔ اگر اُنھوں نے کبھی بت پرست قوموں اور حکومتوں پر حملہ کیا بھی تو نہ حملہ کرنے سے پہلے اُنھیں ''توحید'' کی دعوت دی اور نہ جنگ جیتنے کے بعد۔ یہ بت پرستی کے خلاف اُن کی کوئی جنگ نہیں تھی، بلکہ یہ اُن لوگوں سے جنگ تھی جو اُن کے مذہب کے نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے حملہ کر کے محض مار دھاڑ، توڑ پھوڑ اور لوٹ پاٹ کے سوا کچھ نہ کیا۔ اِس طرح کے حملوں کا مقصد صرف اُن بت پرستوں سے اُن کا ملک چھیننا اور اُنھیں مار کاٹ کر پھینک دینا تھا۔ اور اپنے منصوبے کے مطابق آگے بڑھتے رہنے کے لئے راستے کے ہر روڑے کو دور کرنا تھا۔

□□

---

[٦] کتابِ خرُوج:۳۴:۱۱،۱۲،۱۱۳

کتابِ عدَد:۳۱:۱+ ۵۴،۳۳:۵۰+ ۵۳

کتابِ تثنیۂ شرع:۲:۳۰+۳۶،۷:۲+۵،۳:۱+۱۰،۱۲:۱+ ۳،۲۰:۱۰+۱۷،۲۰:۱۸-۱۹

کتاب یوشَع:۶:۲۰-۲۱،۸:۱۸+۲۹

کتاب قُضّات:۱:۴+۱۰

چوتھا باب

عیسائیت میں جنگ

- نیا عہد نامہ اور جنگ

نیا عہد نامہ اور جنگ

نیا عہد نامہ کی چاروں اِنجیلوں (مَتّیِ ،مَرقُس ،لُوقا،یُوحنّا) کے مطابق عیسائیت کی جو تصویر کھینچی گئی ہے، اُس میں جنگ تو بہت دور کی چیز ہے، معمولی مار پیٹ اور لڑائی جھگڑے کا بھی گذر نہیں۔

اُن انجیلوں میں یسُوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی جو زندگی پیش کی گئی ہے اور اُن کا جو کردار دکھایا گیا ہے، وہ بھی اِس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یَسُوع مسیح دنیا میں لوگوں کو نجات دلانے کے لئے آئے تھے نہ کہ جنگ کی مصیبت میں مبتلا کرنے کے لئے۔

اِس سلسلے میں اُن انجیلوں کے کچھ نمونے دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یَسُوع مسیح کا اصل پیغام کیا تھا؟ مثلاً اُن کی یہ تعلیمات:

> تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت • مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ برائی کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے • اور اگر کوئی عدالت میں تجھ پر نالِش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چُغہ بھی اُسے لے لینے دے • اگر کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے، اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا • جو کوئی تجھ سے کچھ مانگے، اُسے دے اور جو تجھ سے قرضہ چاہے، اُس سے منہ نہ موڑ۔ [مَتّیِ: ۵/۳۸+۴۲]
>
> مگر میں تم سامعین سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ اپنے کینہ وروں کا بھلا کرو • اپنے طاعنوں کے لئے برکت چاہو۔ اپنے مفتریوں کے لئے دُعا کرو • جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے اور جو کوئی تیرا چُغہ چھین لے اُس کو کرتہ لینے سے بھی منع نہ کر • جو کوئی تجھ سے کچھ مانگے، اور اُس سے جو تیرا مال لے، پھر مت مانگ اور جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے کریں تم بھی اُن

سے ویسا ہی کرو• اور اگر تم اپنے پیار کرنے والوں سے پیار کرو تو تمھارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی اپنے پیار کرنے والوں کو پیار کرتے ہیں. اگر تم اُن کا بھلا کرو جو تمھارا بھلا کریں تو تمھارا کیا احسان ہے، کیونکہ گنہگار بھی یہی کرتے ہیں • اور اگر تم اُن کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی امید ہے تو تمھارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی گنہگاروں کو قرض دیتے ہیں تا کہ پورا وصول کریں•

بلکہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو اور بھلا کرو اور وصول ہونے کی امید نہ رکھ کر قرض دو تو تمھارا اجر بڑا ہوگا اور تم حق تعالیٰ کے فرزند ہوگے۔ کیونکہ وہ ناشکروں اور شریروں پر بھی مہربان ہے • اِس لئے تم رحیم ہو جیسا تمھارا باپ رحیم ہے• [لوقا:۶/۲۷+۳۶]

انجیل کی اِنہی تعلیمات کی بنیاد پر عیسائی لوگ انجیل کو ''پیغامِ محبت'' بھی کہتے ہیں۔ توریت میں جنگ کو جائز مانا گیا ہے، لیکن اِنجیل کی اِن آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیت میں جنگ جائز نہیں، لیکن یہ بات پورے اعتماد سے نہیں کہی جاسکتی، کیونکہ یسُوع مسیح نے یہ بھی کہا تھا:

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا صحائف انبیاء کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے کو نہیں، بلکہ پورا کرنے کو آیا ہوں • کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین نہ ٹل جائیں، شریعت کا ایک نقطہ یا ایک شوشہ ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے • پس جو کوئی اِن چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے ایک کو منسوخ کرے اور ایسا ہی لوگوں کو سکھائے، وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا، لیکن جو عمل کرے اور سکھائے وہی آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا •

[متّی ۵/۱۷+۱۹]

اِنجیل کی اِن آیتوں سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جب توریت کی شریعت میں جنگ جائز

ہے تو اِنجیل کی شریعت میں بھی جنگ جائز ہوگی، ورنہ لازم آئے گا کہ انجیل نے توریت کے حکم کو منسوخ کر دیا، جبکہ انجیل کسی حکم کو منسوخ کرنے نہیں، بلکہ اُس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہے۔ چنانچہ انجیل کی بعض آیتوں میں آج بھی اِس قسم کا حکم نظر آتا ہے۔ یسُوع مسیح کہتے ہیں:

یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں • کیونکہ میں اِس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اُس کے باپ سے اور بیٹی کو اُس کی ماں سے اور بہُو کو اُس کی ساس سے جدا کراؤں • اور آدمی کے دشمن اُس کے گھر والے ہوں گے • جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے، وہ میرے لائق نہیں • اور جو کوئی بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے، وہ میرے لائق نہیں۔ اور جو کوئی اپنی صلیب نہ اُٹھائے اور میرے پیچھے نہ ہو لے، وہ میرے لائق نہیں • جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے اُسے کھوئے گا، لیکن جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوتا ہے اُسے بچائے گا • [متّی: ۱۰/۳۴+۳۹]

میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں تو میں اور کیا چاہتا ہوں مگر یہ کہ وہ جل پڑے؟ اور مجھے ایک اصطباغ سے مصطبغ ہونا ہے۔ (ایک رنگ میں رنگنا ہے۔) تو میں کیسا تنگ ہوں جب تک وہ ہو نہ لے • کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں، بلکہ جدائی کرانے۔ کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آپس میں مخالفت رکھیں گے۔ تین سے دو اور دو سے تین • مخالفت رکھیں گے باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے۔ ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے۔ ساس بہو سے اور بہو ساس سے • [۱۲/۴۹+۵۳]

اور اُس نے اُن سے کہا کہ جب میں نے تم کو بٹوے اور تھیلی اور جوتوں کے بغیر بھیجا تھا، کیا تمھیں کسی چیز کی کمی رہی تھی؟ اُنھوں نے

کہا کہ کسی چیز کی نہیں • اُس نے اُن سے کہا ''مگر اب جس کے پاس بٹوہ ہو وہ اُسے لے اور اِسی طرح تھیلی بھی اور جس کے پاس تلوار نہ ہو وہ اپنا چُغہ بیچ کر خریدے. کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ نوشتہ میرے حق میں پورا ہونا واجب ہے کہ:

''وہ بدکرداروں کے ساتھ شمار کیا گیا''۔

اِس لئے کہ مجھ سے نسبت رکھنے والی بات انجام تک پہنچنے والی ہے • اُنھوں نے کہا کہ دیکھ اے خداوند یہاں دو تلواریں ہیں ۔ اُس نے اُن سے کہا بس بس • [لوقا:۲۲/۳۵+۳۸]

ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی داہنے گال پر طمانچہ مارے تو اُس کے سامنے اپنا بایاں گال بھی پیش کر دو اور اپنے دشمنوں سے بھی محبت رکھو۔ دوسری طرف آگ لگانے، تلوار چلانے اور جان پر کھیل جانے کی بات کی جاتی ہے ۔ اِن متضاد آیتوں کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ اِنجیل میں جنگ کی اجازت نہیں، جبکہ بعض آیتوں میں جنگ کی پوری گنجائش نظر آتی ہے۔

لگتا ہے کہ شروع شروع نرمی اور محبت کے ماحول میں دین کی تبلیغ کی گئی، جب کافر یہودیوں نے مکمل انکار کیا اور دشمنی پر آمادہ ہو گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کے خلاف تلوار نکال لی ۔ اگر یہ صحیح ہے تو ٹھیک یہی کام پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا تو پھر اعتراض کیسا؟

❐❐

پانچواں باب

عالمی قانون اور جنگ

- جنگ کیا ہے؟
- جنگ کے کام

جنگ کیا ہے؟

جدید انگریزی لغت میں جنگ کی یہ تعریف کی گئی ہے:-

جنگ، ہتھیار کی طاقت کے ذریعے دشمنی بھرا سلوک ہے، جو ملکوں، حکومتوں اور حکمرانوں کے بیچ ہوتا ہے۔ یا ایک حکومت کے گروہوں کے بیچ ہوتا ہے۔ یہ غیر ملکی طاقت کے خلاف یا اُسی حکومت کے مخالف گروہ کے خلاف فوجی طاقت کا استعمال ہے۔

جنگ کی ایک دوسری تعریف ''ہاف مَین نِکرِسَن'' (Hofiman Neekerson) نے کی ہے، وہ کہتا ہے کہ:

جنگ ، دو ایسے انسانی گروہوں کے بیچ کیا جانے والا قانونی قوت کا استعمال ہے جو مخالف نظریوں کی کاٹ کرتے ہیں ، نیز جن میں سے ہر ایک اپنے نظریے کو دوسرے پر لادنے کی کوشش کرتا ہے۔

پروفیسر لارینس (Prof.Lawrence) کے خیال کے مطابق............

جنگ، ملکوں یا ملک نیز ذاتوں کے بیچ سرکاری طاقت کے ذریعے کی گئی جِدّ وجُہد ہے، جس کا مقصد پُر امن تعلقات کو ختم کرکے اُس کی جگہ عداوت قائم کرنا ہے۔

ویسٹلِک کے مطابق......

جنگ، سرکاروں کی وہ حالت ہے جس میں وہ فوج کے ذریعے مقابلہ کرتی ہیں۔

پروفیسر ہال (Prof.Hall) کے مطابق......

جب ملکوں کے بیچ اختلاف اِس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ دونوں گروہ طاقت کا استعمال کرتے ہیں یا اُن میں ایک تشدّد کا استعمال کرتا ہے جس کو دوسرا گروہ اَمن کی مخالفت مانتا ہے؛ تو جنگ کا تعلق قائم ہو جاتا ہے،

جن میں جنگجو ملک کی فوج ایک دوسرے کے خلاف اُس وقت تک قانونی تشدّد کا استعمال کرتی ہیں ،جب تک کہ دونوں میں سے ایک دشمن کی خواہش کے مطابق شرطوں کو نہیں مانتا۔

اُوپنہیم کے خیال کے مطابق......

اصول کے مطابق ،جنگ دو یا دو سے زیادہ ملکوں کے بیچ ہونے والی ہتھیار کی جِدّ وجُہد ہے۔اِس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک گروہ دوسرے کو شکست دے دے اور بِنا کسی روک ٹوک کے اُس سے اپنی شرطیں منوا لے۔

جنگ کی اِن تعریفوں سے جو مختلف نتیجے نکلتے ہیں،اُن میں سے ایک یہ ہے کہ:

جنگ کی غرض اپنے فائدوں کو حاصل کرنا اور دوسرے گروہ پر فتح حاصل کرنا ہوتا ہے۔اِس میں سب سے خاص بات تو یہ ہے کہ جنگ کے ذریعے کوئی ملک ایسا زبردست فائدہ اٹھانے کا بہت ہی حریص ہوتا ہے۔اگر کسی قوم کو جنگ سے ذرا بھی فائدے کی امید دکھائی نہ دیتی ہو تو وہ اتنی بھاری ملکی جوکھِم اٹھانے کو تیار نہیں ہوگا۔[۷]

اِن عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مغربی دانشوروں کے نزدیک جنگ کا مطلب ہے:حکومت،دولت،ذاتی مفاد اور فساد۔اِس کے سوا اُن کے نزدیک جنگ کا کوئی پاکیزہ تصور نہیں۔

جنگ کے کام

یوں تو مغربی دانشوروں نے جنگ کا جو مطلب بیان کیا ہے،اُس سے نہیں لگتا کہ وہ جنگ کو عوام کی بھلائی کا کوئی ذریعہ سمجھتے ہیں،لیکن ’’عالمی قانون‘‘ میں لکھے ہوئے جنگ کے کچھ مقصد اور کام پر نظر ڈالنے سے لگتا ہے کہ جنگ کے کچھ اصلاحی پہلو بھی ہیں۔اِس عنوان پر وہاں جو کچھ لکھا ہوا ہے،اُسے یہاں نقل کر دینا مناسب ہے۔

---

[۷]انٹرنیشنل لا:۳۷۵

عالمی قانون کہتا ہے:-

جنگ کے ذریعے بہت سے مقصد کی بھرپائی ہوتی ہے اور اِس لئے مختلف ملک اِس کا سہارا لیتے ہیں۔ جنگ سے جن نشانوں کو حاصل کیا جاتا ہے اُن کو کسی دوسرے ذریعے سے حاصل کیا جانا ناممکن ہے۔ جنگ کے بہت سے کام (مقصد) مانے جاتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

۱-انصاف کا قیام...... جنگ چاہے کتنی ہی بری ہو، اِس کے ذریعے سماج میں پھیلی ہوئی بہت سی ناانصافیوں (ظلم) کو دور کیا جاتا ہے۔ جنگ کے ذریعے جو اصول اپنائے جاتے ہیں، وہ حقیقی ہوتے ہیں اور اُن کی کامیابی میں یقین شامل رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے صدیوں سے جنگ کو ''ظلم'' دور کرنے والے ذریعے کی شکل میں اپنایا جارہا ہے۔ پروفیسر شاٹ وِیل[Prof.Shatwell] کے خیال میں......جنگ کا استعمال جس طرح حملوں کے لئے کیا جاتا ہے، اُسی طرح ظالمانہ حملوں کے ایک مخالف ذریعے کی شکل میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

۲-استحصال کی مخالفت......امریکہ کا انقلاب، فرانس کا انقلاب، امریکیوں کی جنگِ آزادی، امریکہ کی خانہ جنگی اور اِسپَین-امریکہ جنگ وغیرہ مثالوں کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جنگ کے بہت سے برے نتیجوں کے باوجود، اِس کو آزادی، حق اور انصاف وغیرہ حاصل کرنے کے ذریعے کی شکل میں اپنایا جاسکتا ہے۔ اِس سے استحصال کا خاتمہ ہوتا ہے۔

۳-جنگ ایک ضروری برائی......آج کے اشتراکی[۸] (سوشلسٹ) بھی یہ مان کر چلتے ہیں کہ وہ اپنے آخری نشانہ کو بغیر جنگ کے حاصل نہیں کرسکتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اشتراکی اور سرمایہ دار ملکوں

---

[۸] ایک اعتدال پسند نظریۂ حیات جس کے مطابق ذرائع پیداوار پر عوام کی مشترکہ ملکیت ہونی چاہیئے جسے انگریزی میں سوشلزم (Socialism) کہتے ہیں۔

کے بیچ جنگ فطری ہے۔ یہ مفکرین ایسی جنگوں کو انصاف سے بھرا ہوا مانتے ہوئے اِسے ایک ضروری برائی کا نام دیتے ہیں۔

۴-جنگ کا تسلّی بخش تصوّر نہیں...... جو ملک غریبی سے دوچار، ناخواندہ اور برادری باہر لوگوں سے بھرے ہوتے ہیں، وہ اپنی ناقابلِ برداشت حالت سے چھٹکارا پانے کے لئے جنگ کو ضروری مان لیتے ہیں۔اُن کے لئے جنگ کا کوئی پاکیزہ تصور نہیں۔

۵-جنگ، حاکمیتِ اعلیٰ کے اظہار کا ذریعہ......عالمی ماحول میں ہرایک ملک حاکمِ اعلیٰ ہے۔اگر حقیقت میں آپ جنگ کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اِس کا مطلب، ملکوں کی حاکمیتِ اعلیٰ کو مٹانا ہوگا۔کوئی بھی ملک اپنی حفاظت[Self Defence] کے حق کو نہیں چھوڑے گا، کیونکہ وہ اُس کی حاکمیتِ اعلیٰ کی شناخت کرنے والا ہے۔پائمر اور پائرس کا خیال ہے کہ ملکوں کو تب تک جنگ چھیڑنے کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا جب تک اُن پر بہت ساری ذمہ داریاں ادا کرنے کا بوجھ ہے۔

٦-جنگ موجودہ دنیا کا بانی......کہا جاتا ہے کہ جنگ کے ذریعے ایک ملک کی شخصیت صحیح معنوں میں تعمیر ہوتی ہے۔جنگوں کے ذریعے ہی ملک کی حدیں متعین کی جاتی ہیں۔پروفیسر شاٹ وِیل [Prof.Shatwell] کا کہنا ہے کہ: آج کی دنیا کا نقشہ زیادہ تر جنگ کے میدانوں میں ہی طے کیا گیا ہے۔ کِوِنسی رائٹ [WrigQuincy ht] کے خیال کے مطابق، جنگ کو دنیا کی اہم سیاسی تبدیلیوں کے لئے، ملکی حکومت کی بنیاد ڈالنے کے لئے، موجودہ تہذیب کو عالمی سطح پر پھیلانے کے لئے نیز اُس تہذیب کے مؤثر فائدوں کو جاری کرنے کے لئے استعمال میں لایا گیا ہے۔

پَامَرْ اور پارْکس کے مطابق، مختصر یہ کہ جنگ موجودہ دنیا کا،

اُس کی حکومتوں، کارخانوں، اُس کی اخلاقی اور اُس کی تمدّنی شکل کا خاص بانی رہا ہے۔

۷- جنگ کے ذریعے آدمی کو اونچا اٹھانا...... جنگ کے سبب آدمی کی اخلاقی وروحانی خصوصیتیں نکھر اُٹھتی ہیں۔ ہندوپاک جنگوں نے ہندوستانیوں کی بہادری ، جاںنثاری اور وطنیت کے جذبے کو بلندی پر پہنچادیا۔ اِس سے ملکی اتحاد کا جذبہ مضبوط ہوتا ہے۔ جنگ کے کچھ برے نتیجے بھی ہوتے ہیں، مگر یہ آدمیت کی تعمیر میں بڑا اہم کام کرتی ہے۔

۸- جنگ، ترقی کو صحیح رُخ دینا......ڈارون[Darwin] نے حیوانی اِرتقا کے تعلق سے دو اصولوں کو ثابت کیا تھا۔ اُنہی کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ جنگ ملکوں کی صحیح ترقی کے لئے ضروری ہے۔ جنگ ایک ایسا طریقہ ہے جو کمزور ملکوں کو ملیا میٹ کردیتی ہے، نیز طاقتوروں کو اعلیٰ ترقی کے لئے راستہ دکھاتی ہے۔ بَرنارڈ ڈِی کی رائے میں، جنگ پہلی اہم انسان مذہبی ضرورت ہے۔ بغیر جنگ کے کمزور ذاتیں صحتمند جوہر کی ترقی کو روک دیں گی اور عام طور سے گراوٹ شروع ہوجائے گی۔

لیکن جنگ کے زبردست مخالف وِلارڈ ڈوالٹر [Wilard Walter] کے خیال میں ...... جنگ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اور کسی بھی مسئلے کو اِس کے ذریعے سلجھایا نہیں جاسکتا۔ حقیقت میں یہ کہنا چاہئے کہ جنگ؛ غیرانسانی، بھیانک اور تباہ کن ہوتی ہے۔[۹]

''عالمی قانون'' میں جنگ کے مقصد اور کام پر جو کچھ بحث کی گئی ہے، اُس میں جنگ کے کچھ اعلیٰ تصور بھی پائے جاتے ہیں جیسے: اپنے اوپر ہونے والے ظلم کو روکنا، آزادی حاصل کرنا اور اپنا تحفظ کرنا۔

یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ''عالمی قانون'' بنانے والوں نے یہ روشنی صرف اسلام

---

[۹] انٹرنیشنل لا: ۳۸۱، ۳۸۲

کے دَمکتے ہوئے سورج سے حاصل کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں اُنھوں نے اپنا دماغ لڑایا، ظالم اور وحشی بن گئے ۔چنانچہ اُنھوں نے غریب، اَن پڑھ اور کم ذات لوگوں کو کھلی اجازت دے دی کہ وہ اپنی بدحالی دور کرنے کے لئے لڑ جائیں،خون خرابہ کریں اور حکومت سے بغاوت کر بیٹھیں۔اُن مہذب دانشوروں کو اِس ''بدحالی'' سے نمٹنے کا اور کوئی راستہ نہیں سوجھا، جبکہ غریب ؛روزگار کے ذریعے ،اَن پڑھ ؛تعلیم کے ذریعے اور کم ذات؛ سماجی خدمات کے ذریعے اپنی ''بدحالی'' آسانی سے دور کرسکتے ہیں۔اَمن کا راستہ چھوڑ کر ظلم اور وحشت کے راستے پر چلنا اور جنگ کرنا ''عالمی قانون'' میں جائز ہے۔یہ کس قدر جاہلانہ اور وحشیانہ قانون ہے!

پھر ''عالمی قانون'' کے مطابق جنگ کا ایک بہت بڑا کام یہ بھی ہے کہ اُس کے ذریعے اپنی تہذیب، اپنا تمدّن، اپنا اخلاق اور اپنی سیاست دنیا کے سر تھوپی جاسکتی ہے، بلکہ دنیا کا من چاہا نقشہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔

اگر یہ کوئی خوبی اور فائدے کی بات ہے تو پھر دنیا کی ہر حکومت اِس کام کے لئے ہمیشہ لڑتی بھڑتی ہی رہے۔جو سُپر پاوَر ہوگا، اُسے اِس کھیل میں مزہ آئے گا، باقی بم اور بارود کے ملبے میں دفن ہوجائیں گے۔حیرت ہے اُن دانشوروں کے قانون پر جنھوں نے اِس شیطانی کھیل کو بڑا کام سمجھ رکھا ہے۔

پھر عالمی قانون میں جنگ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ: جنگ کرنے سے اخلاقی وروحانی جوہر چمک اُٹھتے ہیں۔اب تک تو عالمی مذاہب یہ بتاتے رہے کہ اُن کی اخلاقی وروحانی تربیت وتعلیم سے یہ جوہر پیدا ہوتا ہے اور نکھرتا ہے ،مگر عالمی قانون کے بد دماغوں نے اِس کام کے لئے جنگ کو بھی مفید سمجھ لیا ہے۔

واقعی اگر جنگ بھی اخلاقی وروحانی جوہر نکھارنے کا ذریعہ ہے تو پھر ہر ملک عالمی جنگ کی تیاری کرے!؟

پھر ذرا ''عالمی قانون'' کے اِس خونخوار بھیڑیے کو دیکھو! اُس کے نزدیک دنیا کی

اعلیٰ ترقی کا راز یہ ہے کہ کمزور ملکوں اور کمزور ذاتوں کو ملیا میٹ کر دیا جائے، کیونکہ یہ ترقی کی راہ کے روڑے ہیں۔ یہ دنیا کو پیچھے کی طرف دھکیل رہے ہیں، لھٰذا طاقتور ملک اُٹھیں اور جنگ کے ذریعے آگے بڑھیں اور اعلیٰ ترقی حاصل کریں۔

''عالمی قانون'' نے بتا دیا کہ ''کمزور'' کو اِس دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں۔ اگر کہیں کوئی کمزور زندہ ہے تو اُسے جنگ کی بھَٹی میں جھونک دینا چاہئے۔

❐❐

چھٹا باب

اسلام میں جنگ

- قرآن کا نظریۂ جنگ
- پیغمبرِ اسلام کا نظریۂ جنگ

قرآن کا نظریۂ جنگ

قرآن نے جنگ کا جو نظریہ پیش کیا ہے؛ وہ آریوں کے نظریۂ جنگ، ہندومت، یہودیت اور عیسائیت سے بالکل مختلف چیز ہے۔ ہم قرآن کے اُنہی نظریات کو یہاں پیش کررہے ہیں، تاکہ جانا جاسکے کہ اِس دعوے میں کہاں تک سچائی ہے:-

جنگ کے خلاف جنگ

وَقٰتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقٰتِلُوْنَکُمْ وَلَاتَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ، وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ، وَلَاتُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ کَذٰلِکَ جَزَاءُ الْکٰفِرِیْنَ ۝ [البقرہ:۱۹۰،۱۹۱]

اور اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے آگے مت بڑھو۔ بے شک اللہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور (جنگ کے دوران) جہاں کہیں اُنھیں پاؤ مارو، اُنھیں بے گھر کردو جس طرح اُنھوں نے تمھیں بے گھر کیا۔ اور فتنہ، قتل سے بڑی مصیبت ہے۔ اور اُن سے مسجدِ حرام کے پاس جنگ مت کرو جب تک کہ وہ تم سے وہاں جنگ نہ کریں۔ اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی اُنھیں مارو۔ یہی کافروں کا بدلہ ہے۔

اِن آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ:-

- جنگ میں کبھی پہل مت کرو۔
- اگر دشمن تم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے تو تم پیچھے مت ہٹو، بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کرو۔
- جو لوگ جنگ کرنے تمھارے مقابلے میں اُترے ہیں، اُنہی سے جنگ کرو۔

- عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مت مارو، کیونکہ وہ تمھارے مقابلے میں نہیں ہیں۔ لھٰذا حد سے آگے مت بڑھو۔
- دشمن کی لاشوں کو چیر پھاڑ مت کرو، کیونکہ یہ سب حد سے گزرنا ہے۔

مذہبی جارحیّت کے خلاف جنگ

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ • [البقرہ:۱۹۳]

اور اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کا ہو کر رہ جائے۔ اگر وہ جنگ سے باز آئیں تو پھر ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہیں۔

اِس آیت میں ''فتنہ'' سے مراد شرک اور شرک والوں کا جارحانہ اور جابرانہ روّیہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ مشرکین جو مسلمانوں پر ''دینِ توحید'' کی وجہ سے جبر اور جارحیّت کرتے ہیں؛ اُن سے جنگ کرو، تاکہ اللہ کے دین کے واسطے لوگوں کو آزادی نصیب ہو جائے۔

شیطانی کردار کے خلاف جنگ

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا يُقٰتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ الطّٰغُوْتِ فَقٰتِلُوْا اَوْلِيَاءَ الشَّيْطٰنِ ، اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا • [النساء:۷۶]

ایمان والے اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور کافر؛ سرکشوں کے سرغنہ (شیطان) کی راہ میں۔ لھٰذا شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو، بے شک شیطان کی چال کمزور ہے۔

اِس آیت میں شیطانی کردار رکھنے والے کافروں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ظلم، دہشت، فتنہ اور لوٹ مار وغیرہ یہ سب شیطانی کردار ہیں۔ گویا ظالموں،

دہشت پسندوں،فتنہ پروروں اورلوٹ مار کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم ہے۔ مشرکین مکہ اِنہی شیطانی راستوں پر چلنے والے تھے، اِس لئے اُن سے جنگ کرنے کا حکم ہوا تا کہ شیطانی راستوں کی نا کہ بندی ہو اور شیطانی کردار کا خاتمہ ہو۔

معاہدۂ جنگ توڑنے والوں کے خلاف جنگ

وَاِنْ نَكَثُوْا اَيْمٰنَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقٰتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَيْمٰنَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ • اَلَا تُقٰتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اَيْمٰنَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ، اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ • قٰتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ .وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ • [التوبۃ:۱۲+۱۵]

اور اگر یہ مشرکین معاہدہ کرنے کے بعد اپنا معاہدہ توڑ دیں اور تمھارے دین کو برا بھلا کہیں تو (اُن) کفر کے لیڈروں سے جنگ کرو۔ بے شک اُن کے معاہدوں کا کوئی اعتبار نہیں ،تا کہ وہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز آئیں۔کیا تم اُن لوگوں سے جنگ نہ کروگے جنھوں نے اپنا معاہدہ توڑ دیا اور رسول کو شہر بدر کرنے کی جسارت کی اور اُنھوں نے ہی تم سے جنگ کرنے میں پہل کی۔کیا تم اُن سے ڈرتے ہو جبکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اُس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔اُن سے جنگ کرو، اللہ اُنھیں تمھارے ہاتھوں عذاب دے گا اور اُنھیں رسوا کرے گا اور وہ اُن لوگوں کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا اور اُن کے دلوں کا غم دور کرے گا اور اللہ جس کی چاہتا ہے توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ جاننے والا ،حکمت

والا ہے۔ [توبہ:۱۲+۱۵]

جن لوگوں کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ ہو چکا ہے، اگر وہ معاہدہ توڑ کر جنگ میں پہل کریں تو قرآن، اُن لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اِس صورت میں جنگ کے لئے اُٹھ کھڑے ہونا بالکل فطری بات ہے۔ بیٹھ رہنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ جو لوگ معاہدہ توڑنے کی جسارت رکھتے ہیں، وہ بڑے پیمانے پر تباہی مچانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کر سکتے۔

اسلام مخالف تحریکوں کے خلاف جنگ

قَاتِلُوْ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَابِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَايُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَايُدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوالْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوالْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ [التوبۃ:۲۹]

اہل کتاب میں سے جو لوگ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر، نہ اللہ اور اُس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ سچے دین پر چلتے ہیں؛ اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ بے بس ہوکر اِس حال میں ٹیکس (جزیہ) ادا کریں کہ اُن کا گھمنڈ چور ہو چکا ہو۔

گمراہ اہل کتاب سے جنگ کرنے کا حکم صرف اِس لئے نہیں تھا کہ اُنھوں نے اللہ اور اُس کے رسول کے سچے احکام کو چھوڑ دیا تھا اور دینِ حق سے پھر گئے تھے، بلکہ وہ اخلاقی مجرم بھی تھے۔ مذہبی جرائم کو بیان کرتے ہوئے چار آیتوں کے بعد ہی قرآن نے خود اُن کے اخلاقی جرائم کی نشاندہی کر دی ہے:

يَا اَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْااِنَّ كَثِيْراً مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَايُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ

بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ. [التوبۃ:۳۴]

اے ایمان والو! بے شک بہت سے علما اور پادری ناحق لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اُنھیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اُنھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

اہل کتاب کا وہ سب سے بھیانک جرم جس کی بنیاد پر اُن سے جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اُن کی ''اسلام مخالف تحریک'' ہے جسے قرآن نے '' یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ'' سے تعبیر کیا ہے۔

قرآن میں کئی ایک جگہ اِسی بنیاد پر مشرکینِ مکہ سے بھی جنگ کرنے کا جواز ملتا ہے۔ مثلاً:

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَھُمۡ • اَلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَعَمِلُوۡا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوۡا بِمَانُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَھُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّھِمۡ کَفَّرَ عَنۡھُمۡ سَیِّاٰتِھِمۡ وَاَصۡلَحَ بَالَھُم • ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اتَّبَعُوۡا الۡبَاطِلَ وَاِنّ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا اتَّبَعُوۡا الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّھِمۡ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمۡثٰلَھُمۡ • فَاِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَضَرۡبُ الرِّقَابِ حَتّٰی اِذَا اَثۡخَنۡتُمُوۡھُمۡ فَشُدُّوۡا الۡوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَاءً حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَھَا، [محمد:۱+۴]

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اللہ نے اُن کے اعمال کو بے کار کردیا اور جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اُسے مان لیا۔ اور وہی اُن کے رب کی جانب سے حق ہے۔ اللہ نے اُن کی برائیاں اُن سے دور کردیں اور اُن کا حال

ٹھیک کر دیا۔ یہ اِس لئے کہ کفر کرنے والوں نے باطل کی پیروی کی اور بے شک ایمان والوں نے اپنے رب کی طرف سے آنے والے حق کی پیروی کی ۔اس طرح اللہ لوگوں کے لئے اُن کی حیثیت واضح کر دیتا ہے، لٰھذا جب کافروں سے تمھاری مڈبھیڑ ہو تو اُن کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم اُنھیں اچھی طرح کچل دو، تب قیدیوں کو مضبوط باندھو۔ پھر اس کے بعد یا تو اُن پر احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کرو یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔

اللہ کے راستے سے روکنے کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً:

- دباؤ بنا کر کسی کو مسلمان بننے سے روک دینا۔
- اسلام اور مسلمان کے خلاف ایسے جھوٹے پروپیگنڈے کرنا کہ لوگ بدظن ہو کر اسلام سے دور بھاگیں۔
- مسلمانوں پر اتنا ظلم کرنا کہ دوسرے ڈر کے مارے مسلمان ہونے کا نام نہ لیں۔
- پیغمبرِ اسلام کا مذاق اڑانا اور اُن کی حیثیت کو اتنا گھٹا کر پیش کرنا کہ سننے والوں کو اسلام سے کوئی دلچسپی نہ رہ جائے۔
- مسلمانوں کو اُن کے مذہبی فرائض ادا کرنے نہ دینا۔

اِس طرح کی جتنی بھی کوششیں، سازشیں اور تحریکیں ہیں، سب کے خلاف جنگ کا حکم ہے۔

ظلم کے خلاف جنگ

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ • اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ [الحج:۳۹،۴۰]

جن سے جنگ کی جائے، اُنھیں جنگ کی اجازت ہے،
کیونکہ اُن پر ظلم ہوا، اور بے شک اللہ اُن کی مدد پر پوری طرح
قادر ہے۔ جو مظلوم، بے قصور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ بس
اُن کا یہ کہنا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

قرآن مظلوموں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ جنگجو ظالموں سے جنگ کریں۔

کمزوروں، بے بسوں کی حمایت میں جنگ

وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْراً ۝ [النساء:۷۵]

اور تمھیں کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں اُن کمزور مردوں، عورتوں
اور بچوں کے لئے جنگ نہیں کرتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے
رب! ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں اور
کسی کو اپنی طرف سے ہمارا حمایتی بنادے اور کسی کو اپنی طرف
سے ہمارا مددگار بنادے۔

کمزور، بے بس اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے قرآن نے جنگ کا حکم دیا ہے۔

اندرونی دشمنوں کے خلاف جنگ

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ، [التوبۃ:۷۳]

اے نبی کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرو اور اُن پر
سختی کرو۔

قرآن نے اندرونی دشمنوں کو ''منافق'' کا نام دیا ہے۔

اِن اندرونی دشمنوں کے خلاف جنگ کیوں؟

اُن کی گھٹیا پالیسیوں اور فتنہ وفساد برپا کرنے والی سرگرمیوں کی وجہ سے۔ قرآن نے کئی ایک جگہ اُن کی گھٹیا سرگرمیوں کی نشاندہی کی ہے۔ مثلاً:

﴿وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ،وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْن • [النساء:۸۱]

اور وہ سامنے تو کہتے ہیں: جی ہاں! ہمیں تو اطاعت کرنی ہے۔ پر جب تمھارے یہاں سے نکلتے ہیں تو اُن کا ایک گروہ رات میں تمھاری باتوں کے خلاف منصوبے بناتا ہے اور اللہ اُن کی راتوں کے منصوبوں کی خبر رکھتا ہے۔

﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاءً ﴾

[النساء:۸۹]

اُن کی خواہش ہے کہ کاش تم لوگ بھی کافر ہو جاؤ جیسا کہ وہ لوگ کافر ہیں۔

﴿سَتَجِدُوْنَ آخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّأْمَنُوْكُمْ وَيَأْمَنُوْا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ ارْكِسُوْا فِيْهَا • [نساء:۹۱]

منافقوں کے دوسرے گروہ کے لوگوں کو تم یہ خواہش کرتا پاؤ گے کہ وہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی، لیکن جب کبھی اُنھیں فتنے کی طرف موڑا جاتا ہے تو وہ اُس میں گر پڑتے ہیں۔ (یعنی جی جان سے لگ جاتے ہیں۔)

﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِى الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَايُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلاً • مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا• ﴾

[الاحزاب:۶۰،۶۱]

اگر منافق اور بیمار دلوں والے اور مدینے میں سنسنی پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم تمھیں اُن لوگوں کے خلاف اُکسا دیں گے پھر وہ مدینے میں تمھارے ساتھ کچھ ہی دن رہ پائیں گے، اُن پر پھٹکار ہوگی۔ جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور خوب قتل کیئے جائیں گے۔

یہ اندرونی دشمن (منافق) جو حقیقت میں کافر تھے اور بظاہر مسلمان، اُنھوں نے یہ بھیس اِس لئے بنایا تھا تا کہ وہ اندر ہی اندر مسلمانوں کو کھوکھلا کرتے رہیں، اُنھیں اسلام سے پھیر کر کفر میں واپس لے آئیں اور جھوٹی افواہیں پھیلا کر اُن کے حوصلے پست کر ڈالیں اور اُنھیں طرح طرح کے فتنے میں ڈال دیں اور مسلمان کے بھیس میں ہونے کی وجہ سے اُن پر کوئی آنچ بھی نہ آئے اور اندر اندر کافروں کا ساتھ دیتے رہیں مسلمانوں کے خلاف منصوبے بناتے رہیں اور وقت آنے پر کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف تلوار بھی اٹھالیں۔

ظاہر ہے کہ یہ اندرونی دشمن کھلے ہوئے دشمنوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہورہے تھے اور مسلمانوں کی جڑ ہی کھود دینے کی فکر میں تھے، چنانچہ اس خطرناک صورت حال میں اُن سے جنگ کرنے کا حکم ہوا۔

دہشت گردوں کے خلاف جنگ

﴿مِنۡ اَجلِ ذٰلِکَ کَتَبۡنَا عَلٰی بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ اَنَّهٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡساً بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعاً وَّمَنۡ اَحۡیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعاً وَّلَقَدۡ جَاءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا بِالۡبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ کَثِیۡراً مِّنۡهُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ فِی الۡاَرۡضِ لَمُسۡرِفُوۡنَ ۝﴾

﴿اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَاداً اَنۡ یُّقَتَّلُوۡا اَوۡ یُصَلَّبُوۡا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِنۡ

خَـلٰفٍ اَوۡيُـنۡـفَـوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ذٰلِكَ لَهُمۡ خِزۡىٌ فِى الدُّنۡيَا وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۝ ﴾[المائدہ:۳۲،۳۳]

قتل کی اُس واردات کی وجہ سے جو آدم کے بیٹوں کے درمیان ہوئی تھی ،ہم نے بنی اسرائیل پرلکھ دیا کہ بے شک جس نے کسی جان کوکسی جان کے بغیر یا زمین میں فساد مچانے کی وجہ سے قتل کیاتو گویا اُس نے سارے لوگوں کوقتل کیااور جس نے اُسے زندہ چھوڑا تو گویا اُس نے سارے لوگوں کوزندہ رکھا،جبکہ اُن کے پاس ہمارے رسول روشن نشانیاں لے آچکے۔ پھر بے شک اُس کے بعداُن میں سے بہت سارےلوگ زمین میں خون خرابہ کرنے والے ہیں۔

ہاں !جولوگ اللہ اور اُس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین پرلوٹ مار کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں ،اُن کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائیں جائیں یا اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں۔وہ اُن کے لئے دنیا کی رسوائی ہےاوراُنہی کے لئےآخرت میں بڑا عذاب ہے۔

قرآن دہشت گردوں کو پکڑکر مارنے اوراُنھیں بدترین سزا دینے یا کم ازکم ملک سے مار بھگانے کاحکم دیتا ہے۔

اِن تمام آیتوں کی روشنی میں قرآن کانظریۂ جنگ بہت واضح طور پر ہمارے سامنےآجاتا ہےجس پرمزید کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔

قرآن نے واضح کردیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہی کسی اعلیٰ ،اہم ،بنیادی اور پاکیزہ مقصدکو پانے کے لئے جنگ کی اجازت دیتا ہے۔محض حکومت ،عیش وعشرت ،ظلم ووحشت اورخون خرابے کے لئے اُس کےنزدیک کبھی جنگ جائزنہیں۔

✠✠

پیغمبرِ اسلام کا نظریۂ جنگ

پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جنگ کے تعلق سے جو کچھ ہدایتیں دی تھیں، اُن میں سے بعض اَہم اور ضروری باتوں کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو سکے کہ جنگ کے سلسلے میں آپ کے کیا نظریات تھے:-

- **عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ قال قال النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم لَاھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰکِنْ جِھَادٌ وَّنِیَّۃٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.** [۱۰]

  ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اب ہجرت نہیں، البتہ جہاد اور نیت باقی ہے۔ جب تم سے مدد مانگی جائے تو مدد کے لئے دوڑ پڑو''۔

- **کتب الیہ (عمربن عبداللّٰہ) عبداللّٰہ ابن ابی اوفیٰ ......ثم قام (رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم) فی الناس فقال: یَااَیُّھَا النَّاسُ! لَاتَمَنَّوْالِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوااللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاصْبِرُوْا**

---

[۱۰] بخاری: کتاب الجہاد/ باب لاہجرۃ بعد الفتح (حدیث:۳۰۷۷)
مسلم: کتاب الامارۃ/ باب المبایعۃ (حدیث:۱۳۵۳)
ترمذی: کتاب السیر/ باب ماجاء فی الہجرۃ (حدیث:۱۵۹۰)
ابوداؤد: کتاب الجہاد: باب فی الہجرۃ ہل انقطعت (حدیث:۲۴۸۰)
نسائی: کتاب البیعۃ/ باب ذکر الاختلاف فی انقطاع الہجرۃ (حدیث:۴۱۶۹)
مسند الامام احمد:۱/۲۲۶،۳۴۷،۵۱۹،۵۸۵ (حدیث:۱۹۹۲-۲۸۹۱-۳۳۲۵)
دارمی: کتاب السیر/ باب لاہجرۃ بعد الفتح (حدیث:۲۶۷۱)
مصنف عبدالرزاق: کتاب الجہاد/ باب کیف بالذی یغل (حدیث:۹۵۷۷)

وَاعۡلَمُوۡااَنَّ الۡجَنَّۃَ تَحۡتَ ظِلَالِ السُّیُوۡفِ . [۱۱]

حضرت عبدا للہ بن اَوفیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر کو بذریعہ خط بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہوکر کہا: اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی تمنا مت کرو اور اللہ سے عافیت مانگو، جب تمھاری دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوتو صبر سے کام لو اور جان لو کہ جنت تو تلواروں کے سائے میں ہے۔

- عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ قال جاء رجل الی النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: الرجل یقاتل للمغنم والرجل یقاتل للذکر والرجل یقاتل لیُری مکانہٗ فمن فی سبیل اللّٰہ؟ قال: مَنۡ قَاتَلَ لِتَکُوۡنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الۡعُلۡیَافَھُوَفِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ .[۱۲]

---

[۱۱] بخاری: کتاب الجہاد/ باب لاتمنو القاء العدو (حدیث: ۳۰۲۵)
مسلم: کتاب الجہاد/ باب کراہیۃ تمنی لقاء العدو (حدیث: ۱۷۴۲)
ابوداؤد: کتاب الجہاد: / باب کراہیۃ تمنی لقاء العدو (حدیث: ۲۶۳۱)
دارمی: کتاب السیر / باب لاتمنو القاء العدو (حدیث: ۲۵۹۷)
المستدرک: کتاب الجہاد (حدیث: ۳۴۱۳)
مسندالامام احمد: ۴۷۱/۵ (حدیث: ۱۸۶۳۵)
مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر / فی قتال العدو ای ساعۃ تستحب (حدیث: ۳۳۰۷۰)
شعب الایمان: باب فی الثبات للعدو (حدیث: ۴۳۰۸)
[۱۲] بخاری: کتاب الجہاد/ باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا (حدیث: ۲۸۱۰)
مسلم: کتاب الامارۃ / باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا (حدیث: ۱۹۰۴)
ابوداؤد: کتاب الجہاد: باب من قاتل لتکون (حدیث: ۲۵۱۷)
نسائی: کتاب الجہاد: باب من قاتل لتکون (حدیث: ۳۱۳۶)
مسندالامام احمد: ۵۴۸/۵ (حدیث: ۱۹۰۹۹)
شعب الایمان: باب فی الجہاد (حدیث: ۴۲۶۳)

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر پوچھا: ایک آدمی مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے جنگ لڑتا ہے، ایک آدمی شہرت کے لئے جنگ لڑتا ہے اور ایک آدمی اِس لئے جنگ لڑتا ہے تا کہ اُس کی حیثیت دیکھی جائے تو اِن میں سے کون اللہ کی راہ میں جنگ لڑنے والا ہے؟

آپ نے فرمایا: جو خدا کا بول بالا کرنے کے لئے جنگ لڑے گا، وہ اللہ کی راہ میں جنگ لڑنے والا ہے۔

- **عن ابی موسیٰ قال جاء رجل الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال :یارسول اللّٰہ ! ماالقتال فی سبیل اللّٰہ؟فان احدنا یقاتل غضباً و یقاتل حمیة فرفع الیه راسه (قال :وما رفع الیه راسه الاانه قائما) فقال: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.** [۱۳]

ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: کون سی جنگ اللہ کی راہ میں ہوتی ہے، کیونکہ ہم میں سے ایک شخص غضب میں آ کر جنگ لڑتا ہے اور ایک غیرت کے مارے جنگ لڑتا ہے تو آپ نے اُس کی طرف سر اٹھا کر فرمایا: (چونکہ وہ کھڑا تھا اِسی لئے آپ کو سر اٹھانا پڑا) جو خدا کا بول بالا کرنے کے لئے جنگ لڑے گا، وہ اللہ کی راہ میں جنگ لڑنے والا ہے۔

---

[۱۳] بخاری: کتاب العلم / باب من سأل وھو قائم (حدیث:۱۲۳)
مسلم: کتاب الامارۃ / باب من قاتل لتکون (حدیث:۱۹۰۴)
مسند الامام احمد: ۵۷۲/۵ (حدیث: ۱۹۲۴۰، ۱۹۲۴۱)

- عن ابی موسیٰ قال جاء رجل الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: الرجل یقاتل حمیة ویقاتل شجاعة ویقاتل ریاءً فای ذلک فی سبیل اللّٰہ؟ قال: مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْن کَلِمَةُ اللّٰہِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ .[۱۴]

ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر پوچھا: کوئی غیرت کے مارے جنگ لڑتا ہے، کوئی بہادری دکھانے کے لئے جنگ لڑتا ہے اور کوئی اپنا نام کرنے کے لئے جنگ لڑتا ہے۔ تو اُن میں سے کون اللہ کی راہ میں جنگ لڑنے والا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو خدا کا بول بالا کرنے کے لئے جنگ لڑے گا، وہ اللہ کی راہ میں جنگ لڑنے والا ہے۔

- عن ابی هریرة ان رجلاقال: یارسول اللّٰہ! رجل یرید الجهاد فی سبیل اللّٰہ وهو یبتغی عرضا من عرض الدنیا فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لااجر لهٗ .فاعظم ذلک الناس وقالوا للرجل :عُد لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلعلک لم تُفْهِمْهُ فقال: یارسول اللّٰہ! رجل یرید الجهاد فی سبیل اللّٰہ وهو یبتغی عرضا من عرض الدنیافقال لااجرلهٗ . فقالواللرجل عُد لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال له الثالثة فقال له لااجر لهٗ.

---

[۱۴] بخاری: کتاب التوحید/ باب قولہ تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا (حدیث:۷۴۵۸)
مسلم: کتاب الامارۃ/ باب من قاتل لتکون (حدیث:۱۹۰۱)
ترمذی: کتاب فضائل الجہاد/ باب ماجاء فیمن یقاتل ریاءً (حدیث:۱۶۴۶)
مسند الامام احمد: ۵/۴۴۰ (حدیث:۱۹۰۴۹)
مصنّف عبدالرزاق: کتاب الجہاد/ باب الشہید (حدیث:۹۶۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے، ساتھ ہی ساتھ وہ دنیا کا کچھ سامان (مالِ غنیمت) پانے کی بھی خواہش رکھتا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُسے کوئی اجر نہیں ملنے والا۔

لوگوں کو یہ بہت بڑی بات لگی۔ صحابہ نے اُس آدمی سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ عرض کرو! شاید تم اپنی بات اُن سے کہہ نہیں پائے۔ اُس نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے، ساتھ ہی ساتھ وہ دنیا کا کچھ سامان (مالِ غنیمت) پانے کی بھی خواہش رکھتا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسے کوئی اجر نہیں ملنے والا۔

صحابہ نے پھر اُسے اپنی بات پیش کرنے کو کہا۔ اُس نے تیسری بار بھی عرض کیا۔ اِس بار بھی آپ نے ارشاد فرمایا: اُسے کوئی اجر نہیں ملنے والا۔ [۱۵]

- **عن معاذ بن جبل عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال: اَلْغَزْوُ غَزْوَانِ فَأَمَّا مَنِ ابْتَغٰی وَجْهَ اللّٰهِ وَاَطَاعَ الْاِمَامَ وَاَنْفَقَ الْكَرِيْمَةَ وَيَاسَرَ الشَّرِيْكَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَاِنَّ نَوْمَهٗ وَنَبْهَهٗ اَجْرٌ كُلُّهٗ. وَاِمَّا مَنْ غَزَا فَخْراً وَرِيَاءً**

---

[۱۵] سنن ابی داوٗد: کتاب الجهاد، باب فی من یغزو (حدیث: ۲۵۱۶)
مسند الامام احمد: ۵۶۴/۲ (حدیث: ۷۸۴۰)، ۵۶/۳ (حدیث: ۸۵۷۵)
المستدرک: کتاب الجهاد (حدیث: ۲۴۳۶)

وَسُمْعَةً وَعَصَى الْإِمَامَ وَاَخَذَ فِي الْاَرْضِ فَاِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ .[۱٦]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنگ دو طرح کی ہے۔ جو شخص جنگ کے ذریعے اللہ کی رضا چاہے گا، امام کی پیروی کرے گا، عمدہ مال خرچ کرے گا، ساتھی کے ساتھ نرمی برتے گا اور فساد کرنے سے بچے گا تو اُس کا سونا جاگنا (اللہ کی راہ میں) سب ثواب ہی ثواب ہوگا اور جو شخص نافرمانی کرے گا اور زمین میں فساد مچائے گا تو بے شک وہ تھوڑا سا بھی ثواب لے کر نہیں لوٹے گا۔

- ابو اُمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: جاء رجل الى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: ارأيت رجلاغزايلتمس الاجر والذكر ماله؟ فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لَاشَيْءَ لَهُ. فاعادها ثلاث مرات يقول له رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لَاشَيْءَ لَهُ. ثم قال: اِنَّ اللّٰهَ لَايَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّامَا كَانَ لَهُ خَالِصاً وَابْتَغٰى بِهٖ وَجْهَهُ.[۱۷]

ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پوچھا کہ: اُس شخص کے بارے

---

[۱٦] سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد، باب فی من یغزو (حدیث:۲۵۱۵)
دارمی: کتاب الجہاد، باب فی صفۃ الغزو (حدیث:۲۵۷۳)
مسند الامام احمد: ۳۰۹/٦ (حدیث: ۲۱۵۳۷)
المستدرک: کتاب الجہاد، (حدیث: ۲۴۳۵)
شعب الایمان: باب فی الجہاد (حدیث: ۴۲٦۵)
[۱۷] سنن النسائی: کتاب الجہاد، باب من غزا یلتمس الاجر والذکر (حدیث: ۳۱۴۰)

میں آپ کی کیا رائے ہے جو بدلہ اورشہرت حاصل کرنے کے لئے جنگ لڑے، اُس کا کیا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُس کا کچھ نہیں ہوگا۔ اُس آدمی نے تین مرتبہ یہی بات دہرائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے ہر بار جواب دیتے: اُس کا کچھ نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا: بے شک اللہ صرف اُس خالص عمل کو قبول کرتا ہے جو اُس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو۔

- عن یحی بن الولید بن عبادة بن الصامت عن جدہٖ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: مَنْ غَزَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَمْ یَنْوِ اِلَّاعِقَالًا فَلَہٗ مَانَوٰی. [۱۸]

عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کی راہ میں جنگ لڑے اور اُس کی نیت اونٹ باندھنے کی صرف ایک رسّی حاصل کرنے کی ہی ہو تو اُس کو وہی ملے گا جو اُس نے نیت کی۔

- قال عبداللّٰہ بن عَمرو: یارسول اللّٰہ!اخبرنی عن الجھاد والغزو فقال:یَاعَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَمْرٍواِنْ قَاتَلْتَ صَابِراًمُحْتَسِباً بَعَثَکَ اللّٰہُ صَابِراً مُحْتَسِباً وَاِنْ قَاتَلْتَ مُرائِیاً مُکَاثِراً بَعَثَکَ اللّٰہُ مُرَائِیاً مُکَاثِراً یَا عَبْدَاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوعَلٰی اَیِّ حَالٍ قَاتَلْتَ اَوْقُتِلْتَ بَعَثَکَ اللّٰہُ عَلٰی تِیْکَ الْحَالِ.

---

[۱۸] نسائی: کتاب الجہاد، باب من غزا فی سبیل اللہ (حدیث:۳۱۳۸)
دارمی: کتاب الجہاد، باب من غزا ینوی شیئاً (۲۵۷۲)
المستدرک: کتاب الجہاد (۲۵۲۲)
مسند الامام احمد: ۶/۴۳۰ (۲۲۱۸۴) ۴۳۷ (۲۲۲۲۱)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جنگ اور جہاد کے بارے میں بتایئے ! آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو، اگر تم صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے جنگ لڑو گے تو قیامت کے دن اللہ، تمھیں صبر کرنے والا اور ثواب کی امید رکھنے والا بنا کر زندہ کرے گا اور اگر تم دِکھانے اور اِترانے کے لئے جنگ لڑو گے تو اللہ، قیامت کے دن تمھیں دِکھاوا کرنے والا اور اِترانے والا بنا کر زندہ کرے گا۔ تم جس حال پر لڑ و مرو گے، اللہ تمھیں اُسی حال پر قیامت میں زندہ کرے گا۔[۱۹]

- **وعن ابی هريرة قال ،قال: رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَدْعُو اِلٰى عَصَبِيَّةٍ اَوْ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ فَقِتْلَتُهُ جَاهِلِيَّةٌ .[۲۰]**

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ گھمنڈ کے جھنڈے تلے، گروہ بندی کا نعرہ لگاتے ہوئے جنگ لڑیں گے یا گروہ بندی کے جذبے سے طیش میں آئیں گے تو اُن کی موت جاہلیت کی موت کو ہوگی۔

---

[۱۹] سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/ باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا (حدیث:۲۵۱۹)
المستدرک: کتاب الجہاد (حدیث:۲۴۳۷-۲۵۲۹)
شعب الایمان: باب فی الجہاد (حدیث:۴۲۶۴)

[۲۰] سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن/ باب العصبیۃ (حدیث:۳۹۴۸)
اتحاف السادۃ المتقین: کتاب الجہاد/ باب فیمن وجد من المشرکین غفلۃ عن انس رضی اللہ عنہ (حدیث:۵۰۵۳)

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن تمام باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے ساتھیوں کے سامنے ''جنگ'' کا جو پاکیزہ نظریہ پیش کیا تھا؛ وہ ہرگز عورت، دولت اور حکومت کے لئے نہیں تھا، بلکہ وہ نظریہ چند اہم بنیادی مقصد کے لئے تھا جس کا ایک خلاصہ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں:-

- جنگ کا دارومدار نیت پر ہے۔
- اچھی نیت سے لڑی جانے والی ہی جنگ جائز ہے۔
- جنگ میں صرف ایک معمولی رسّی پانے کی بھی نیت نہ ہو۔
- جنگ ثواب کی اُمید پر اور اللہ کی رضا کے لئے ہو۔
- دشمن سے جنگ کرنے کی خواہش مت رکھو۔ مجبوری میں اجازت ہے۔
- جنگ، فساد مچانے کے لئے نہ ہو۔
- جنگ، مالِ غنیمت (عورت اور دولت) کے لئے نہ ہو۔
- جنگ، بدلہ (معاوضہ) وصول کرنے کے لئے نہ ہو۔
- جنگ، شہرت کے لئے نہ ہو۔
- جنگ، دھاک جمانے کے لئے نہ ہو۔
- جنگ، غصہ پھوٹنے پر نہ ہو۔
- جنگ، غیرت کے مارے نہ ہو۔
- جنگ، بہادری دِکھانے کے لئے نہ ہو۔
- جنگ، نام کرنے کے لئے نہ ہو۔
- جنگ، فخر حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔
- جنگ میں جوش کا جذبہ نہیں، صبر کا جذبہ ہو۔
- جنگ، گروہ بندی کے جذبے سے نہ ہو۔
- مدد کرنے میں گروہ بندی کا جذبہ نہیں، مظلوم کی مدد کا جذبہ ہو۔

- جنگ، صرف اور صرف خدا کا بول بالا کرنے کے لئے ہو۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس واضح ''نظریۂ جنگ'' کو پڑھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ آپ نے اپنے ماننے والوں کو دہشت گردی کی تعلیم دی تھی؟!

❑❑

ساتواں باب

اسلامی جنگوں کے اسباب

- جنگ کے حالات کیسے بنے؟
- جنگ بَدْر کے اسباب
- جنگ اُحُد کے اسباب
- جنگ خَنْدَق کے اسباب
- جنگ خَیبَر کے اسباب
- جنگ مُؤتَہ کے اسباب
- جنگ فتحِ مکہ کے اسباب
- جنگ حُنَین کے اسباب
- جنگ تبوک کے اسباب

جنگ کے حالات کیسے بنے؟

ایسا نہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے پہنچے اور مسلمان مضبوط ہوئے تو اُنھوں نے تابڑتوڑ تلوار نکالی اور مارکاٹ شروع کردی۔نہیں، بلکہ مسلمانوں کے تلوار اُٹھانے اور جنگ کی آگ میں کودنے کی ایک لمبی چوڑی داستان ہے۔

جب مکے کے کافروں کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا اور وہ کسی طرح اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو دھیرے دھیرے جنگ کے حالات بننے لگے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں رہ کر اسلام کی تبلیغ شروع کی اور بُت پرستی کے خلاف آواز اُٹھائی تو وہ آپ کو اور آپ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو ستانے اور طرح طرح سے پریشان کرنے لگے:-

• چنانچہ سب سے پہلے اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذہنی اذیت دینی شروع کی۔ کوئی آپ کو کاہن کہتا، کوئی دیوانہ بتاتا، کوئی شاعر بولتا اور کوئی جادوگر۔ ایک مرتبہ میٹنگ کر کے اُنھوں نے یہ پاس بھی کرلیا کہ آج سے ہم سب اُنھیں ''جادوگر'' بتائیں گے اور آنے جانے والوں سے کہیں گے کہ وہ ایک ایسی جادوئی بولی بولتا ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بہن اور میاں بیوی میں جدائی پڑ جاتی ہے اور آدمی اپنے خاندان سے کٹ جاتا ہے۔

• اُس کے بعد اُنھوں نے آپ کو چھیڑنا اور گالی دینا شروع کیا، چنانچہ ایک بار ابو جہل نے آپ کو راستہ چلتے چھیڑا اور گالی بکی۔

• پھر اُنھوں نے آپ پر ہاتھ اُٹھانا شروع کیا۔ چنانچہ ایک روز ایک اَوباش نے راہ چلتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر مٹی ڈال دی، آپ اُسی حالت میں گھر تشریف لے گئے۔ آپ کی ایک صاحبزادی آپ کا سر دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں اور آپ اپنی صاحبزادی سے کہتے جاتے تھے:

’’رومت، بیٹی! اللہ تیرے باپ کا بچانے والا ہے‘‘۔

ایک دوسرے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہل اور اُس کے ساتھی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کل فلاں خاندان میں ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی۔ کون اُس اونٹنی کی اوجھڑی اٹھا کر لائے گا اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں جائیں تو اُن کی پیٹھ پر یا دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھے گا؟

یہ سن کر اُن میں کا سب سے بدبخت انسان عُقْبہ بن ابومُعَیط اٹھا اور جا کر اوجھڑی لیتا آیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اُس نے اوجھڑی اٹھا کر آپ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ یہ تماشا دیکھ کر سارے کافر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نماز پڑھ رہے ہوتے تو اُن میں کا ایک بکری کی اوجھڑی اٹھا کر آپ کے اوپر پھینک دیتا۔

یوں ہی جب آپ ہانڈی چڑھاتے تو کوئی اُسی اوجھڑی کو ہانڈی میں ڈال دیتا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے کے لئے کسی آڑ کا سہارا لینا پڑتا۔ جب وہ لوگ آپ پر اوجھڑی پھینکتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس غلاظت کو لکڑی سے اٹھا کر دروازے پر رکھ دیتے اور کہتے: ’’اے بنو عبد مناف! یہ کیسا پڑوس ہے‘‘۔

پھر آپ اُسے اٹھا کر کہیں اور ڈال آتے۔

• پھر وہ آپ پر قاتلانہ حملے کرنے لگے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ آپ کعبے میں نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں عُقبہ بن ابومُعَیط آتا ہے اور اپنی چادر آپ کے گلے میں پھنسا دیتا ہے، پھر خوب زور لگا کر آپ کا گلا گھونٹنے لگتا ہے۔ وہ تو حضرت ابوبکر آجاتے ہیں اور اُس کا کاندھا پکڑ کر آپ سے الگ کرتے ہیں۔

یوں ہی ایک مرتبہ ابوجہل ایک بھاری بھرکم پتھر لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمول کے مطابق سویرے

سویرے کعبے میں داخل ہوئے اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے،قریش بھی صبح ہی سے وہاں آ چکے تھے، وہ اپنی مجلس میں بیٹھ کر دیکھ رہے تھے کہ ابوجہل کیا کرنے والا ہے؟

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے میں سر رکھا تو وہ پتھر اٹھا کر آپ کی طرف لپکا۔آپ کے قریب پہنچتے ہی وہ الٹے قدم بدحواس ہوکر بھاگا،اُس کے چہرے کا رنگ اُڑا ہوا تھا اور پتھر اُس کے دونوں ہاتھ سے چپکا ہوا تھا۔کسی طرح پتھر اُس نے اپنے ہاتھ سے گرایا۔مسلمان ہونے سے پہلے حضرت عمر بھی ایک مرتبہ آپ کو قتل (شہید) کرنے کے ارادے سے چلے تھے۔یہ اور بات ہے کہ دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی اُن کی کایا پلٹ ہو چکی تھی۔

• کسی طرح کی بھی کامیابی نہ ملنے پر اُنھوں نے آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا اور میٹنگ کر کے یہ دستاویز تیار کی:

> ''جب تک بنو ہاشم اور بنو مطّلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہیں کر دیتے تب تک نہ اُن کے خاندان میں شادی بیاہ ہوگی، نہ میل جول رہے گا، نہ اُن کے ہاتھ کچھ بیچا جائے گا اور نہ اُن سے کچھ خریدا جائے گا''۔

قریش کا یہ ظالمانہ بائیکاٹ مسلسل تین سالوں تک جاری رہا۔

• جب یہ بائیکاٹ ختم ہوا اور آپ ''شِعبِ ابی طالب'' کی نظر بندی سے باہر نکلے تو کافر آپ کا چلتے پھرتے مذاق اُڑانے لگے۔کوئی کہتا: یہ زمین کے بادشاہ لوگ آ رہے ہیں، یہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کریں گے۔

اتنا کہہ کر وہ لوگ ہونٹوں سے سیٹیاں مارتے اور تالیاں بجاتے۔

کوئی کہتا: اے محمد! کیا آج آپ نے آسمان سے کوئی بات چیت کی۔

• آخرکار قریش کے کافروں نے آپ کے قتل (شہادت) کی سازش رَچی۔ بڑے بڑے سرداروں نے میٹنگ کی۔ابوجہل نے اپنی رائے پیش کی کہ:

میری رائے میں، ہم ہر قبیلے سے ایک عزت دار، شریف اور مضبوط جوان لیں اور ہر ایک کو تیز دھار والی ایک ایک تلوار تھما دیں۔ پھر سارے جوان اُس پر پل پڑیں اور ایک ساتھ مل کر ایک ہی وار میں اُس کو مار ڈالیں، پھر چین کی سانس لیں گے۔ جب ایسا ہوگا تو اُس کا خوں بہا سارے قبیلوں میں بٹ جائے گا۔ بنو عبد مناف (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان) سارے قبیلوں سے اکٹھا جنگ نہیں کر سکیں گے اور خوں بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے تو ہم اُنھیں خوں بہا دے دیں گے۔

اِس بات سے سب نے اتفاق کر لیا اور میٹنگ برخاست ہوگئی۔

- یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیارا وطن چھوڑ کر مدینے جانا پڑا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اُنھوں نے آپ کے ماننے والوں اور آپ پر ایمان لانے والے مسلمانوں کے ساتھ بھی وہی ظالمانہ سلوک کیا۔ اُنھوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ جس کسی قبیلے میں جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا ہے؛ اُسے ستائیں اور ایذا پہنچائیں۔ چنانچہ اُن کافروں نے اِس منصوبے پر بھرپور عمل کیا اور بری طرح مسلمانوں کو پریشان کرنا اور اذیت دینا شروع کیا۔ اس کام میں بھی ابوجَہل آگے آگے تھا۔ جب اُسے معلوم ہوتا کہ کوئی شخص مسلمان ہوا ہے تو اگر وہ صاحبِ حیثیت، شان وشوکت والا ہوتا تو اُسے دھمکی دیتا اور بے عزت کرتا کہ: تم نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا جو تمھارے دین سے بہتر تھا۔ ہم یقیناً تمھیں احمق سمجھتے ہیں اور تمھاری رائے کو گھٹیا خیال کرتے ہیں۔ ہم ضرور تمھاری عزت خاک میں ملا دیں گے۔ اور اگر وہ مسلمان تاجر ہوتا تو وہ بولتا کہ اللہ کی قسم! ہم تمھارے کاروبار کا مندا کر دیں گے اور تمھارا مال تباہ کر دیں گے اور اگر وہ کمزور مسلمان ہوتا تو ابوجہل اُسے مارتا اور اسلام کے خلاف اُسے بھڑکاتا۔

جتنے بھی کمزور مسلمان تھے، اُن کے ساتھ مشرکینِ مکہ کا سلوک بڑا ہی وحشیانہ تھا۔ وہ اُن بے چارے غریب مسلمانوں کو لوہے کا لباس پہنا کر کڑی دھوپ میں کھڑا کر دیا

کرتے تھے۔ مارتے پیٹتے، بھوکا پیاسا رکھتے اور مکے کی گرم ریتیلی زمین پر لٹا دیتے۔
• حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب سے زیادہ غیر انسانی سلوک کیا جاتا۔ اُنھیں اُن کا آقا اُمَیَّہ بن خَلَف دوپہر کے وقت کڑی دھوپ میں لاکر پیٹھ کے بل لٹا دیتا، پھر ایک بڑی چٹان اُن کے سینے پر رکھ دی جاتی، پھر وہ کہتا کہ تم اِسی حال میں مرو گے یا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو اور لات وعزّٰی کی پوجا کرنے لگو، مگر وہ اُس مصیبت میں بھی اَحَد اَحَد کا نعرہ لگاتے۔ (یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔) کبھی مشرکینِ مکہ اُن کے گلے میں رسی باندھ کر بچوں کو تھما دیتے، بچے اُنھیں مکے کی گھاٹیوں میں لئے لئے پھرتے۔ بعد میں حضرت ابوبکر نے اُن کو خرید کر آزاد کر دیا۔
حضرت عمّار بن یاسِر اور اُن کے والدین کو بھی کچھ ایسی ہی اذیت پہنچائی گئی، یہاں تک کہ اُن کی والدہ اُسی اذیت میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔
• آخر کار پریشاں حال، کمزور، بے بس اور مظلوم مسلمانوں کو مکہ چھوڑ کر ''حبشہ'' کی طرف ہجرت کرنا پڑا۔
• حبشہ میں مسلمانوں کا چین سے رہنا؛ کافر دشمنوں سے ہرگز برداشت نہ ہوتا تھا۔ وہ مسلمانوں کا سکون غارت کرنے کے لئے حبشہ پہنچ گئے اور حبشہ کے بادشاہ ''نَجاشی'' کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے لگے۔ وہ تو بادشاہ نیک دل انسان تھا؛ کافروں کے بہکاوے میں نہ آیا۔ اُس نے مسلمانوں کو اُن کے حوالے کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کافروں کو بھرے دربار میں منہ کی کھانی پڑی اور وہ منہ لٹکائے ہوئے باہر آ گئے۔
• پھر جو مسلمان مکے میں رہ گئے تھے، اُنھیں بھی ایک دن اپنا شہر چھوڑ کر مدینے جانا پڑا۔
• اُس کے بعد بھی ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو روکا جاتا، مارا پیٹا جاتا، اُن کا سامان چھین لیا جاتا۔[۲۱]=
جو لوگ اپنے وطن میں اِس قدر بگڑے ہوئے حالات کے شکار ہوئے ہوں،

اپنے ہی گھر میں جن کا جینا دوبھر ہو چکا ہو، شہر والے جن کی جان کے دشمن بن چکے ہوں...... کیا اُن کے اندر اُن بے رحم، ظالم، دشمنوں سے انتقام لینے کا جذبہ پیدا نہ ہوگا؟ وہ اپنے بھیانک ماضی کو یاد کرکے کراہ نہ اُٹھتے ہوں گے؟ اگر وہ اپنا پرانا حساب چکانے کے لئے تلوار اُٹھا بھی لیں تو کون اُنھیں غلط کہنے کی غلطی کرے گا؟ جبکہ سب کچھ ہونے کے باوجود مسلمانوں نے اُن کافر دشمنوں کے خلاف ایسا کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔

کافروں کی غنڈہ گردی

اگر کافروں کی لڑائی مسلمانوں سے تھی اور مسلمانوں کی وجہ سے اُن کا اور اُن کے شہر کا ماحول خراب ہو رہا تھا تو وہ ایک ایک کرکے مدینے چلے آئے تھے اور خود اللہ کا رسول بھی اُن کے شہر سے نکل آیا تھا۔ اَب اُن کافروں کو کیا پریشانی تھی؟ اُنھیں کون سی تکلیف اور کیا نقصان تھا؟ اَب تو جھگڑا ختم تھا۔ مگر نہیں، یہ کافر پوری غنڈہ گردی پر آمادہ تھے۔ وہ اِس زمین پر مسلمانوں کو چلتا پھرتا دیکھنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے مکے میں بیٹھ کر مسلمانوں کو تنگ کرنا اور اُنھیں ڈرانا اور دھمکانا شروع کیا۔

- اِس سلسلے میں اُن کی پہلی کارروائی یہ تھی کہ اُنھوں نے مدینے میں اَوس اور خزرج کے مشرکوں اور اُن کے سردار ''عبداللہ بن اُبی'' کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا کہ:

> تم لوگوں نے ہمارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دے رکھی ہے۔ بے شک ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تم اُسے جان سے مارڈالو یا اُسے اپنے شہر سے نکال باہر کرو، ورنہ ہم سب

=[۲۱] سیرۃ ابن ھشام: ۱/۲۳۵-۲۳۶-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۲۷-۳۲۸-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۷-۳۵۸+۳۷۴-۳۸۸-۲/۲۹-۳۰-۸۰-۸۱،

الکامل فی التاریخ: ۱/۴۹۰-۴۹۳،

دلائل النبوۃ: ۱/۲۸۱-۲۸۲،

بخاری: کتاب مناقب الانصار/ باب مالقی النبی ﷺ واصحابہ (۳۸۵۴،۳۸۵۶)

مسلم: کتاب الجہاد/ باب مالقی النبی ﷺ (۱۷۹۴)

اکٹھا تم پر حملہ کریں گے، پھر ہم تمھارے جنگجوؤں کو مار ڈالیں گے اور تمھاری عورتوں کو ہتھیا لیں گے۔[۲۲]

• اِس دھمکی آمیز خط کے بعد دوسرا حادثہ یہ ہوا کہ قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن مُعاذ، عمرہ کے ارادے سے مکے گئے۔ مکے میں اُمیّہ بن خلف سے اُن کا دوستانہ تھا۔ وہ جب مکے جاتے تو اُمیّہ بن خلف کے یہاں ٹھہرتے اور جب اُمیّہ مدینے آتا تو حضرت سعد بن معاذ کے یہاں رُکتا۔ چنانچہ معمول کے مطابق اِس بار بھی حضرت سعد بن معاذ، اُمیّہ کے یہاں ٹھہرے۔ بگڑے ہوئے حالات کے پیشِ نظر اُنھوں نے اُمیّہ سے کہا: ''دیکھنا، کوئی تنہائی کا موقع ہو تو میں کعبے کا طواف کرلوں''۔

چنانچہ دوپہر کے قریب اُمیّہ اُنھیں لے کر نکلا۔ وہاں اُن کی ملاقات ابوجہل سے ہوگئی۔ اُس نے پوچھا: اے ابوصفوان! (اُمیّہ بن خلف) یہ کون آپ کے ساتھ ہے؟

اُس نے جواب دیا: سعد۔

ابوجہل نے اُن سے کہا: میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تم مکے میں بڑے آرام سے طواف کر رہے ہو جبکہ تم لوگوں نے مدینے میں بے دینوں (مسلمانوں) کو پناہ دے رکھی ہے اور تم لوگوں نے یہ بھی طے کر رکھا ہے کہ مکے سے جانے والے مسلمانوں کی مدد کرو گے اور اُنھیں سہارا دو گے۔ اللہ کی قسم! اگر تم اِس وقت ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو تم اپنے بال بچوں میں بچ کر واپس نہیں جا پاتے۔

حضرت سعد نے بھی کڑی آواز میں اُسے جواب دیا: اللہ کی قسم! اگر تم مجھے طواف کرنے سے روکو گے تو میں تمھارے اُس تجارتی راستے کو بند کردوں گا جو مدینے سے ہو کر شام کی طرف جاتا ہے۔ یہ تمھارے لئے اُس (طواف میں رکاوٹ ڈالنے) سے زیادہ مہنگا پڑے گا۔[۲۳]

---

[۲۲] سنن ابی داؤد: کتاب الخراج والامارۃ/ باب فی خبر النضیر (۳۰۰۴)

[۲۳] بخاری: کتاب المغازی/ باب ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر (حدیث: ۳۹۵۰)

مسند الامام احمد: ۱/۴۰۰ (حدیث: ۳۷۸۴)

• تیسرے مرحلے میں اُنھوں نے صاف صاف مسلمانوں کو کہلوا بھیجا کہ:

''تم مغرور نہ ہو جانا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے، ہم یثرب (مدینے) ہی پہنچ کر تمھارا ستیاناس کر دیتے ہیں''۔[۲۴]

یہ جان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ پہنچا کہ قریش اب بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے ہیں اور اُن کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اِس اندیشے سے کہ کہیں قریش رات میں حملہ نہ کر دیں، آپ راتوں کو سوتے نہ تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے آنے کے بعد رات میں جاگ رہے تھے۔ (اور حضرت عائشہ آپ کے پہلو میں تھیں۔) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! خیریت تو ہے؟

آپ نے فرمایا: کاش میرے اصحاب میں سے کوئی اچھا آدمی آج رات پہرہ دیتا۔

اتنے میں ہمیں ہتھیار کی جھنکار سنائی پڑی۔

آپ نے پوچھا: کون ہے؟

جواب آیا: سعد بن ابو وقّاص۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟

اُنھوں نے جواب دیا: میرے دل میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے خوف پیدا ہو گیا، لٰھذا میں اُن کی پہریداری کرنے آیا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں دعا دی، پھر سو گئے۔

---

[۲۴] رحمۃ للعٰلمین: ۱/۱۰۳

میں نے نیند میں آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔[۲۵]

یہ چند راتوں کا معاملہ نہ تھا، بلکہ ایک عرصے تک آپ پہریداری میں سویا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ دشمنوں سے آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں، تب آپ نے پہرہ اُٹھا دیا۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہریداری کی جاتی تھی، یہاں تک کہ یہ آیت: ﴿وَاللّٰـهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ نازل ہوئی۔ یعنی اللہ آپ کو جان کے دشمنوں سے بچائے گا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے سے اپنا سر نکال کر صحابہ سے کہا: ''اے لوگو! واپس جاؤ۔ اللہ نے مجھے بچالیا ہے''۔[۲۶]

یہی کیفیت مدینے کے تمام مسلمانوں کی ہوچکی تھی۔ اُن کی راتوں کی نیندیں اُڑ گئی تھیں۔ اگر اُنھیں سونا ہوتا تو ہتھیار باندھ کر سوتے۔

حضرت اُبی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ:

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ جب مدینے آئے اور انصار نے اُنھیں پناہ دی تو تمام عرب اُن سے لڑنے کے لئے ایک ہو گئے۔ صحابہ صبح تک ہتھیار باندھ کر سویا کرتے تھے۔[۲۷]

---

[۲۵] بخاری: کتاب الجہاد/ باب الحراسة فی الغزو (۲۸۸۵)
مسلم: کتاب الفضائل/ باب فی فضل سعد بن ابی وقاص (۲۴۱۰)
مسند الامام احمد: ۷/۲۰۳،
تفسیر ابن کثیر: ۳/۱۳۰

[۲۶] ترمذی: کتاب التفسیر/ و من سورة المائدة (۳۰۴۶)
تفسیر الطبری: ۴/۳۰
تفسیر ابن کثیر: ۳/۱۳۱

[۲۷] المستدرک: کتاب التفسیر/ تفسیر سورة النور (۳۵۱۲)
اسباب نزول القرآن: ۳۳۸-۳۳۹، لباب النقول: ۱۶۰

اِن حالات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُس وقت مسلمانوں میں خوف کی ایک لہر دوڑ رہی تھی۔

مکے میں تو اُنھیں اذیتوں اور مصیبتوں سے گذرنا ہوتا تھا، مگر یہاں اُن کی جان پر بن آئی تھی۔ جنگ کا ماحول بن رہا تھا، نجانے قریش اُن پر کب حملہ کردیں؟ عرب کے تمام قبیلے اُن کے اتحادی ہوگئے تھے۔ اُن کے دلوں میں جنگ کی چنگاری پھوٹ پڑی تھی۔ ایسے حالات میں اِس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اگر مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھی اور جنگ چھڑی تو مسلمان بھی آگے بڑھ کر مقابلہ کریں اور ہونے والی بربادیوں سے خود کو بچانے کے لئے جنگ کی مصیبت برداشت کریں۔

کافروں کی طرف سے دھیرے دھیرے جنگ کے حالات پیدا ہورہے تھے۔

اِس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا قدم یہ تھا کہ قریش کے تجارتی قافلے مدینے کے جس راستے سے گذر کر شام کی طرف جاتے ہیں، اُس راستے کو قریش پر بند کردیا جائے۔ چنانچہ جب خبر آتی کہ قریش کا کوئی تجارتی قافلہ مدینے کے راستے سے گذرنے والا ہے تو آپ کچھ لوگوں کی ایک ٹکڑی اُس طرف روانہ کردیتے تاکہ تجارتی قافلے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جائے جس سے گھبرا کر یا تو وہ اِدھر آنا بند کردیں یا صلح کرلیں۔

اگر قریش اِس طرف آنا بند کردیتا ہے تو اُس کی تجارت اور معیشت پر بڑا اخراب اثر پڑے گا اور جب معیشت ہی برباد ہوجائے گی تو اُس کے لئے جنگ بہت بھاری ثابت ہوگی، اُس کی برباد معیشت اُسے جنگ کی اجازت نہیں دے گی۔

اور اگر وہ اپنی معیشت اور تجارت کو برباد ہونے دینا نہیں چاہتا تو پھر صلح پر مجبور ہوجائے گا۔

دوسری طرف اِس چھیڑ چھاڑ کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اگر قریش کا تجارتی قافلہ بھاگنے پر مجبور ہوگیا تو مدینے کے مسلمانوں کی ایک دھمک ہوجائے گی، پھر وہ مکے کے کمزور مسلمانوں کو ستانے اور اسلام کی راہ میں روڑے ڈالنے کی جرأت نہیں کریں گے۔

اِس طرح آپ نے پانچ چھ چھاپا مار ٹکڑیاں روانہ کیں۔[۲۸]

اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سیاسی تدبیر کر رہے تھے اور مسلمانوں کو بچانے کی فکر میں تھے اور اُدھر قریش کو بس ایک ہی دُھن سوار تھی کہ مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دینا ہے، رہ رہ کر کوئی نہ کوئی زخم لگاتے رہنا ہے۔ چنانچہ ربیع الاول ۲ھ / ستمبر ۶۲۳ء میں کُرز بن جابِر فہری، مشرکوں کی ایک ٹولی لے کر مدینے کی چراگاہ تک گھس آیا، اُسے تہس نہس کر کے مویشیوں کو لوٹ لے گیا۔[۲۹]

✠✠

---

[۲۸] کتاب المغازی: ۱/۹+۱۲،
الطبقات الکبریٰ: ۲/۳+۶،
السیرۃ النبویۃ، ھ: ۲/۲۰۳+۲۱۲
تاریخ الامم والملوک: ۲/۴۰۲+۴۰۵

[۲۹] السیرۃ النبویۃ، ھ: ۲/۲۱۳
الطبقات الکبریٰ: ۲/۶
کتاب المغازی: ۱/۱۲
تاریخ الطبری: ۲/۴۰۶

جنگِ بَدْر کے اسباب

رمضان ۲ ھ/ مارچ ۶۲۴ء

قریش کا تجارتی قافلہ

قریش نے دیکھا کہ ایسے کام بننے والا نہیں، باقاعدہ کچھ کرنا ہوگا، چنانچہ اُنھوں نے مدینے پر ''فوجی حملہ'' کرنے کا ایک پروگرام بنایا تاکہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ اِس کے لئے اُنھیں بھاری اخراجات کی ضرورت تھی۔ اِس لئے اُنھوں نے ایک بہت بڑے تجارتی قافلے کو'' ملک شام'' بھیجنے کا پلان بنایا، تاکہ اُس سے زبردست منافع حاصل ہو جس سے جنگ کے اخراجات برداشت کئے جاسکیں، چنانچہ اُس تجارتی قافلے میں سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔(حُوَیطب بن عبدالعزّٰی کے علاوہ) قریش کے ہر ہر مرد وعورت نے اُس میں اپنا پیسہ لگایا۔ کسی کے پاس ایک دو مثقال تھے تو اُس نے اُنھیں بھی تجارت میں لگا دیا، یہاں تک کہ بعض عورتوں نے بہت معمولی چیز بھی قافلے والوں کو بھیج دی۔ اِس طرح لگ بھگ پچاس ہزار (50,00,0) دینار اکٹھا ہو گئے۔[۳۰]

جمادی الاولیٰ ۲ھ /نومبر ۶۲۳ء کے اخیر میں ابوسفیان اس قافلے کو لے کر ''ملکِ شام'' روانہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ مدینے سے گزر رہا ہے تو آپ ڈیڑھ، دوسو (200/150) مہاجروں کو لے کر اُسے چھیڑنے نکلے۔[۳۱] تاکہ وہ شام کی تجارت کے ذریعے اپنی مالی طاقت مضبوط کر کے ہمیں نقصان نہ پہنچا سکے، راستے ہی میں اُسے روک دیا جائے اور ڈرا دھمکا کر اُسے مکے واپس ہانک دیا جائے، مگر جب آپ ذُوالعُشَیرَہ کے مقام پر پہنچے تو پتہ چلا کہ کچھ دنوں پہلے ہی وہ قافلہ یہاں سے جاچکا ہے۔[۳۲]

---

[۳۰] کتاب المغازی: ۱/۲۷

[۳۱] کتاب المغازی: ۱/۱۲، ۱۳

[۳۲] الطبقات الکبریٰ: ۲/۶

آپ نے چند دنوں وہاں قیام کیا اور جمادی الاخریٰ کی چند راتیں گزار کر مدینے واپس آ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھانپ چکے تھے کہ اِس بار قریش کے ارادے خطرناک ہیں۔ چنانچہ آپ کو تشویش ہوئی اور آپ نے اپنے جاسوسوں کی ایک ٹیم تیار کی جس میں ۸ یا ۱۲ لوگ شامل تھے۔ رجب ۲ھ / جنوری ۶۲۳ء میں آپ نے اُس ٹیم کو عبداللہ بن جَحش کی نگرانی میں ''بَطنِ نَخْلَہ'' کی طرف روانہ کیا جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ چلتے وقت آپ نے عبداللہ بن جحش کو ایک خط دے کر کہا کہ اِسے دو دن کے بعد کھولنا، پھر اُس کے مطابق حکم جاری کرنا اور اپنے کسی ساتھی پر دباؤ مت ڈالنا، چنانچہ عبداللہ بن جحش نے دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد خط کھول کر دیکھا۔ اُس میں لکھا تھا:

> ''جب تم میرے اِس خط کو پڑھنا تو ''مقامِ نَخْلَہ'' پر جا کر پڑاؤ ڈالنا جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ وہاں قریش کی ٹوہ لینا اور ہمیں اُن کے حالات سے آگاہ کرنا''۔[۳۳]

خط پڑھنے کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن جَحش اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے اور مقامِ نَخلَہ پر پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔

پھر وہاں سے تجارتی سامانوں سے لدا ہوا قریش کا ایک قافلہ گذرا جس میں: عَمرو بن حَضرَمی، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مَخزومی، اُس کا بھائی نوفِل بن عبداللہ بن مغیرہ مَخزومی اور حَکَم بن کیسان مولیٰ ہشام بن مغیرہ بھی تھے۔ قافلہ والے مسلمانوں کو دیکھ کر سہم گئے جو اُنہی کے پاس پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ حضرت عُکّاشہ بن مِحصَن اَسَدی نے سر منڈا کر اُن لوگوں پر ظاہر کیا کہ وہ عمرہ کے ارادے سے مکے جا رہے ہیں۔ جب کافروں نے اُنھیں دیکھا تو اطمینان ہوا، کہنے لگے کہ: وہ عمرہ (زیارتِ کعبہ) کے ارادے سے جا رہے ہیں، لھٰذا تمھیں اُن سے کوئی خطرہ نہیں۔

---

[۳۳] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۱۱

مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ اُن کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟ وہ رجب کا مہینہ تھا۔
مسلمانوں نے کہا کہ اگر آج رات تم اُنھیں چھوڑ دو گے تو وہ ضرور محفوظ رہیں گے اور اگر اُنھیں قتل کرو گے تو حرمت والے مہینے میں اُن کا قتل ہوگا (جبکہ اس مہینے میں جنگ اور قتل حرام ہے۔) پھر اُن لوگوں نے جرأت سے کام لیا اور اُن پر حملہ کرنے کی ٹھان لی کہ جسے قتل کرسکو تو قتل کردو اور اُن کا سامان لوٹ لو۔ اتنے میں حضرت واقدِ بن عبداللہ تمیمی نے عَمْرُ و بن حَضْرَمی کو تیر مار کر قتل کردیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان قیدی بنا لئے گئے اور نوفل بن عبداللہ بھاگ نکلا۔

عبداللہ بن جحش اور اُن کے ساتھی قافلے کا لوٹا ہوا سامان اور دو قیدی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس واقعے سے ناراض ہوکر) بولے:

''میں نے حرمت والے مہینے میں جنگ کرنے کی تمھیں اجازت نہیں دی تھی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹے ہوئے مال اور قیدیوں کو لینے سے انکار کردیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر وہ لوگ بہت غمگین ہوئے اور یقین کرلیا کہ اب تو وہ ہلاک ہوگئے۔

اُنھوں نے جو کچھ کیا دھرا تھا اُس پر مسلمانوں نے اُنھیں بہت برا بھلا کہا کہ:

''تم لوگوں نے ایسا کام کرڈالا کہ جس کی تمھیں اجازت نہ تھی۔

تم لوگوں نے حرمت والے مہینے میں جنگ کی، جبکہ تمھیں جنگ کی اجازت نہیں تھی''۔[۳۴]

اگرچہ عبداللہ بن جَحش اور اُن کے ساتھیوں کو نہ مارکاٹ کی اجازت تھی اور نہ

---

[۳۴] تاریخ الطبری: ۲/۴۱۰+۴۱۲،
الطبقات الکبریٰ: ۲/۷،
سیرۃ ابن ھشام: ۳/۲۱۳+۲۱۶،
کتاب المغازی: ۱/۱۳+۱۵

لوٹ پاٹ کی، مگر اپنے پرانے دشمنوں کو دیکھ کر اُن کے زخم ہرے ہو گئے، اُن سے برداشت نہ ہو سکا اور اُنھوں نے اپنا پرانا قرض چکا ڈالا۔

اِس اِتفاقی حادثے نے پورے قریش کو باؤلا کر دیا۔ اَب وہ انتقام کی آگ میں جھلس رہے تھے۔

مسلمانوں کی تیاری

اِدھر یہ حادثہ ہوا اور اُدھر ابوسفیان تیس، چالیس لوگوں کا قافلہ لے کر، تجارتی سامانوں اور مالوں سے لَدے ہوئے ایک ہزار اونٹوں کے ساتھ ''شام'' سے واپس ہوا۔ جب وہ ''حجاز'' کے قریب پہنچا تو حالات کا جائزہ لینے لگا۔ جو سوار بھی اُدھر سے گزرتا اُس سے پوچھ گچھ کرتا، کیونکہ اُسے قافلہ والوں کے تجارتی سامانوں کا ڈر تھا کہ کہیں مسلمانوں کا کوئی دستہ اُس پر چھاپا نہ مار دے۔ اُسے ڈر تو تھا ہی، کسی نے یہ خبر بھی اُڑا دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو لے کر تم پر اور تمھارے قافلے پر چھاپا مارنے آ رہے ہیں۔

یہ خبر سن کر وہ سہم گیا۔ اُس نے کرائے کے ایک آدمی ''ضَمْضَم بن عَمْرُ وْ غِفاری'' کو مکے بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ جا کر قریش کو بتا دو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو لے کر قافلے کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے آ رہے ہیں، لھٰذا وہ اپنا تجارتی مال بچانے کے لئے اُن کی مدد کرنے آئیں، چنانچہ یہ حکم لے کر ضَمْضَم بن عَمْرُ وْ تیزی سے مکے آیا۔ [۳۵]

ہتھیار کی خریداری

اُس وقت ابوجہل کعبے میں تھا اور عباس اپنا ایک معاملہ نبٹانے اُس کے پاس

---

[۳۵] سیرۃ ابن ھشام ۲/۲۱۸ - ۲۱۹
سیرۃ ابن کثیر: ۲/۳۸۰ - ۳۸۱
تاریخ الطبری: ۲/۴۲۷ - ۴۲۸
سبل الہدیٰ: ۴/۱۹
کتاب المغازی: ۱/۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۸
الطبقات الکبریٰ: ۱/۸

آ رہے تھے کہ اچانک ضَمْضَم بن عَمرُ وْ کی چیخ سنائی پڑی۔ وہ دور وادی سے اپنے اونٹ پر کھڑا ہوکر چلاّ رہا تھا۔ اِس خبر کو بھڑکاؤ بنانے کے لئے اُس نے اپنے اونٹ کی ناک کاٹ دی، زِین اُلٹ دی اور اپنی قمیص پھاڑ دی۔ وہ کہہ رہا تھا: قریش کی جماعتو! تجارتی قافلے کو بچاؤ، تجارتی قافلے کو بچاؤ، تمھارا جو مال ابوسفیان کے ساتھ ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُس پر چھاپا مارنے آرہا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اُسے حاصل کروگے۔ مدد! مدد!

اِس خبر کو سن کر لوگ تیزی سے نکلنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ لوگوں نے اپنے ہتھیار نکال لئے۔ جن کے پاس ہتھیار نہیں تھے، وہ نئے ہتھیار خرید لائے اور جو خرید نہ سکے اُنھیں دوسروں نے ہتھیار تھما دیئے۔ وہ سب کہہ رہے تھے: کیا محمد اور اُن کے ساتھی اِس گمان میں ہیں کہ اِس قافلے کا حشر بھی حضرمی کے قافلے کی طرح ہوگا؟! ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اِس بار اُنھیں ضرور دوسرا تجربہ ہوگا۔

چنانچہ قریش کے سارے ہی لوگ جنگ کے لئے نکل پڑے۔ جو نہیں جا سکا، اُس نے اپنی جگہ دوسرے کو بھیجا۔ ابولہب کے سوا قریش کا ایک بھی معزز آدمی پیچھے نہ ہٹا۔ اُس نے اپنی جگہ عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو بھیج دیا تھا۔[۳۶] ☆

مسلمانوں کی میٹنگ

ایک طرف ''شام'' سے تجارتی قافلہ چلا آرہا تھا تو دوسری طرف ''مکے'' سے قریش کا لشکر ٹوٹا پڑتا تھا۔ نوسو پچاس (950) لوگوں کا یہ لشکر ہتھیاروں سے لَیس تھا

---

[۳۶] السیرۃ النبویۃ، ھ: ۲/۲۲۱-۲۲۲

تاریخ الامم والملوک: ۲/۴۳۰

کتاب المغازی: ۱/۳۱-۳۲

☆ عاصی بن ہشام پر ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے جس کی وجہ سے ابولہب نے اُسے دھتکارا تھا تو اُس نے پیسے کی مجبوری ظاہر کردی تھی تو ابولہب نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے اُسے کرائے پر بھیج دیا تھا، چنانچہ ابولہب کی طرف سے وہ جنگ کے لئے گیا اور ابولہب رہ گیا۔

جس میں ایک سو(100) گھڑ سوار بھی شامل تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات کا علم ہوا تو آپ نے انصار اور مہاجرین کی ایک میٹنگ بلائی۔ آپ نے اُس میٹنگ میں ساری پوزیشن اُن کے سامنے رکھ دی اور اُنھیں صاف صاف بتا دیا کہ یہ دو گروہ ہیں: ''ایک تجارتی قافلہ'' اور دوسرا ''قریش کا لشکر''۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ اِن میں سے کوئی ایک تمھارے ہتّھے چڑھے گا اور تمھیں اُن پر کامیابی ملے گی۔ لھٰذا بتایا جائے کہ آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ ہمیں کس طرف رُخ کرنا چاہیئے؟

مسلمانوں کی ایک جماعت جنگ کے نام سے گھبرا اُٹھی۔ وہ چاہتی تھی کہ کانٹوں بھری اِس راہ کو چھوڑ کر تجارتی قافلے کو نشانہ بنایا جائے۔ چنانچہ جب کچھ لوگوں نے جنگ کے نام پر ناگواری ظاہر کی تو آپ نے پھر سیدھے سیدھے پوچھا: قریش سے جنگ کرنے کے سلسلے میں تمھاری کیا رائے ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں سے ظاہر ہو گیا کہ آپ قریش کے لشکر سے ٹکرا جانا چاہتے ہیں۔

جو لوگ جنگ پر ناگواری دکھلا رہے تھے، اُن کا ماننا تھا کہ ہم مٹھی بھر جماعت اِس بے سروسامانی کے عالم میں، قریش کے اتنے بڑے لشکر سے کیسے ٹکرا جائیں جو ہتھیاروں سے لَیس اور زرہ میں ڈوبا ہوا ہے۔ یہ تو جیسے موت کے منہ میں ہاتھ ڈالنا ہے۔

یہ لوگ تجارتی قافلے پر اِس لئے بھی حملہ کرنا چاہتے تھے کہ مالِ غنیمت ہاتھ آئے گا، مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ وہ اپنی باتوں سے حق قائم کر دے اور کافروں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔[۳۷]

ابھی یہ لوگ انکار ہی کر رہے تھے کہ حضرت مِقْداد بن عَمْرؓ و اُٹھ کھڑے ہوئے اور بولنے لگے: یا رسول اللہ! اللہ کا جو حکم ہے آپ اُسے کر گزریے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

---

[۳۷] الانفال: ۵، ۶، ۷، تفسیر الطبری: ۶/۱۸۴، ۱۸۵، سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۷۹

اللہ کی قسم! ہم آپ سے ویسی بات نہیں کہیں گے جیسی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہی تھی کہ آپ اور آپ کا رب جا کر جنگ لڑے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب جنگ لڑے ، بے شک ہم بھی آپ دونوں کے ساتھ جنگ لڑنے والے ہوں گے۔ اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ ہمیں حبشہ کے شہر ''بَرَکُ الغماد'' تک لے چلیں تو ہم آپ کے ساتھ ساتھ اِس راہ میں روڑہ ڈالنے والوں کو تلوار سے ماریں گے تاکہ آپ وہاں تک پہنچ جائیں۔

اِس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں سراہا اور اُن کے لئے دعائے خیر کی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مشورہ مانگا۔ اُس وقت وہ سب سے بڑی تعداد میں تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے ''عَقَبَہ'' میں آپ سے بیعت کرتے وقت کہا تھا: ''یارسول اللہ! جب تک آپ ہمارے شہر میں آ کر بس نہیں جاتے، ہم آپ کی ذمہ داری نہیں لیتے۔ جب آپ ہمارے یہاں آ جائیں گے تو آپ ہماری حفاظت میں ہوں گے ہم آپ کو اُن چیزوں سے بچائیں گے جن چیزوں سے ہم اپنے بال بچوں کو بچاتے ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہو رہا تھا کہ انصار بس اتنی ذمہ داری لے رہے ہیں کہ مدینے میں آپ کا کوئی دشمن اچانک ٹوٹ پڑے تو اس پر آپ کی مدد کریں گے، مگر اُن کی یہ ذمہ داری نہیں کہ اُنھیں بچانے کے لئے اپنے شہر سے باہر دشمن سے لڑنے جائیں۔ اِسی اندیشے کی بنیاد پر آپ نے اُن کی رائے جاننی چاہی تو حضرت سعد بن مُعاذ بولے: اللہ کی قسم! شاید آپ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں یارسول اللہ!؟

آپ نے فرمایا: ہاں۔

اُنھوں نے کہا: ہم نے آپ کو مانا اور آپ کو سچا جانا اور گواہی دی کہ آپ کی لائی ہوئی ہر بات حق ہے اور اُس پر ہم نے آپ سے خوب خوب وعدے کئے کہ سنیں گے اور مانیں گے۔ لھٰذا یارسول اللہ! آپ کا جو جی چاہے کر گزریے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اُس

ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ ہمیں سمندر کے کنارے لے چلیں، پھر آپ اُس میں کود پڑیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ کود پڑیں گے۔ ہم میں سے کوئی ایک آدمی بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ ہمیں ناگوار نہیں گزرے گا کہ کل ہمیں آپ ہمارے دشمنوں سے لڑا دیں۔ بے شک ہم لوگ جنگ کے معاملے میں کنکریلی زمین کی طرح ہیں اور لڑنے میں سیدھے ٹھوس نیزے کی طرح۔ امید ہے کہ اللہ ہماری جانب سے آپ کو ایسا کچھ دکھائے جس سے آپ کی آنکھ ٹھنڈی ہو، لھذا آپ ہمیں اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ لے چلیں۔

حضرت سعد کی باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آپ کا حوصلہ بڑھا۔ آپ نے فرمایا: چل چلو! تم سب کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک (کافر) کی شکست کا مجھ سے وعدہ کرلیا ہے۔ اللہ کی قسم! اب گویا میں قریش کے پچھاڑ کھانے کی جگہیں دیکھ رہا ہوں۔[۳۸]

اِن جوشیلی تقریروں کو سن کر مسلمانوں کا حوصلہ بڑھا اور وہ قریش کے لشکر سے ٹکرانے کے لئے تیار ہوگئے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین سو تیرہ (313) مسلمانوں کو لے کر آگے بڑھے۔ اُس دن مسلمانوں کے پاس ستّر اونٹ تھے، ایک اونٹ پر دو دو، تین تین یا چار چار لوگ سوار ہوتے تھے، گھوڑے صرف دو تھے۔ ایک حضرت مِقْداد بن عَمْرُوؓ کے پاس اور ایک حضرت زُبیر یا حضرت مَرثَد کے پاس۔

---

[۳۸] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۲۵-۲۲۶،
تاریخ الطبری: ۲/۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵،
سیرۃ ابن کثیر: ۲/۳۹۵،
کتاب المغازی: ۱/۴۸-۵۰،
مسند الامام احمد: ۴/۸۹-۱۵۳ (۱۲۸۸۳، ۱۳۲۹۲)
بخاری: کتاب المغازی/ باب قصۃ غزوۃ بدر (۳۹۵۲)
مسلم: کتاب الجہاد/ باب غزوۃ بدر (۱۷۷۹)

یہ ۸ رمضان ۲ھ / ۵ مارچ ۶۲۴ء بروز منگل کا واقعہ ہے۔[۳۹]

مسلمانوں کی مٹھی بھر یہ فوج جب مقامِ صفراء پر پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بَسبَس اور عَدِی نام کے دو جاسوسوں کو ''بدر'' کی جانب بھیجا تا کہ وہ حالات کا جائزہ لے کر رپورٹ پیش کریں۔

چنانچہ بَسبَس اور مَعدِی جاسوسی کرتے ہوئے ''بدر'' تک بڑھ آئے۔ یہاں پہنچ کر کنویں کے قریب ایک ٹیلے کے پاس دونوں ٹھہرے، پھر پانی بھرنے کے لئے اپنی چھوٹی پرانی مشک لے کر چل پڑے۔ پانی بھرنے کے لئے کنویں کے پاس دو لڑکیاں بھی موجود تھیں۔ اُن میں سے ایک، اپنی سہیلی سے کہہ رہی تھی کہ: کل یا پرسوں قریش کا تجارتی قافلہ یہاں پہنچ رہا ہے۔ میں اُن کے لئے مزدوری پر کام کروں گی اور تمھارا قرض چکا دوں گی۔ مَجدی نام کے ایک شخص نے بھی لڑکی کی تائید کی جو وہاں کنویں کا نگراں تھا کہ تم سچ کہتی ہو (قافلہ ایک دو روز میں آنے والا ہے۔)

دونوں جاسوس اُس لڑکی کی بات سن رہے تھے، پھر دونوں اونٹ پر سوار ہو کر وہاں سے چل پڑے اور آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے حالات بتا دیئے۔

ادھر ابوسفیان ڈر کے مارے قافلہ پیچھے چھوڑ کر خود آگے بڑھا اور کنویں کے پاس پہنچ کر مَجدی سے پوچھا: کیا تم نے کسی آدمی کو اِدھر آتے جاتے دیکھا ہے؟

اُس نے جواب دیا: میں نے کسی غلط آدمی کو تو نہیں دیکھا، البتہ دو سوار اِدھر آئے تھے اور اِس ٹیلے کے پاس ٹھہرے تھے، پھر اپنی مَشک میں پانی بھر کر لوٹ گئے۔

یہ سن کر ابوسفیان اُن کے پڑاؤ کے پاس آیا، اونٹوں کی کچھ مینگنیاں اٹھا کر الگ الگ کر کے دیکھنے لگا تو اچانک اُسے اُن میں گٹھلیاں نظر آئیں۔ گٹھلیاں دیکھ کر وہ بول پڑا:

---

[۳۹] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۲۴–۲۲۵،
تاریخ الطبری: ۲/۴۳۱،
کتاب المغازی: ۱/۲۱–۲۳–۲۴–۲۷،
دلائل النبوۃ: ۳/۳۸–۳۹–۱۰۵

اللہ کی قسم! یہ یثرب کے صرف چارہ کھانے والے (اونٹ) ہیں۔ چنانچہ وہ تیزی سے اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آیا۔ (کیونکہ اُسے اندازہ ہوگیا تھا کہ مدینے کے مسلمان یہیں کہیں ہیں۔) تب اُس نے بدر کی طرف جانے والا راستہ چھوڑ کر، داہنی طرف جانے والے ساحل کے راستے پر اپنے قافلے کو ڈال دیا اور تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ اُس وقت قریش ''جُحْفَہ'' تک آچکے تھے۔[۴۰]

ابوسفیان کی رائے

جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اُس نے اپنے قافلے کو بچالیا ہے تو قَیس بن اِمرَ ؤُالقَیس کے ذریعے قریش کے پاس خبر بھیجی کہ: آپ حضرات اپنے قافلے کو، اپنے مردوں کو اور اپنے مال کو بچانے نکلے تھے تو اللہ نے سب کچھ بچادیا، لھٰذا لوٹ چلو۔

اُس پر ابوجہل بولا: جب تک ہم بدر کے میدان میں اُتر نہیں لیں گے، واپس نہیں جائیں گے۔ ہم وہاں تین دن ٹھہریں گے۔ اونٹنیاں ذبح کریں، کھانا کھائیں گے، شراب پلائیں گے اور چھوکریاں ہمیں گانے سنائیں گی ......اور عرب والے ہمارے اِس سفر کے بارے میں اور ہمارے اِس طرح اکٹھا ہونے کے بارے میں سنیں گے تو اُس کے بعد ہمیشہ ہم سے سہمے رہیں گے، لھٰذا آگے بڑھو!

اَخْنَس بن شریق کی علیٰحِدگی

اَخْنَس بن شَرِیق ثَقَفی جو بنوزُہرہ کا اتّحادی تھا۔ اُس نے بنوزہرہ والوں سے کہا: اللہ نے تمھارے مال کو بچادیا اور تمھارے ساتھی مَخْرمہ بن نَوفَل کو آزاد بھی کرادیا ہے، تم لوگ اِسی لئے نکلے تھے کہ اُسے اور اپنے مال کو بچالو، لھٰذا بزدلی کا الزام میرے سر ڈال کر نکل چلو، کیونکہ بے فائدہ کام کے لئے نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ جو (ابوجہل) کہہ رہا ہے

---

[۴۰] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰،
تاریخ الطبری: ۲/۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸،
کتاب المغازی: ۱/۴۰-۴۱،

اُس کی مت سنو، چنانچہ سب لوٹ چلے۔ نہ کوئی زُہری جنگ بدر میں شریک ہوا اور نہ کوئی ثقفی۔ ابوطالب کے بیٹے طالب بھی اُن کے ساتھ واپس آ گئے۔[۴۱] لیکن ابوجہل پر خون سوار تھا۔ وہ اپنی فوج لے کر بڑھتا ہی گیا اور بدر کے میدان میں آ کر ہی دَم لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسلمانوں کا لشکر لے کر بدر تک آ چکے تھے۔ حکیم بن حِزام (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔) بھی جنگ کے خلاف تھے۔ وہ قریش کے ایک سردار عُتبہ بن ربیعہ کے پاس اِس سلسلے میں سفارش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ، لوگوں کو یہاں سے لے چلئے اور اپنے اتّحادی عمرو بن حضرمی کی ساری ذمہ داری اپنے سر لے لیجے۔ عتبہ تیار ہو گیا اور بولا: حضرمی کے خوں بہا کی اور اُس کے لوٹے ہوئے مال کی ذمہ داری میرے سر ہو گی اور حکیم بن حِزام کو کہا کہ تم جا کر حَنظَلِیّہ کے بیٹے (ابوجہل) کو سمجھاؤ، کیونکہ صرف اُسی سے خطرہ ہے کہ وہ اِس معاملے میں مخالفت کرے گا۔

پھر عُتبہ خود بھی تقریر کے لئے کھڑا ہوا۔ اُس نے سمجھایا کہ اگر تم لوگ جنگ کرو گے تو اپنے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی اور اپنے خاندان کے کسی آدمی کا ہی خون بہاؤ گے۔ لٰھذا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔

اِدھر حکیم بن حِزام نے جب ابوجہل کو عُتبہ کی بات سنائی تو اُس نے کہا: وہ محمد اور اُس کے ساتھیوں کو دیکھ کر بزدل ہو چکا ہے۔ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! ہم واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ اللہ ہمارا اور محمد کا فیصلہ کر دے۔ عُتبہ کو کیا ہوا جو ایسی بات کہہ رہا ہے۔ ہاں! اُس نے دیکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُس کے ساتھی اونٹنی کے لقمہ برابر ہیں اور اُنہی میں اُس کا بیٹا بھی ہے تو اُسے ڈر ہے کہ کہیں وہ مارا نہ جائے۔

پھر ابوجہل نے مقتول حضرمی کے بھائی عامر بن حضرمی کو کہلا بھیجا کہ یہ (عُتبہ)

---

[۴۱] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۳۰-۲۳۱

تاریخ الطبری: ۲/۴۳۸-۴۳۹

کتاب المغازی: ۱/۴۳-۴۴-۴۵

تفسیر الطبری: ۶/۹:۱۶، ۱۷، ۱۸

تمھارا اتّحادی، لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے اور لوگوں کے سامنے تمھیں رسوا کرنا چاہتا ہے، حالانکہ تم اپنی آنکھ سے اپنے خون کا بدلہ دیکھ چکے ہو، اُس نے تمھارے بھائی کے خون کی ذمہ داری لے لی ہے اور اِس گمان میں ہے کہ تم خوں بہا قبول کرلو گے، کیا تمھیں شرم نہیں کہ خوں بہا قبول کرو گے، جبکہ تم اپنے بھائی کے قاتل سے انتقام لے سکتے ہو، لھٰذا اُٹھ کھڑے ہو اور قریش سے وعدہ پورا کرنے کا مطالبہ کرو اور اپنے بھائی کے خون کا مطالبہ کرو۔

یہ پیغام سن کر عامر بن حضرمی اٹھ کھڑا ہوا، اُس نے اپنا سر کھول لیا اور سر پر مٹی ڈال کر چیخنے لگا: وَاعَمْرَاهُ وَاعَمرَاهُ...... ہائے عَمْرو، ہائے عَمْرو۔

حضرمی کی چیخ سن کر جنگ کی آگ گرم ہوگئی۔ لوگوں کا معاملہ خراب ہوگیا۔ جس جنگ کی تیار کرکے وہ آئے تھے، اُس پر سب اکٹھا ہوگئے اور عُتبہ نے جو رائے دی تھی اُسے سب نے ٹھکرادیا۔ عُتبہ بزدلی کا طعنہ نہ سہہ سکا اور وہ بھی جنگ کی آگ میں کود پڑا۔ اِس طرح مسلمانوں کو ''بدر'' کے میدان میں کافروں سے لڑنا پڑا۔

یہ ۱۷/رمضان ۲ھ / ۱۴/مارچ ۶۲۴ء بروز جمعہ کا واقعہ ہے۔[۴۲]

✠✠

---

[۴۲] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۳۲-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶،
تاریخ الطبری: ۲/۴۳۹-۴۴۲-۴۴۴،
کتاب المغازی: ۱/۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵،
مروج الذہب: ۲/۲۹۰،
مصنّف عبدالرزّاق: کتاب المغازی/وقعۃ بدر (حدیث: ۹۷۸۸)
دلائل النبوۃ: ۳/۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸

جنگِ اُحُد کے اسباب

شوال ۳ھ/مارچ ۶۲۵ء

جنگِ بدر میں جب قریش کے کافر مارے گئے اور اُن کے لٹے پٹے لوگ مکے واپس ہوئے تو ابوسفیان بھی اپنا تجارتی قافلہ لے کر ''دارُالنَّدْوَہ'' کے پاس پہنچا تو قریش کے معزز لوگوں میں سے: عبداللہ بن ابورَبیعہ، عِکْرَمہ بن ابوجہل، صَفوان بن اُمَیّہ، اَسوَد بن مُطَّلِب بن اَسَد، جُبَیر بن مُطْعِم، حارِث بن ہِشام، عبداللہ بن ابوربیعہ، حُوَیطِب بن عبدالعزّیٰ اور حُجَیر بن ابواِہاب...... ابوسفیان کے پاس آئے جن کے باپ، بیٹے اور بھائی جنگِ بدر میں مارے گئے تھے۔ اُنھوں نے ابوسفیان سے اور اُن تمام لوگوں سے بات چیت کی جن کی پونجی تجارتی قافلے میں لگی تھی۔ اُنھوں نے کہا کہ اے قریش کے لوگو! بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمھیں ستایا اور تمھارے اچھوں کو مار ڈالا، لھٰذا تم لوگ اپنی پونجی لے لو اور منافع چھوڑ دو، کیونکہ اُس کے ذریعے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کریں گے، لھٰذا اس میں تم لوگ ہماری مدد کرو، شاید ہم اپنے مقتولوں کا انتقام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے سکیں۔

ابوسفیان نے پوچھا: کیا قریش کے لوگ اِس سے راضی ہیں؟

اُنھوں نے جواب دیا: ہاں۔

ابوسفیان نے کہا: اگر ایسی بات ہے تو میں سب سے پہلے اِس کے لئے تیار ہوں اور بنوعبدمَناف بھی میرے ساتھ ہوں گے، کیونکہ میرا بیٹا حَنظَلہ اور میری قوم کے معزز لوگ بھی ''بدر'' میں مارے گئے ہیں۔ میں اللہ کی قسم! اُن مقتولوں کا وارث ہوں جو تنہا انتقام نہیں لے سکتے، میں انتقام کے جوش سے بھرا ہوا ہوں۔

چنانچہ قریش کے سارے لوگ جنگ کے لئے اکٹھا ہونے لگے۔ کنانہ اور تہامہ قبیلوں کے کچھ لوگ بھی ساتھ ہو گئے اور عرب میں آباد، غیر عربی لوگ بھی، مل گئے۔

اِس طرح تین ہزار(3000) کا یہ لشکر پوری تیاری کے ساتھ، ہتھیار سے لَیس ہو کر نکلا۔ لشکر میں دوسو(200) گھوڑے، تین ہزار(3000) اونٹ اور سات سو(700) زِرہیں تھیں۔

اِس بار قریش کے کچھ معزز لوگ اپنی اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لے آئے تھے، تاکہ وہ لشکر کی نگہبانی کریں اور اُن کے پاؤں نہ اُکھڑنے پائیں۔ عورتیں گیت گا گا کر مردوں کو جوش دلاتی رہیں، بدر کے مقتولوں کی یاد تازہ کراتی رہیں اور اُن کا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ یہ ۱۵ عورتیں تھیں۔[۴۳]

حضرت عبّاس کا خفیہ خط

حضرت عبّاس بن عبدالمُطّلِب نے بنو غِفار کے کرائے کے ایک آدمی کو خط دے کر بھیجا کہ اِسے تین دن کے اندر اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جا کر دے دینا اور بتا دینا کہ قریش آپ پر حملہ کرنے کے لئے اکٹھا ہو چکے ہیں۔ لٰھذا آپ کو جو کرنا ہو کر لیجے۔ وہ آپ کی طرف نکلنے کی تیاری میں ہیں۔ وہ تین ہزار(3000) کی تعداد میں ہیں۔ اُن کے پاس دوسو(200) گھوڑے، سات سو(700) زِرہیں اور تین ہزار(3000) اونٹ ہیں اور ہتھیار سے لَیس ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس خط کو راز میں رکھنا چاہا، مگر حضرت سَعد بن رَبیع سے بات چیت کے دوران اُن کی بیوی نے سن لیا اور پھر اُن کے ذریعے مدینے میں خبر پھیل گئی کہ قریش حملہ کرنے آ رہے ہیں۔[۴۴]

---

[۴۳] سیرۃ ابن ھشام: ۳/۶۸-۶۹-۷۰،
کتاب المغازی: ۱/۱۹۹-۲۲۰-۲۰۲-۲۰۳،
الطبقات الکبریٰ: ۲/۲۸
تاریخ الطبری: ۲/۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲
[۴۴] کتاب المغازی: ۱/۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵

لشکر مدینے کی طرف

چنانچہ قریش ۲۴ رمضان ۳ھ/۱۰ مارچ ۶۲۵ء بروز اتوار مکے سے نکلے اور ۵ شوال ۳ھ/۲۱ مارچ ۶۲۵ء بروز جمعرات، صبح کے وقت ذُوالحُلَیفہ پہنچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو جاسوسوں (حضرت فَضالہ کے دونوں صاحبزادے: اَنَس اور مُونِس) کو جمعرات کی رات میں بھیجا۔ اُن دونوں نے قریش کے لشکر کا جائزہ لیا اور جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رپورٹ دی۔

قریش نے جب اُس جگہ پڑاؤ ڈال لیا اور اپنی سواریاں کھول کر مطمئن ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پھر حُباب بن مُنذِر بن جَمُوح کو جائزہ لینے کے لئے چپکے سے بھیجا اور تنبیہ کر دی کہ مجھے تنہائی میں رپورٹ دینا! چنانچہ وہ رپورٹ لے کر آپ سے تنہائی میں ملے۔ آپ نے پوچھا: کیا خبر ہے؟

اُنھوں نے بتایا کہ: یارسول اللہ! میرا اندازہ ہے کہ وہ لوگ لگ بھگ تین ہزار (3000) کی تعداد میں ہوں گے۔ دوسو (200) گھوڑے ہیں اور جتنی زِرہیں سامنے تھیں، وہ سات سو (700) ہوں گی۔

آپ نے پوچھا: (ہَودہ میں بیٹھنے والی) عورتیں بھی نظر آئیں؟

اُنھوں نے کہا: ہاں! میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ساتھ دف اور ڈھول لئے ہوئی ہیں۔

آپ نے کہا: اُن عورتوں کا مقصد یہ ہے کہ وہ قریش کے لشکر کو جوش دلائیں اور اُنھیں بدر کے مقتولوں کی یاد تازہ کرائیں۔ مجھے ایسی ہی خبر مل چکی ہے۔ تم اُن کے بارے میں ایک حرف بھی کسی اَور کو نہ بتانا۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا بھروسہ مند ہے۔

یہ جمعہ کے دن کی بات ہے۔ جب رات آئی تو اَوس اور خَزرج کے کچھ لوگ (جن میں سعد بن مُعاذ، اُسید بن حُضیر اور سعد بن عُبادہ بھی شامل تھے۔) ہتھیار بند ہو کر آئے اور مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس رات گزاری، اِس ڈر سے کہ کہیں

قریش کا وہ لشکر شب خون نہ مار دے۔ اُس رات صبح تک پورے مدینے کی رکھوالی کی گئی۔[۴۵]

جنگ کے سلسلے میں بات چیت

پہرے والی رات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا۔ اُس خواب کی تعبیر دیکھتے ہوئے آپ کی رائے تھی کہ مدینے ہی میں رہ کر لڑا جائے۔ اِس سلسلے میں آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا تو عبداللہ بن اُبی (منافقوں کا سردار) کھڑا ہو کر بولنے لگا:

یارسول اللہ! ہم لوگ دورِ جاہلیت میں مدینے میں رہ کر ہی جنگ کرتے تھے۔ عورتوں اور بچوں کو اِن قلعوں میں پتھر دے کر بٹھا دیتے۔ ہم گلیوں میں تلوار چلاتے اور عورتیں اور بچے قلعوں سے اُن پر پتھر برساتے۔ جب بھی ہم دشمن سے لڑنے کے لئے مدینے سے باہر نکلے تو ہم نے نقصان اُٹھایا اور دشمن جب بھی ہم سے لڑنے کے لئے گھُسا چلا آیا، نقصان اُٹھا کر گیا۔ لھٰذا یارسول اللہ! اُنھیں آنے دیجے۔ اگر وہ لوگ آکر یہاں ٹھہریں گے تو بری جگہ ٹھہریں گے اور اگر لوٹیں گے تو رُسوا ہو کر، ہار کر لوٹیں گے۔ یارسول اللہ! اِس سلسلے میں میری بات مانیں اور جان لیں کہ میں نے یہ رائے اپنی قوم کے بڑے بوڑھوں سے حاصل کی ہے جو جنگجو اور تجربہ کار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی وہی تھی جو عبداللہ بن اُبی کی تھی اور مہاجرین وانصار میں سے بزرگ صحابہ کی بھی یہی رائے تھی۔ چنانچہ آپ نے کہا: مدینے میں ٹھہرے رہو اور عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دو۔ لیکن کچھ نوجوان جو بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ اُنھیں شہادت کا شوق تڑپا رہا تھا، وہ کہہ رہے تھے کہ یارسول اللہ! ہمیں لے کر مدینے سے باہر چلیئے، ہم دشمنوں سے لڑیں گے۔ کچھ بزرگ صحابہ (حمزہ بن عبدالمطلب، سعد بن عُبادہ، نعمان بن مالک بن ثَعلَبہ وغیرہ) بھی یہی بات کہہ رہے تھے کہ

---

[۴۵] کتاب المغازی: ۱/۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸،

الطبقات الکبریٰ: ۲/۲۸-۲۹

یارسول اللہ! ہمیں اندیشہ ہے کہ ہمارا دشمن سمجھے گا کہ ہم بزدلی کی وجہ سے اُن سے لڑنے باہر نہیں نکل رہے ہیں۔ اِس طرح تو وہ ہم پر اور جرأت دکھلائیں گے۔ جنگ بدر میں آپ کے ساتھ تو بہت کم لوگ تھے پھر بھی اللہ نے آپ کو فتح دی اور آج تو ہم بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ اِس دن کی تو ہم آرزو رکھتے تھے اور اللہ سے دعا کرتے تھے۔ آج اللہ نے ہمیں وہ دن دکھا دیا۔

چنانچہ جو لوگ باہر نکل کر جنگ کرنا چاہتے تھے، وہ برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔

بعد میں اُن لوگوں کو اپنے کہے پر پچھتاوا ہوا۔ سعد بن مُعاذ اور اُسید بن حُضیر نے اُن سے کہا: تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کیا کہہ دیا۔ مدینے سے باہر نکلنے پر تم لوگوں نے اُن پر دباؤ ڈالا، حالانکہ معاملے کا حل اُن کے پاس آسمان سے اُترتا ہے۔ لھٰذا اِس معاملے کو اُن پر چھوڑ دو۔ جو وہ کہیں کرو اور جو اُن کی خوشی اور رائے ہو، اُسے مان لو۔

ابھی لوگوں میں بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ (مدینے سے باہر نکلا جائے یا مدینے ہی میں رہا جائے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زِرہ پہنے ہوئے گھر کے اندر سے تشریف لائے تو اُن لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگوں نے آپ پر دباؤ ڈالا، حالانکہ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو آپ مدینے سے باہر نہ نکلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبی کو زیب نہیں دیتا کہ جب وہ زِرہ پہن لے تو بغیر جنگ لڑے زِرہ اُتار دے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزار (1000) صحابہ کو لے کر مدینے سے باہر نکل پڑے۔

یہ ٦ شوال ٣ھ/ ٢٢ مارچ ٦٢٥ء، جمعہ کا دن تھا۔ [٤٦]

---

[٤٦] کتاب المغازی: ١/٢٠٩-٢١٠-٢١١-٢١٣-٢١٤،
سیرۃ ابن ھشام: ٣/٧-١٧،
الطبقات الکبریٰ: ٢/٢٩،
تاریخ الطبری: ٢/٥٠٢-٥٠٣-٥٠٤

اُحُد کی جانب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمانوں کا لشکر لے کر اُحُد کی جانب بڑھے۔ جب آپ مدینہ اور اُحُد کے درمیان مقام ''شَوط'' ☆ میں پہنچے تو عبداللہ بن اُبی (منافقوں کا سردار) اپنے تین سو (300) ساتھیوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہو۔ وہ کہہ رہا تھا: اُنھوں نے ناتجربہ کار لڑکوں کی بات مان لی اور میرا کہا نہ مانا۔ لوگو! ہم نہیں جانتے کہ ہم یہاں کیوں اپنے آپ کو قتل کریں۔

جب وہ سب نافرمانی کرتے ہوئے، آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تو آپ نے فرمایا: اللہ کے دشمنو! اللہ تمھیں دُھتکارے۔ عنقریب اللہ اپنے نبی کو تم لوگوں سے بے نیاز کر دے گا۔

اَب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سو (700) صحابہ رہ گئے تھے۔

انصار نے اُس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: یارسول اللہ! کیوں نہ ہم اپنے اتّحادی ''یہود'' سے مدد لیں؟

آپ نے فرمایا: ہمیں اُن کی کوئی ضرورت نہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھے اور اُحُد کی گھاٹی میں پہاڑ کی سمت اترے۔ یہ وادی کی بلند جگہ تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر اور اپنی سواریوں کو اُحُد پہاڑ کے قریب کھڑا کیا اور کہا: جب تک ہم لڑنے کی اجازت نہ دیں، تم میں سے کوئی ہرگز لڑنے میں پہل نہ کرے۔

آپ نے پہاڑ کے اوپر پچاس (50) تیر اَندازوں کو مقرر کر دیا اور حضرت عبداللہ بن جُبیر کو اُن کا سربراہ بناتے ہوئے کہا: پہاڑ کے پیچھے سے جو گُھڑسوار ہم پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھنا چاہیں، اُنھیں تیر مار مار کر پیچھے کر دینا۔ چاہے ہم جیتیں یا ہاریں تم یہیں رُکے رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے پیچھے سے ہم پر حملہ کر دیا جائے۔

☆ ابن اسحٰق کی روایت میں مقام ''شَوط'' کا ذکر ہے اور واقدی کی روایت میں ''شَیخَین'' کا۔

آخر کار دونوں طرف کا لشکر اُحُد کے میدان میں اُترا۔ مسلمانوں کا لشکر اُحُد پہاڑ کی طرف پیٹھ کر کے، مدینے کے رُخ پر کھڑا ہوا اور مشرکوں کا لشکر مدینے کی طرف پیٹھ کر کے اُحُد پہاڑ کے رُخ پر کھڑا ہوا۔

دونوں طرف کے لشکروں کی جب صفیں درست ہوگئیں تو جنگ شروع ہوئی۔ مشرکین تین ہزار (3000) کی تعداد میں تھے اور مسلمان سات سو (700)۔ قریش کے پاس سات سو (700) زِرہ پوش تھے اور مسلمانوں کے پاس دوسو (200)۔ قریش کے پاس دوسو (200) گھوڑے تھے اور مسلمانوں کے پاس صرف دو (2) گھوڑے۔

یہ ۷/شوال ۳ھ / ۲۳/ مارچ ۶۲۵ء بروز سنیچر کا واقعہ ہے۔[۴۷]

جنگِ اُحُد کے اسباب کی تفصیل پڑھ لینے کے بعد ہر شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ یہ جنگ قریش کے کافروں کی انتقامی جنگ تھی۔ وہ "بدر" کی شکست کا بدلہ لینے اور اپنے جانی و مالی نقصان کی بھرپائی کے لئے مدینے کے مسلمانوں پر حملہ کرنے اٹھے تھے۔ ناچار پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دفاع کے لئے اور مدینے کی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے مدینے سے نکلنا پڑا اور اُحُد کے میدان میں اُتر کر دشمنوں سے لڑنا پڑا۔

✠✠

---

[۴۷] سیرۃ ابن ھشام::۳/۲/۷۔۳۷۔۴۷،
کتاب المغازی:۱/۲۱۹۔۲۲۰،
الطبقات الکبریٰ:۲/۳۰،
تاریخ الطبری:۲/۵۰۴۔۵۰۷،

جنگِ خندق کے اسباب

شوال ۵ھ / مارچ ۶۲۷ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے جب مدینے تشریف لے گئے تو وہاں کئی ایک یہودی قبیلے بھی آباد تھے۔ سیاسی اعتبار سے آپ نے اُن کے ساتھ ''معاہدہ'' قائم کرلیا تھا۔ اُسی معاہدے کا ایک اہم حصہ یہ تھا:

- مسلمان اور یہود اپنے اپنے دین پر رہتے ہوئے آپس میں مل جل کر رہیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور اُنھیں کسی طرح کا نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے۔
- جنگ کے موقع پر مسلمانوں کے خلاف کبھی قریش کا ساتھ نہ دیں گے، بلکہ مسلمانوں کے ساتھ رہیں گے۔

لیکن یہود اپنے اِس معاہدے پر کبھی قائم نہیں رہ سکے۔ اُنھوں نے ہمیشہ دھوکا دھڑی اور چالبازی سے کام لیا۔ وہ اندر اندر قریش کے کافروں سے ملے رہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی تدبیر کرتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنھیں برابر نظر انداز کرتے رہے، لیکن جب ایک موقع پر ''بنونَضیر'' قبیلے کے یہودیوں نے آپ کے قتل (شہادت) کی سازش رَچی تو آپ نے اُن کے خلاف سخت ایکشن لیا، چنانچہ اُن سے جنگ لڑی گئی اور اُنھیں شہر بدر کر دیا گیا۔ اُس کے بعد ''بنونَضیر'' کے یہود خیبر میں آ کر بس گئے۔

یہ ربیع الاول ۴ھ / اگست ۶۲۵ء کا موقع تھا۔

یہودیوں کی سازش

جب یہودی اپنی دھوکا دھڑی، چالبازی اور غداری کے نتیجے میں شہر بدر کر دیئے گئے تو اُن سے اتنی بڑی ذلت برداشت نہ ہو سکی۔ اُنھیں اُس وقت کا انتظار رہنے لگا، جب

وہ مسلمانوں سے انتقام لے کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر سکیں۔ اُنھوں نے اپنے بے چین مسئلے پر نئے سرے سے سوچنا شروع کیا۔

آخر کار اُنھوں نے ایک چال چلی۔

''بنونَضِیر'' کے دس سے زیادہ یہودی لیڈر اور معزز لوگ مکے میں قریش کے پاس پہنچے اور اُنھیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر اُبھارنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تمھارے ساتھ ہیں، تاکہ اُنھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔

ابوسفیان نے پوچھا: کیا اِسی جذبے سے آپ لوگ آگے بڑھے ہیں اور اِسی نے آپ سب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف اُکسا دیا ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا: ہاں! ہم لوگ آپ کے پاس اِس لئے آئے ہیں کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دشمنی اور جنگ کرنے پر آپ کے اتحادی بن جائیں۔

ابوسفیان نے کہا: خوش آمدید! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی پر جو بھی ہماری مدد کرے گا، وہ ہمارا سب سے زیادہ پسندیدہ شخص ہوگا۔

یہودیوں نے کہا: آیئے اپنے پچاس مردوں کو لے کر ہم سب کعبے کا پردہ پکڑ کر قسم کھائیں کہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رسوا نہ کرے گا۔ جب تک کہ ہم میں کا ایک مرد بھی جیتا رہے گا، اِس آدمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ہم سب کا ایک ہی نعرہ ہوگا۔

چنانچہ اُن سبھوں نے آپس میں اِس پر قسم کھالی اور ایک دوسرے کے ساتھ معاہدہ کرلیا۔

پھر یہودیوں کا وہ گروپ وہاں سے نکلا اور گھوم پھر کر قبیلۂ غطفان کو اور دو چار قبیلوں کو مزید اپنے ساتھ ملا لیا اور اُنھیں بتا دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لئے قریش ہمارے ساتھ ہیں، لھٰذا تم لوگ بھی ہمارا ساتھ دینے کو تیار رہو۔

اِس طرح قریش ابوسفیان کی سپہ سالاری میں دس ہزار کا لشکر لے کر مدینے کی طرف چل پڑا جن میں تین سو (300) گھوڑے اور پندرہ سو (1500)

اونٹ تھے۔[۴۸]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ ابوسفیان بہت بڑا لشکر لے کر مدینے پر چڑھائی کرنے آرہا ہے تو آپ نے صحابہ کو بلایا اور اِس سلسلے میں اُن سے مشورہ کیا۔آپ نے کہا: کیا ہم اُن سے مقابلہ کرنے کے لئے مدینے سے باہر نکلیں یا یہیں رہ کر اُن کا دِفاع کیا جائے؟

اِس موقع پر حضرت سلمان فارسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! مُلکِ فارس میں جب ہم لوگوں کو گھڑسوار دشمنوں کا ڈر ہوتا اور وہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیتے تو ہم اپنے آگے خندق (کھائی) کھود لیا کرتے تو کیا رسول اللہ!! آپ کی اجازت ہے کہ ہم خندق کھودیں؟

سلمان فارسی کی یہ رائے مسلمانوں کو بہت پسند آئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اِس رائے کو لے لیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ فوراً خندق کھودنے میں لگ جائیں۔آپ نے ہر دَس آدمیوں کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کی ذمہ داری سونپ دی۔مسلمان، بنوقُرَیظَہ☆ سے ڈھیر سارے بیلچے، پھاوڑے اور بڑے بڑے ٹوکرے مانگ لائے تھے۔

مسلمان خندق کی کھُدائی میں جُٹ گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے ساتھ کام کررہے تھے تا کہ اُن کا حوصلہ بنا رہے اور کام میں اُکتاہٹ محسوس نہ کریں۔

مسلمان چھ دنوں میں خندق کی کھُدائی سے فارغ ہوئے تو قریش اور اُس کے اتّحادی قبیلوں کا لشکر ''جُرُف'' اور زَغابہ'' کے درمیان واقع ''**مُجتَمَعُ الاَسیَال**'' ☆☆

---

[۴۸] سیرۃ ابن ھشام: ۳/۲۳۷-۲۳۸،
کتاب المغازی: ۲/۴۴۱-۴۴۲-۴۴۴،
تاریخ الطبری: ۲/۵۵۵- ۵۵۶،
الطبقات الکبریٰ: ۲/۵۰-۵۱

☆ مدینے میں آباد یہودیوں کی ایک بستی جو اَب تک مسلمانوں کے ساتھ معاہدے پر قائم تھی۔

☆☆ وہ جگہ جہاں برسات کے موسم میں برساتی نالوں کا پانی آکر اکٹھا ہوتا تھا۔وہ جگہ لمبی چوڑی تھی۔

کے مقام پر اُترا جن کی تعداد چار ہزار (4000) تھی اور قبیلۂ غَطفان اپنے اتّحادیوں کے ساتھ ''اُحُد'' کی جانب ''ذَنَبِ نَقمیٰ '' کے مقام پر اُترا۔ یہ چھ ہزار (6000) کی تعداد میں تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تین ہزار (3000) مسلمانوں کو لے کر نکلے اور مدینے میں واقع ''سَلع'' پہاڑ کے پاس اترے، اِس طرح کہ اُن کی پیٹھ پہاڑ کی جانب تھی، آگے خندق اور خندق کے سامنے قریش کا لشکر۔ مسلمانوں کے لشکر نے یہیں پڑاؤ ڈالا اور عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دیا گیا۔[۴۹]

بنوقُرَیظہ کی بدعہدی

اِس درمیان ابوسفیان نے بنوقُرَیظَہ کے سردار حُیَیّ بن اَخطَب سے کہا کہ جاؤ اپنی قوم بنوقُرَیظَہ سے کہو کہ تمھارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو معاہدہ ہے، اُسے توڑ دو۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں آباد یہودیوں سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ ''وہ مسلمانوں کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور نہ اُن کے خلاف جنگ میں قریش کا ساتھ دیں گے''۔

بنونَضیر نے بدعہدی کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں شہر بدر کر دیا۔ اَب حُیَیّ بن اَخطَب چاہتا تھا کہ بنوقریظہ بھی بدعہدی کر دیں اور قریش کے ساتھ ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کریں۔ چنانچہ ابوسفیان کی مرضی پا کر حُیَیّ بن اَخطَب، بنوقریظَہ کے ذمہ دار کَعب بن اَسَد قُرَظی کے پاس پہنچا جس نے اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا تھا۔

[۴۹] کتاب المغازی: ۲/۴۴۴-۴۴۵،
سیرۃ ابن ھشام: ۳/۲۴۲،
تاریخ الطبری: ۲/۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۷۰،
الطبقات الکبریٰ: ۲/۵۱،

پہلے تو کَعب بن اَسَد نے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ تم تو منحوس آدمی ہو۔ اپنی قوم کو ڈبونے کے بعد اب مجھے اور میری قوم کو ڈبونے آئے ہو، بھاگ جاؤ یہاں سے!

لیکن حُیَیّ بن اَخطَبْ نے اپنی چکنی چُپڑی باتوں سے کَعب بن اَسَد کو بہلایا پھُسلایا تو وہ اُس کے جھانسے میں آ گیا۔ اِس طرح حُیَیّ بن اَخطَب نے کَعب بن اَسَد کو بدعہدی پر آمادہ کر ہی لیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُڑتی ہوئی خبر ملی تو آپ نے ''اَوس'' کے سردار سَعد بن مُعاذ اور خَزرَج کے سردار سَعد بن عُبادہ اور اُسَید بن حُضَیر کو بھیجا☆ کہ جاؤ دیکھو یہ خبر صحیح ہے یا نہیں؟ اگر خبر صحیح ہو تو مجھے آ کر اشارے، کنائے میں بتانا۔ اگر یہ خبر پھیل گئی تو لوگوں کی ہمت ٹوٹ جائے گی اور اگر وہ اپنے معاہدے پر قائم ہوں تو پھر اُس کا لوگوں میں چرچا کر دینا۔

چنانچہ وہ بنوقریظہ کے پاس پہنچے تو دیکھا، واقعی بنوقریظہ نے بدعہدی کر رکھی ہے۔ اُنھوں نے بنوقریظہ سے ''معاہدہ'' برقرار رکھنے کو کہا تو بنوقریظہ بول پڑے: اب جبکہ اُس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارا بازو توڑ دیا اور اُنھیں (بنونَضیر) شہر بدر کر دیا؟

اُنھوں نے بنوقریظہ کے سردار کعب بن اَسَد سے کہا کہ اِس سے پہلے کہ خون خرابہ ہو تم اپنے معاہدے پر قائم رہو اور حُیَیّ بن اَخطَب کی باتوں میں نہ آؤ!

کَعب بن اَسَد نے انکار کرتے ہوئے کہا: ہم حُیَیّ بن اَخطَب کی باتوں کو کبھی رَد نہیں کریں گے۔

بنوقریظہ کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکیں اور بولے کہ کون اللہ کا رسول؟ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں۔

اُن کی گالیاں سن کر سعد بن مُعاذ نے بھی برا بھلا کہا۔ (وہ ذرا تیز مزاج کے آدمی تھے۔) تو بنوقریظہ نے اُنھیں بھی گالی دی۔ سعد بن عُبادہ نے سعد بن معاذ سے کہا: چھوڑو

☆ایک روایت کے مطابق اُن دونوں کے ساتھ عبداللہ بن رَواحہ اور خَوّات بن جُبَیر کو بھیجا۔

یہ گالی گلوج۔ ہمارے اور اُن کے درمیان گالی گلوج سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے، یعنی تلوار۔

بنوقریظہ کی اِس بیہودگی پر اُنھیں غصہ تو آیا، مگر برداشت کر کے رہ گئے اور بغیر کسی جھگڑے کے واپس آئے اور آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارے، کنائے میں بتادیا کہ بنوقریظہ نے معاہدہ توڑ دیا۔

مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ بنوقریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے تو وہ لرز گئے اور بے چین ہو اُٹھے، کیونکہ باہر کے دشمن سے نبٹنے کے لئے اُنھوں نے خندق کھود رکھی تھی، مگر گھر کے اندر جب دشمن پیدا ہو گیا تو وہ زیادہ خطرناک ہوگا۔ اب اُن کی مصیبت بڑھ گئی تھی اور وہ اپنے بال بچوں کے لئے فکر مند ہو گئے تھے۔

اُدھر بنوقریظہ نے راتوں رات ''قلبِ مدینہ'' پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔ اُنھوں نے حُیَیّ بن اَخْطَب کو بھیجا کہ جاؤ قریش اور غَطَفان کے ایک ایک ہزار آدمیوں کو لیتے آؤ، پھر سب مل کر مدینے پر چڑھائی کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو بے چین ہو اُٹھے۔ تب آپ نے سَلَمَہ بن اَسلم کو دوسو (200) آدمیوں کے ساتھ اور زید بن حارثہ کو تین سو (300) آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ مدینے کی پہریداری کریں اور تکبیر بلند کرتے رہیں۔

بنوقریظہ نے دیکھا کہ مدینے کی پہریداری ہو رہی ہے تو اُن کی ہمت نہیں پڑی اور وہ اپنے ارادے سے باز آ گئے۔

جب صبح ہوئی تو وہ جنگ کی صبح تھی۔ [۵۰]

---

[۵۰] کتاب المغازی: ۲/۴۵۴+۴۶۰،

سیرۃ ابن ھشام: ۳/۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵،

تاریخ الامم والملوک: ۲/۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳،

الطبقات الکبریٰ: ۲/۵۱-۵۲،

سیرۃ ابن کثیر: ۳/۲۰۰

اوپر دی گئی تفصیل سے واضح ہے کہ ''جنگِ خندق'' مسلمانوں کی طرف سے نہیں تھی، بلکہ قریش کے کافروں نے مدینے کے مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کے لئے اتنی بڑی پیش قدمی کی تھی۔ دس ہزار (10,00,0) کا لشکر لے کر یکا یک وہ مدینے پر چڑھائی کر کے خون کی ندیاں بہانا چاہتے تھے۔ اِس جنگ میں مسلمانوں کی حیثیت صرف یہ تھی کہ وہ اُس خونخوار لشکر سے خود کو اور اپنے بال بچوں کو بچانا چاہتے تھے۔

یہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دِفاعی جنگ تھی۔ اُنھوں نے اپنے دفاع کے لئے مسلمانوں کو خندق کھودنے کا حکم دیا تھا۔ اِس جنگ میں مسلمانوں کا خندق کھودنے کی پالیسی اختیار کرنا ہی اِس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ لڑنے بھڑنے کے موڈ میں ہرگز نہ تھے۔ وہ صرف کسی طرح اپنی جان و مال اور عزت کو بچالینا چاہتے تھے۔

جب مسلمانوں پر جنگ مسلّط کر دی گئی تو آخر کار اُنھیں جنگی تدبیروں کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

اِس جنگ میں تمام تر ذمہ داری قریش کے کافروں کے سر جاتی ہے، بلکہ بنو قریظہ کے اُن یہودی لیڈروں کے سر، جو مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی فکر میں تھے۔ جب اُنھیں کامیابی نہ ملی اور دھوکا دھڑی کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے معاہدے کو توڑنے کے جرم میں اُنھیں شہر بدر کر دیا گیا تو اُنھوں نے ایک بھیانک چال چلی جو ''جنگِ خندق'' کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ جنگِ خندق اُنہی یہودیوں اور کافروں کی انتقامی جنگ تھی۔

یہ جنگ شوال ۵ھ / مارچ ۶۲۷ء میں ہوئی۔ [☆]

[☆] عروہ بن زُبیر، ابن شہاب زہری اور قتادہ کے مطابق جنگ خندق شوال ۵ھ میں ہوئی۔
[دلائل النبوۃ: ۳۹۴/۳]

ابن اسحاق نے اسی کو نقل کیا اور ابن ہشام نے اسی کو باقی رکھا۔ [سیرۃ ابن هشام: ۲۳۷/۳]
طبری، بیہقی اور ابن الاثیر نے اِسی تاریخ کو ترجیح دی ہے۔

[تاریخ الطبری: ۶۴/۲، دلائل النبوۃ: ۳۹۵/۳، الکامل فی التاریخ: ۵۶۸/۱] ===

= = = واقدی نے ذیقعدہ ۵ھ تاریخ لکھی ہے اور ابن سعد نے اسی کی تائید کی ہے۔

[کتاب المغازی: ۴۴۰/۲، الطبقات الکبریٰ: ۵۰/۲]

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صحیح جمہور کا قول ہے۔ یعنی جنگ خندق شوال ۵ھ میں ہوئی۔

[سیرۃ ابن کثیر: ۱۸۱/۳]

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے دونوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ محاصرے کی ابتدا شوال میں ہوئی اور ذیقعدہ میں یہ محاصرہ ختم ہوا۔ [الرحیق المختوم: ۲۸۶] لیکن یہ تطبیق درست نہیں، کیونکہ واقدی اور ابن سعد نے صاف لکھ دیا ہے کہ ۸ ذیقعدہ بروز منگل مسلمانوں کا لشکر خندق کی طرف روانہ ہوا تھا۔ محاصرے کی نوبت تو بعد میں آئی۔ [کتاب المغازی: ۴۴۰/۲، الطبقات الکبریٰ: ۵۰/۲]

✠✠

جنگِ خَیبر کے اسباب

صفر ۷ھ / جون ۶۲۸ء

مدینے میں تین یہودی قبیلے آباد تھے:-

• بنوقَینُقاع • بَنونَضِیر • بَنوقُرَیظَہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو اُن تینوں قبیلوں سے معاہدہ ہوا کہ ہم سب امن وسکون کے ساتھ رہیں گے، ایک دوسرے کی مدد کریں گے، نقصان نہیں پہنچائیں گے اور نہ دشمن کا ساتھ دیں گے۔

لیکن یہود، اندر اندر مسلمانوں سے بغض اور حسد رکھتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مدینے میں مسلمانوں کے پاؤں جمنے نہ پائیں اور کسی طرح اُنھیں بڑا نقصان پہنچ جائے۔

اِس فکر میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے معاہدے کو بھول جاتے تھے، بلکہ اُس معاہدے کی اُنھیں کوئی پرواہی نہ تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے بنوقَینُقاع نے بدعہدی کی پھر بَنونَضِیر نے پھر بَنوقُرَیظَہ نے۔

بنوقَینُقاع اور بَنونَضِیر نے جب بدعہدی کی تو اُنھیں شہر بدر کر دیا گیا۔ یہ دونوں قبیلے خَیبر میں آ کر بس گئے۔

بَنوقُرَیظَہ نے ''جنگِ خندق'' میں مسلمانوں کے خلاف قریش کا ساتھ دیا۔

جنگِ خندق میں کافروں کی شکست کے بعد بَنوقُرَیظَہ سے جنگ ہوئی جس میں بَنوقُرَیظَہ کا قتلِ عام ہوا۔ یہ اُن کی بدعہدی کی بدترین سزا تھی۔

جب خَیبر کے یہودیوں کو پتہ چلا کہ بنوقریظہ جنگ میں ہار گئے اور بری موت مارے گئے ہیں تو اُن کے سردار ''سَلام بن مِشکَم'' کے پاس اُن کی ایک میٹنگ بیٹھی۔ میٹنگ میں یہ پاس ہوا کہ اب کی پوری طرح ہتھیاروں سے لَیس ہو کر ہمارے نوجوان ایک جُٹ ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم دوسرے علاقوں سے اپنے

یہودی بھائیوں کو بلالیں گے۔ اِس جنگ میں ہم عرب کے بت پرستوں کو شامل نہیں کریں گے۔ مگر بعض دور اندیش لوگوں کی رائے تھی کہ ہمیں اُن سے بھی مدد لینی چاہیے تاکہ ہماری فتح یقینی ہوجائے اور شکست کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے، چنانچہ قبیلۂ غَطَفان کو اِس جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی اور یہ طے ہوا کہ اُس کے عوض اُنھیں کھجور کی نصف پیداوار دی جائے گی۔

اِدھر منافقوں کا لیڈر اُن یہودیوں کے لئے جاسوسی کرتا اور مسلمانوں کی رپورٹ اُنھیں پہنچاتا اور اُن کے حوصلے بھی بڑھاتا۔

اسلامی لشکر خَیبر کی طرف

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صُلحِ حُدَیبِیہ کی کاروائی سے فارغ ہوکر ذی الحجہ ۶ھ/ اپریل ۶۲۸ء میں مدینے لوٹے تو معلوم ہوا کہ خیبر کے یہودی اُن پر حملہ کرنے کا پلان بنارہے ہیں تو آپ نے فوراً اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ جنگ کے لئے تیار ہوجائیں، چنانچہ آپ کے اِردگرد حُدیبیہ کے موقع پر جتنے جنگجو تھے، آپ کے ساتھ لڑنے کے لئے سمٹ آئے۔

اِس اعلان کو سن کر وہ لوگ بھی دوڑے آئے جو صُلح حُدیبیہ کے موقع پر حاضر نہ ہوسکے تھے، کیونکہ اُنھیں امید تھی کہ اِس جنگ میں مالِ غنیمت ہاتھ آئے گا، لھذا وہ بھی مسلمانوں کی بھیڑ میں گھسے چلے آئے اور کہنے لگے کہ ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ نکلیں گے۔ خَیبر تو حجاز کا ہَرا بھَرا اور مالدار علاقہ ہے۔

اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جاکر اعلان کردو کہ: ''ہمارے ساتھ وہی نکلے جس کو جہاد سے دلچسپی ہو، غنیمت لوٹنے والوں کی ضرورت نہیں''۔

تیاری مکمل ہوجانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ۷ھ/ مئی ۶۲۸ء میں چودہ سو (1400) مسلمانوں کو لے کر خَیبر کی طرف نکلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَداع کی گھاٹی سے نکلے اور مختلف منزلوں سے ہوتے

ہوئے ''صَہباء'' کے مقام پر پہنچے۔ وہاں آپ نے عصر کی نماز پڑھی۔ نماز بعد آپ نے اور آپ کے صحابہ نے کھجور اور ستّو کھایا۔ کھانے کے بعد تازہ وضو کئے بغیر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر عشاء کی نماز بھی وہیں پڑھی گئی۔ آپ نے چلتے وقت ساتھ، حُسَیل بن خارجہ اشجعی اور نُعَیم بن عبداللہ اشجعی نام کے دو گائیڈ بھی لے لئے تھے۔ عشا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اُن کو بلا کر کہا: آگے آگے چلو اور ہمیں اِن وادیوں کی سرحَد تک پہنچاؤ، تا کہ اِن وادیوں اور شام کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم خیبر اِس طرح آئیں کہ خیبر اور شام اور یہود کے اتّحادی قبیلہ غَطَفان کے درمیان حائل رہیں۔

حُسَیل نے کہا: ٹھیک ہے، ہم آپ کو اِسی طرح لے کر چلتے ہیں۔

چنانچہ وہ آپ کو ''مَرحَب'' نام کے ایک اچھے راستے سے لے کر خیبر کی طرف چل پڑا۔

جب آپ خیبر کے قریب پہنچے تو تھوڑا اٹھہر کر آپ نے دعا مانگی پھر کہا: اللہ کی برکت کے ساتھ داخل ہو جاؤ! چنانچہ آپ آگے بڑھے اور خیبر کے بازار میں رات کے وقت اُترے۔ آپ نے رات کا ایک حصہ عبادت میں گزارا، پھر وہاں سے اُٹھے اور ''نَطاۃ'' قلعے کے پاس پڑاؤ ڈال دیا۔

اُدھر خیبر کے یہودیوں کو گمان نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے لڑسکیں گے، کیونکہ وہ مضبوط قلعوں میں محفوظ اور ہتھیاروں سے لَیس تھے اور اُن کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ ہر روز صبح تڑکے اُن کے دَس ہزار (10,00,0) جنگجو پریڈ کے لئے باہر نکلتے اور اکڑ کر کہتے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے لڑیں گے؟ دور دور!

جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں آ کر ٹھہرے، اُس رات یہودی جنگجو اُٹھ کر پریڈ نہ کر سکے اور نہ اُس روز مرغ نے بانگ ہی دی۔ یہاں تک کہ وہ سورج نکلنے تک سوتے ہی رہے۔

دن نکلنے کے بعد وہ لوگ اُٹھے تو اُن کے دلوں میں گھبراہٹ تھی۔ وہ اپنے قلعوں

سے باہر نکلے اور کُدال، پھاوڑے اور ٹوکرے لے لے کر اپنے اپنے کھیتوں کی طرف چل پڑے۔ آگے بڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑی تو چیخے: محمد اور اُس کا لشکر۔

وہ اُلٹے پاؤں بھاگے اور اپنے قلعوں میں جا گھسے۔ اُنھیں بھاگتا دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر فرمایا:

''اللہ اکبر''! خیبر اُجڑ گیا، بے شک جب ہم کسی قوم کے آنگن میں اُتریں گے تو اُن ڈرائے جانے والوں کی صبح کتنی بری ہوگی۔

پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نَطاۃ'' کے قلعے کے قریب پڑاؤ ڈالا تھا، مگر حضرت حُباب بن مُنذِر نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ! یہ جگہ غیر مناسب ہے، وہ اوپر ہیں اور ہم نیچے۔ اِس طرح وہ آسانی سے ہمیں اپنے تیر کا نشانہ بنالیں گے اور نیچے کھجور کے درختوں کا جھنڈ ہے، خطرہ ہے کہ وہ ہم پر شبخون نہ ماریں اور یہیں گندہ تالاب بھی ہے جس سے وَبا پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے مشورے کو سراہتے ہوئے کہا کہ: لیکن اُن سے جنگ ہم آج ہی کریں گے۔ پھر وہاں سے اُٹھ کر وادیِ ''رَجیع'' میں چلے آئے جو قلعے سے دور، کھلے میدان میں، گندے تالاب سے پاک جگہ تھی۔

اُدھر کِنانہ بن ابوالحُقَیق، چودہ یہودیوں کو لے کر غَطَفان والوں کو اپنی مدد کے لئے بلا آیا تھا۔

چنانچہ جب غَطَفان والوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں فلاں مقام پر ٹھہرے ہوئے ہیں تو وہ سب آپ کے خلاف یہودیوں کی مدد کے لئے اکٹھا ہونے لگے، یہاں تک کہ کچھ ہی دور چلے تھے کہ اُنھیں پیچھے سے اپنے بچوں اور عورتوں میں ایک شور سنائی دیا۔ اُنھیں اندیشہ ہوا کہ...... کہیں مسلمان اُن کی عورتوں اور بچوں میں تو نہیں گھُس پڑے ہیں...... یہ سوچ کر وہ اُلٹے پاؤں پلٹے اور اپنی عورتوں، بچوں اور مالوں کی حفاظت کے لئے وہیں رُک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خیبر کے یہودیوں کے بیچ

سے نکل آئے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو وہ جنگ کی صبح تھی۔[۵۱]

خیبر کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جنگ یہودیوں کی انتقامی جنگ تھی۔ مسلمان خیبر کے ہرے بھرے باغ لوٹنے کے لئے نہیں، بلکہ اپنا دفاع کرنے کے لئے خیبر تک گئے تھے، کیونکہ اُنھیں خبر ملی تھی کہ یہود مسلمانوں پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔ اِس سے پہلے کہ وہ مدینے میں یا مدینے کے آس پاس تباہی مچائیں اور خون خرابہ کریں، مسلمان اپنے شہر کو اور اپنے بال بچوں کو بچانے کے لئے خود ہی خیبر تک دوڑ پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اِس جنگ میں اُن لوگوں کو بالکل ہی روک دیا جو صرف مالِ غنیمت لوٹنے کے لئے ساتھ ہونا چاہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس کردار نے اِس بات پر پکی مہر لگا دی کہ خیبر کی جنگ کوئی لوٹ پاٹ نہیں تھی، بلکہ یہ ایک ''جہاد'' تھا اور پاکیزہ جہاد جس کے ذریعے ایک بہت بڑے یہودی فتنے کو ختم کرنا تھا، تاکہ دوبارہ پھر کبھی وہ مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت کریں اور نہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی گندی سیاست کرنے کی اُنھیں جرأت ہو۔

✠✠

---

[۵۱] کتاب المغازی: ۲/۶۳۳+۶۴۴،
الطبقات الکبریٰ: ۲/۸۱، تاریخ الامم والملوک: ۳/۹،
بخاری: کتاب الجہاد، باب التکبیر عند الحرب (حدیث: ۲۹۹۱)
مسلم: کتاب الجہاد: باب غزوۃ خیبر (حدیث: ۱۳۶۵)

جنگِ مُوٴتہ کے اَسباب

جمادی الاولیٰ ۸ھ / ستمبر ۶۲۹ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عُمیر اَزْدِی کو بُصریٰ کے بادشاہ (حارِث بن ابو شمر غَسّانی) کے پاس خط دے کر روانہ کیا جس میں اُسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔

جب ''مُوٴتہ'' کے مقام پر پہنچے تو شُرَحْبِیل بن عَمْرو غسّانی نے اُنھیں پکڑ لیا جو عرب اور شام کے ایک سرحدی علاقے ''بلقاء'' کا حکمراں تھا اور روم کے بادشاہ قیصر کا ماتحت تھا۔ اُس نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟

اُنھوں نے جواب دیا: مُلکِ شام۔

اُس نے کہا: شاید تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قاصد ہو؟

اُنھوں نے کہا: ہاں، میں اللہ کے رسول کا قاصد ہوں۔ اتنا سن کر اُس نے حکم دیا کہ اِسے رسیوں میں جکڑ دیا جائے، پھر وہ آگے بڑھا اور اُسی بے بسی کی حالت میں اُن کی گردن مار دی۔

اب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کسی قاصد کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو اُنھیں بہت دُکھ ہوا۔ آپ نے لوگوں کو بلایا اور اُنھیں بتایا کہ حارث کہاں قتل ہوئے اور کس نے اُنھیں قتل کیا؟ اُس وقت آپ عمرہ کے ارادے سے مکے تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ مدینے واپس ہوئے تو حضرت حارث بن عُمیر کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مسلمان تیزی سے تیاریاں کرنے لگے اور مقام ''جُرف'' ☆ میں سب اکٹھا ہونے لگے۔ ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح نہیں کیا تھا کہ کیسے کیا کرنا ہے۔ آپ نے ظہر کی نماز کے بعد اپنے صحابہ کو اِس جنگ کے سلسلے میں ہدایت جاری کی کہ:

☆ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر

''اِس لشکر کے سپہ سالار زید بن حارِثہ ہوں گے۔اگر وہ شہید
ہوجائیں تو جعفر بن ابوطالب سپہ سالار ہوں گے ۔اگر وہ بھی شہید
ہوجائیں تو عبداللہ بن رَواحہ سپہ سالار ہوں گے اور وہ بھی شہید
ہوجائیں تو مسلمان جس آدمی کو مناسب سمجھیں، اُسے اپنا سپہ سالار بنالیں''۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا ''زید بن حارِثہ'' کو تھمایا اور تقویٰ اور خیر کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ حارث بن عُمَیر کے مَقْتَل (جہاں وہ قتل کئے گئے۔) پر جانا اور وہاں لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا۔اگر وہ دعوت قبول کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ کا نام لے کر اُن سے جنگ کرنا۔

تین ہزار (3,00,0) لوگوں کا یہ اسلامی لشکر جب جمادی الاولیٰ ۸ھ/ستمبر ۶۲۹ء میں مدینے سے روانہ ہوا تو آپ بھی لشکر کے ساتھ ساتھ چلے۔جب وَداع کی گھاٹی میں پہنچے تو آپ رُک گئے، پھر وہیں سے آپ نے اسلامی لشکر کو رخصت کردیا۔[۵۲]

اسلامی لشکر مُوْتَہ کی طرف

جب مسلمان مدینے سے روانہ ہوئے تو دشمن کو اُن کی روانگی کی اطلاع مل گئی۔ تب شُرَحْبِیل بن عَمْرو ایک ذمہ دار کی حیثیت سے اٹھا اور ایک لاکھ لوگوں کو مسلمانوں سے لڑنے کے لئے اکٹھا کرلیا۔اُس نے مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے کچھ ہراول دَستے بھی بھیجے۔اُس وقت مسلمان مُلکِ شام کے ''مُعَا'' نامی علاقے میں پڑاؤ ڈال چکے تھے۔وہاں اُنھیں خبر ملی کہ خود ہِرَقْل (قیصر) بھی ایک لاکھ (1,00,00,0) رومیوں کی فوج لے کر بَلْقاءْ کے ''مآب'' نامی مقام پر پڑاؤ ڈال چکا ہے۔

---

[۵۲] الطبقات الکبریٰ: ۲/۷۹-۹۸،
کتاب المغازی: ۲/۷۵۵-۷۵۶-۷۵۸،
تاریخ الطبری: ۳/۳۶-۳۷،
سیرۃ ابن ھشام: ۴/۲۰-۲۱

یہ خبر پا کر مسلمان دوراتوں تک وہیں رُکے رہے۔وہ سوچ رہے تھے کہ ہم تھوڑے سے ہیں اور ہم سے لڑنے کے لئے دولاکھ(2,00,00,0) کی فوج آرہی ہے، لھذا اچھی طرح غور کر لینا چاہئے۔کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر حالات سے آگاہ کرنا چاہئے۔یا تو وہ ہمیں واپس آنے کا حکم دیں گے یا کچھ اور لوگوں کو ہماری مدد کے لئے بھیجیں گے۔ابھی سوچ بچار ہو ہی رہا تھا کہ حضرت عبداللہ بن رَواحہ آئے اور مسلمانوں کو للکارتے ہوئے کہا:

"لوگو!اللہ کی قسم!بے شک جس چیز سے تم ہچکچا رہے ہو، یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے تم شہادت پانے نکلے ہو۔
اللہ کی قسم!ہم دشمن سے نہ تو تعداد کی کثرت کی بنیاد پر لڑتے ہیں نہ ہتھیار کی کثرت کی بنیاد پر اور نہ گھوڑوں کی کثرت کی بنیاد پر۔ہم تو اُس دین کی بنیاد پر لڑتے ہیں جس کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت بخشی ہے۔آگے بڑھو!اللہ کی قسم!ہم جنگ بدر کے دن دیکھ چکے ہیں کہ ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے اور جنگ اُحُد میں صرف ایک گھوڑا تھا۔ہمارے لئے دو اچھی چیزوں میں سے ایک ضرور ہے، یا تو دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا تو یہ اللہ اور اُس کے نبی کے وعدے کے مطابق ہوگا۔اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔یا ہمیں شہادت نصیب ہوگی تو ہم جنت میں اپنے بھائیوں سے جا ملیں گے"۔

عبداللہ بن رَواحہ کی اِس للکار کو سن کر مسلمانوں کے دل مضبوط ہو گئے۔سب نے کہا:ابن رَواحہ نے سچ کہا ہے اور پھر سب کے سب جنگ کے میدان میں کود پڑے۔[۵۳]

---

[۵۳]الطبقات الکبریٰ:۹۸/۲،
کتاب المغازی:۲۵۹/۲-۲۶۰،
سیرۃ ابن ھشام:۲۱/۴،
تاریخ الطبری:۳۷/۳-۳۸

جنگِ مُوتہ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس جنگ کا سبب حضرت حارِث بن عُمیر رضی اللہ عنہ کا قتل تھا۔ حضرت حارِث بن عُمیر کی حیثیت ایک سفیر کی تھی اور کسی سفیر کے ساتھ بدسلوکی یا اُس کا قتل بدترین جرم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے مسلمان کی جان اتنی سستی تو نہیں کہ جو جہاں چاہے مار دے۔ مسلمان تو اکٹھا ہو کر اِس لئے آئے تھے کہ قاتل سے خون کا بدلہ لیا جائے، مگر قاتل اور اُس کے ساتھی جرم کا اعتراف کرنے کے بجائے جنگ پر مسلمانوں کی طرف سے قاتل گروہ کے حق میں یہ رعایت بھی ملحوظ رکھی گئی کہ وہ آمادہ ہو گئے۔ اسلام کی دعوت قبول کر لیتے ہیں تو قتل کا بدترین جرم معاف ہو جائے گا، لیکن قاتل گروہ نے نہ اسلام کی دعوت پر کان دَھرا اور نہ ہی قاتل کو حوالے کرنے پر راضی ہوئے جس کے نتیجے میں یہ جنگ برپا ہوئی۔ اب تاریخ کا طالب علم بتائے کہ یہ جنگ کس کی طرف سے شروع ہوئی اور کون اِس جنگ کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے؟؟؟

✠✠

جنگِ فتحِ مکّہ کے اسباب

رمضان ۸ھ / جنوری ۶۳۰ء

ذیقعدہ ۶ھ / مارچ ۶۲۷ء میں حُدَیبیہ کے مقام پر قریش کے کافروں سے جو صلح ہوئی تھی، اُس کی تین شرطوں میں سے ایک شرط یہ تھی کہ:

دس سال تک جنگ بند رہے گی۔ اِن دنوں میں لوگ چین سے رہیں گے اور کوئی کسی پر حملہ نہ کرے گا۔[۵۴]

پھر یہ اعلان ہوا کہ عرب کا جو قبیلہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتّحادی بننا چاہے وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتّحادی بن جائے اور جو قریش کا اتّحادی بننا چاہے وہ قریش کا اتّحادی بن جائے۔

چنانچہ قبیلۂ خُزَاعہ کے لوگ کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتّحادی ہوتے ہیں اور بَنُو بَکْر کے لوگ کھڑے ہوئے اور بولے کہ: ہم قریش کے اتّحادی ہوتے ہیں۔[۵۵]

اتّحادی ہونے کا مطلب تھا کہ جس طرح مسلمان اور قریش کے درمیان جنگ بند رہے گی اور وہ ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں گے۔ اُسی طرح خُزاعہ اور بنو بکْر میں بھی جنگ بند رہے گی اور کوئی کسی پر حملہ نہ کرے گا۔ اِن دونوں میں سے جو اِس معاہدے کو توڑے گا اور معاہدہ توڑنے میں جو اپنے اتّحادی کا ساتھ دے گا، اُن سب کے خلاف جنگ ہوگی۔

---

[۵۴] الطبقات الکبریٰ: ۲/۴۷،
سنن ابی داؤد: ۲/۳: ۸۶

[۵۵] بخاری: ۲/۲۸۲،
سیرۃ ابن ھشام: ۴/۳۸،
کتاب المغازی: ۲/۶۱۱–۶۱۲
تاریخ الطبری: ۳/۴۳

قریش کی بدعہدی

چونکہ خُزاعہ اور بنو بکُر میں پہلے ہی سے جنگ ہوتی چلی آرہی تھی اور وہ ایک دوسرے کے آدمی کو مارا کرتے تھے۔ اِس لئے اِن دونوں قبیلوں میں ہمیشہ سے دشمنی اور نفرت رہی۔ یہ تو صُلح کی وجہ سے دونوں جنگ سے رُک گئے اور لڑنے سے اپنے اپنے ہاتھ کھینچ لئے، لیکن بنو بکُر کے اندر انتقام کی آگ سلگتی رہی اور دشمنی پکتی رہی۔

آخر کار ایک دن بنو بکُر نے اپنے مقتولوں کا انتقام لینے کی ٹھان ہی لی۔

چنانچہ شعبان ۸ھ / نومبر ۶۲۹ء میں بنو بکُر نے قریش کے سرداروں سے بات چیت کی اور اپنے دشمن خُزاعہ سے لڑنے کے لئے اُن سے آدمی اور ہتھیار مانگے تو قریش فوراً اُس کے لئے تیار ہو گئے، لیکن ابوسفیان اِس سازش میں شریک نہ ہوا۔

چنانچہ قریش اور بنو بکُر، معاہدے کی پروا کئے بغیر ''وَتِیر'' نامی کنویں کے پاس اکٹھا ہوئے جو خُزاعہ کے علاقے میں واقع تھا۔ قریش کے لوگ رات میں بھیس بدل کر آئے تھے تا کہ اُنھیں خُزاعہ کے لوگ پہچان نہ سکیں۔ بنو بکُر کی مدد کے لئے آنے والے قریشیوں میں ''صفوان بن اُمیّہ، عِکرَمہ بن ابوجہل اور سُہیل بن عَمُرو'' وغیرہ شامل تھے جو اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر آئے تھے۔

اُدھر ''خُزاعہ'' بے خبر پڑے تھے اور اِدھر بنو بکُر کے سرغنہ ''نوفل بن معاویہ دِیلی'' نے اُن پر شبخون مار دیا اور اُن کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ خُزاعہ اپنی جان بچانے کے لئے مکے میں داخل ہو گئے تھے اور پناہ لینے کے لئے بُدَیل بن وَرْقاء خُزاعی اور رافع خُزاعی کے گھر تک آ گئے تھے۔ اِس پر نوفل اپنی تلوار چلانے سے باز نہ آیا تو بنو بکُر چیخ پڑے:

اے نوفل! ہم حرم میں داخل ہو چکے ہیں (جہاں لڑنا اور خون بہانا حرام ہے۔)
اپنے معبودوں (کی عظمت) کا خیال کرو!

اِس پر نوفل نے ایک بہت بڑی بات کہی کہ: آج یہاں کوئی معبود نہیں۔

اے بنو بکُر اپنا انتقام لو، اپنی جان کی قسم! تم لوگ ''حرم'' کے اندر حاجیوں کی

چوری کیا کرتے تھے تو کیا اپنا انتقام یہاں پورا نہیں کر سکتے۔
آخر کار نوفل کے ساتھیوں نے وہاں بھی لوگوں کا خون بہایا۔
صبح کا اُجالا پھیلنے سے پہلے قریش اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے تھے تا کہ اُنھیں پہچان نہ لیا جائے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خبر نہ پہنچ سکے کہ قریش بھی اِس سازش میں شریک تھے۔
جب صبح ہوئی تو بُدَیل اور رافِع کے دروازے پر لاشوں کا ڈھیر لگا تھا۔ یہ بیس (20) لاشیں تھیں۔[۵۶]

سازش کا پردہ چاک

جب بنو بکر اور قریش نے خُزاعہ پر چڑھائی کی، اُن کے آدمیوں کو مارا اور آپس کے معاہدے کو توڑ کر خُزاعہ کا خون حلال کر لیا تو عَمرُو بن سالم خُزاعی نام کا ایک شخص، مدینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتا ہے، اُس وقت آپ لوگوں کے ساتھ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اُس نے آپ کو شعر کی زبان میں اپنے دردوغم کی داستان سنائی اور خُزاعہ کے ساتھ ہونے والے ظلم اور قتل کی شکایت کی۔
اُس کی شکایت سن کر آپ نے فرمایا: اے عَمرُو بن سالم! تمھاری مدد کی جائے گی۔
پھر بُدَیل بن وَرقاء بھی خُزاعہ کے چند لوگوں کی ایک ٹولی کے ساتھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا اور جو ظلم اُن پر ڈھایا گیا تھا، بتایا اور یہ بھی کہا کہ اِس میں قریش نے بنو بکر کی مدد کی تھی۔
اپنی شکایت پیش کر کے وہ لوگ مدینے لوٹ آئے۔[۵۷]

---

[۵۶] سیرۃ ابن ھشام: ۴/ ۳۷-۳۸-۳۹،
کتاب المغازی: ۲/ ۷۸۱+۷۸۴،
تاریخ الطبری: ۳/ ۴۳-۴۴
[۵۷] سیرۃ ابن ھشام: ۴/ ۴۲-۴۳،
تاریخ الطبری: ۳/ ۴۴-۴۵

ابوسفیان کی بے چینی

قریش اپنی بدعہدی پر شرمندہ تھے ۔خُزاعہ کے خلاف بنوبکْر کی مددکرکے وہ پچھتارہے تھے ،اُنھیں ہرلمحہ یہ خوف کھائے جارہاتھا کہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)اُنھیں بدعہدی کی سزا ضرور دیں گے اور اُن پر چڑھائی کردیں گے ۔خطرہ سر پر منڈلاتا دیکھ کر حارث بن ہشام اورعبداللہ بن ابورَبیعہ،ابوسفیان کے پاس آئے اور بولے:

اِس(بگڑے ہوئے)معاملے کو بنانا ضروری ہے ۔اللہ کی قسم!اگر یہ معاملہ بنا نہیں تو محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)اوراُن کے ساتھیوں کا خطرہ بنارہے گا۔

ابوسفیان نے کہا:اللہ کی قسم!اِس معاملے میں نہ میں حاضر تھااور نہ غائب۔ یہ میرے ہی سَر آئے گا۔اللہ کی قسم!نہ مجھ سے مشورہ لیا گیااور نہ جو کچھ ہوا اُس میں میری مرضی تھی ۔اللہ کی قسم!میری چھَٹی حِس کہتی ہے......اور وہ سچ کہتی ہے......کہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)ہم پر چڑھائی کردیں گے۔لھٰذا،اب ضروری ہے کہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)کے پاس جاکر بات کروں کہ وہ معاہدے کی مدت بڑھادیں ،اِس سے پہلے کہ اُنھیں کچھ پتہ چلے میں اُس معاہدے کی تجدید کرآؤں۔

قریش بولے:اللہ کی قسم!آپ کی رائے ٹھیک ہے۔

چنانچہ ابوسفیان تیزی سے چلا،وہ سمجھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکے پاس مکے سے جانے والا میں ہی پہلا شخص ہوں۔[۵۸]

ابوسفیان کی بے چارگی

مدینے پہنچ کرسب سے پہلے ابوسفیان اپنی بیٹی ''اُمِّ حَبِیبہ'' کے پاس آیا۔(جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔)جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا تو اُنھوں نے چادر کھینچ لی۔

ابوسفیان نے کہا:بیٹی!نہیں معلوم کہ تم نے مجھے اِس بستر سے بہتر سمجھا،یا بستر کو

---

[۵۸] کتاب المغازی:۲/۷۸۵

مجھ سے بہتر جانا؟

اُنھوں نے جواب دیا: بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور آپ ایک ناپاک مشرک آدمی ہیں۔ مجھے گوارہ نہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھیں۔

ابوسفیان بولا: بیٹی! اللہ کی قسم! مجھ سے جدا ہونے کے بعد تمھارے اندر بدتمیزی آ گئی ہے۔

پھر ابوسفیان وہاں سے نکلا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اپنی بات کہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔

اُس نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت فاطمہ سے بھی سفارش کی کہ وہ اِس سلسلے میں بات کریں، مگر سب نے معذوری ظاہر کی۔

حضرت فاطمہ نے مشورہ دیا کہ جاؤ مسجد میں لوگوں کے سامنے فریاد کرو، پھر سیدھے مکے لوٹ جاؤ۔

ابوسفیان، مرتا نہ کیا کرتا۔ اُس نے مسجد میں جا کر لوگوں کے سامنے فریاد کی، پھر اونٹ پر سوار ہوا اور چل پڑا۔

جب وہ قریش کے پاس پہنچا تو سب نے پوچھا: کیا ہوا؟

ابوسفیان نے سارا ماجرا کہہ سنایا اور بتایا کہ میں نے مسلمانوں کے سامنے جا کر فریاد بھی کی۔

قریش نے پوچھا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسا کرنے کو تمھیں کہا تھا۔

ابوسفیان نے جواب دیا: نہیں۔

قریش نے کہا: تمھارے ساتھ کِھلواڑ ہوا ہے، تمھاری فریاد سے کچھ ہونے والا نہیں۔

ابوسفیان نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! اِس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔[۵۹]

---

[۵۹] سیرۃ ابن ھشام: ۴/۴۴-۴۵،
تاریخ الطبری: ۳/۴۶-۴۷

پُر اَمن تجویزیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس معاملے کو پُر اَمن طریقے سے حل کرنے کے لئے اپنے صحابی، حضرت ضَمُرَہ کو اِن تین تجویزیں کے ساتھ قریش کے پاس بھیجا:

- خُزاعہ کے مقتولوں کا خوں بہا دیں۔
- بنو بکُر سے اتّحاد توڑ دیں۔
- صُلح حُدَیبیہ کے معاہدے کو ختم کر دیں۔

قریش کو اختیار دیا گیا کہ وہ اِن تجویزوں میں سے جسے چاہیں اپنائیں۔

قریش نے ایک میٹنگ کر کے اپنا فیصلہ سنایا کہ ہم صُلح حُدَیبیہ کے معاہدے کو ختم کرتے ہیں۔

حضرت ضَمُرَہ، اُن کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر سنا دیتے ہیں۔[٦٠]

فَتحِ مکہ کی نوبت

آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا کہ اچھی طرح تیاری کرلو، مکے چلنا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے دَس ہزار(10,00,0)مسلمانوں کو لے کر ١٠رمضان / یکم جنوری، بدھ (یا جمعہ) کے دن، عصر کے بعد مکے کا رُخ کیا۔ اِس سفر میں سارے مہاجر اور انصار شریک تھے، کوئی ایک بھی پیچھے نہ رہا۔

آپ مختلف منزلوں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھے اور ''مَرُّ الظَّہر ان'' میں پڑاو ڈالا، پھر وہاں سے کوچ کیا اور ''ذِی طُوٰی'' میں آگئے۔

یہاں سے آپ نے مسلمانوں کو مختلف راستوں سے مکے میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ خود آپ ''اَذَاخِر'' کے راستے مکے میں داخل ہوئے۔[٦١]

---

[٦٠] کتاب المغازی:٢/٨٦٧-٨٧٧

[٦١] سیرۃ ابن ھشام:٤/٤٥-٤٦-٥٠-٥٣-٥٥-٨٧،
کتاب المغازی:٢/٨٠١، تاریخ الطبری:٣/٤٧-٥٠-٥٢-٥٦-٥٧

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو اُن کی بدعہدی کی سزا دینے اور اپنے اتّحادی قبیلے ''خُزاعہ'' کے ساتھ کیے گئے ظلم کا جواب دینے چلے تھے، تاکہ قریش اَب اور خون خرابہ نہ کر سکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اُن کے ظلم و قتل اور بدعہدی کے بعد بھی ایک موقع اَور دیا تھا اور اُن کے سامنے تین تجویزیں پیش کی تھیں، لیکن اُنھوں نے اپنی بددماغی اور گھمنڈ کی وجہ سے امن کی صورتوں کو ٹھکرا دیا اور مسلمانوں کو جنگ کی دعوت دی۔ ناچار اُن کا دماغ ٹھکانے لگانے کے لئے مکے پر حملے کی تیاری کرنی پڑی اور اُنھیں چاروں طرف سے گھیرنا پڑا جس کا نتیجہ تھا: کافروں کی بے بسی اور مکہ کی فتح۔

اَب انصاف سے بتائیے کہ فتحِ مکہ کی اِس جنگ کا ذمہ دار کون ٹھہرا؟

✠✠

جنگِ حُنَین کے اَسباب

شوال ۸ھ / جنوری ۶۳۰ء

فتحِ مکہ کے بعد قبیلۂ ہوازِن اور قبیلۂ ثَقیف کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں اسلامی لشکر اُن پر حملہ نہ کر دے، اِس لئے اُن کی ایک میٹنگ بیٹھی۔ اُن دنوں ہوازِن قبیلے کا سردار ایک تیس سالہ مغرور جوان ''مالک بن عَوف نَصری'' تھا۔ اُسی نے یہ میٹنگ بلائی تھی۔

میٹنگ میں پاس ہوا کہ اِس سے پہلے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر حملہ کریں ہمیں خود ہی اُن پر حملہ کر دینا چاہئے۔

قبیلۂ ثقیف کے لوگ پیش پیش تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم لوگ خود ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمیں یہ پسند نہیں کہ وہ آ کر ہم پر حملہ کریں، اِس کے باوجود اگر وہ ہم پر حملہ کرنے آئیں گے تو دیکھیں گے کہ ہم ایک مضبوط قلعے میں محفوظ ہو کر اُن سے جنگ کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس ڈھیر سارا اناج ہے۔ یا تو ہم اُنھیں مار گرائیں گے یا وہ بھاگ کھڑے ہوں گے، لیکن ہم ایسا نہیں چاہتے، بلکہ ہم تمھارے ساتھ ایک جُٹ ہو کر حملہ کریں گے۔

چنانچہ ہوازِن اور ثقیف کے سارے لوگ اکٹھا ہوئے۔ اُن میں دُرَید بن صِمّہ نام کا ایک سو ساٹھ سال کا ایک بوڑھا مرد بھی تھا۔ وہ کچھ کر تو نہ پاتا البتہ اُسے برکت کے لئے ساتھ لے لیا گیا تھا اور اِس لئے بھی کہ وہ جنگ کا ایک ماہر تجربہ کار تھا۔ جب یہ لشکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکی طرف چلنے کو تیار ہوا تو مالک بن عَوف نے کہا: جاؤ! اپنی عورتوں بچوں اور مال کو بھی ساتھ لیتے آؤ۔ چنانچہ سب کے سب چل پڑے اور حُنَین کی وادی ''اَوطاس'' میں اُترے۔ دُرَید کو بھی ایک چھوٹی پالکی میں لاد کر لایا گیا تھا۔ جب وہ اترا تو اُس نے اپنے ہاتھ سے زمین کو چھُوا پھر بولا: تم لوگ کس وادی میں اُترے ہو؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ اَوطاس کی وادی ہے۔

اُس نے کہا: یہ گھوڑوں کے دوڑنے کی کتنی اچھی وادی ہے۔ نہ یہ اونچی زمین ہے

جس میں نوکیلے پتھر ہوں اور نہ نیچی زمین ہے جہاں گرد و غبار ہوں، مگر یہ کیا؛ میں اونٹوں کا بلبلانا، گدھوں کا رینکنا، بکریوں کا ممیانا، گایوں کا آواز لگانا اور بچوں کا رونا بلکنا سن رہا ہوں؟

لوگوں نے بتایا: مالک نے اِن سب کو ساتھ لانے کا حکم دیا تھا۔

اُس نے پوچھا: مالک کہاں ہے؟

لوگوں نے مالک کو بلا کر اُس کے پاس حاضر کر دیا۔

دُرَید نے مالک سے وجہ پوچھی تو اُس نے بتایا: میں نے ہر آدمی کے پیچھے اُس کے بال بچوں اور مال کو رکھ چھوڑا ہے تاکہ وہ اُن کی خاطر پورے جوش سے لڑیں۔

یہ سن کر مالک نے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: بھیڑ کے چرواہے کو جنگ سے کیا کام؟ شکست کھا کر بھاگنے والے کو کوئی چیز واپس لا سکتی ہے؟ اگر تم جیتو گے تو اِس بنیاد پر کہ تمھارے ساتھ تلوار چلانے والے اور نیزہ مارنے والے مرد ہوں اور ہارو گے تو اپنے بال بچوں اور عورتوں کی وجہ سے تم رُسوا ہو گے۔

پھر دُرَید نے دیکھا کہ ہوازِن قبیلے کا کَعب اور کِلاب خاندان اِس جنگ میں شریک نہیں ہوا ہے تو اُس نے مالک پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہاں سے لوٹ چلو، کیونکہ کَعب اور کِلاب جیسا لڑاکا خاندان اِس جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ اگر کامیابی اور ناموری ملنے والی ہوتی تو وہ ضرور یہاں ہوتے۔

دُرید کی باتیں سن کر مالک غصے سے جھلّا کر بولا: اللہ کی قسم! میں تمھاری بات نہیں مانتا۔ میں نے جو قدم بڑھا دیا ہے، پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ تم بھی بوڑھے ہو گئے ہو اور تمھارا تجربہ بھی۔ تمھارے بعد تم سے زیادہ جنگ کے ماہر پیدا ہو چکے ہیں۔

دُرَید نے ہوازِن کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اِس کی رائے درست نہیں، یہ تمھاری عزت خاک میں ملا دے گا اور تمھیں دشمن کے منہ میں ڈال دے گا۔ خود ثقیف کے قلعے میں جا گھسے گا اور تمھیں دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بھاگ جائے گا، لٰہذا واپس چلو اور اُسے چھوڑ دو۔

دُرَید کی وَرغلا دینے والی باتیں سن کر مالک نے اپنی تلوار سونت لی اور اُسے جھُکاتے ہوئے بولا: اے ہوازِن کی جماعت! یا تو تم میری بات مان لو یا میں اپنی تلوار پیٹ میں گھونپ لیتا ہوں۔

اُس کی دھمکی سن کر لوگوں نے آپس میں رائے مشورہ کیا کہ اگر ہم مالک کی بات نہیں مانتے تو وہ جوان ہے؛ خودکشی کر بیٹھے گا اور ہم بُڈّھے دُرَید کے ساتھ رہ جائیں گے جس میں لڑنے کا دَم نہیں۔

چنانچہ سب نے مالک کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا۔

دُرَید نے دیکھا کہ سب نے اُس کی مخالفت کردی ہے تو اُس نے (بڑی حسرت سے) کہا: آج نہ میں حاضر ہوں اور نہ غائب۔

آخر قبیلۂ ہوازِن لڑنے کے لئے تیار ہوگیا۔[۶۲]

ہوازِن کی طرف

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ دشمن وادیِ اَوطاس میں لڑنے کو اکٹھا ہوچکے ہیں تو آپ نے جاسوسی کے لئے عبداللہ بن اَبوحَدْرَدْ اَسْلَمی کو بھیجا کہ وہ جاکر اُن کے بیچ رہیں اور اُن کا جائزہ لے کر رپورٹ ہمیں دیں۔ چنانچہ وہ گئے اور اِدھر اُدھر چکر لگاتے رہے، یہاں تک کہ مالک بن عَوف کے قریب پہنچے، دیکھا کہ وہ ہوازِن کے سرداروں کے ساتھ میٹنگ کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ:

> ''بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اِس سے پہلے کبھی ایسی جنگ نہیں لڑی ہوگی۔ اب تک وہ ناتجربہ کار لوگوں سے لڑتے رہے جنھیں جنگ کی کوئی سوجھ بوجھ نہیں تھی تو وہ اُن سے جیتتے رہے۔ لٰھذا جب صبح ہو تو اپنے جانوروں، عورتوں اور بچوں کو اپنے پیچھے صف میں کھڑا کردینا، پھر

---

[۶۲] سیرۃ ابن ھشام: ۴/۸۷+۸۹،
کتاب المغازی: ۳/۸۸۵+۸۸۹

آگے اپنی صف بنانا اور اپنی نیاموں کو توڑ کر اِس طرح پھینک دینا کہ وہاں بیس ہزار (20,00,0) تلواروں کی نِیا میں ٹوٹی پڑی ہوں، پھر سب مل کر یکبارگی حملہ کر دینا۔ یاد رکھو! جیت اُسی کی ہوگی جو پہلے حملہ کرے گا''۔

اُن کی باتیں سن کر عبداللہ بن اَبوحَدْرَدْ اَسْلَمی لوٹے اور آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری رپورٹ پیش کر دی۔

اَب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُنَین کی طرف بڑھنے کی تیاری شروع کر دی۔

اُس وقت مسلمانوں کے پاس ہتھیار اور زِرَہ کی کمی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ صَفْوان بن اُمَیّہ (جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔) کے پاس بہت سی زِرہیں اور ہتھیار ہیں تو آپ نے اُس سے منگنی کے طور پر زِرَہ اور ہتھیار مانگے تو اُس نے سو (100) زِرْہیں اور ہتھیار آپ کے حوالے کر دیئے۔

چنانچہ ۶ شوال ۸ ھ/۲۷ جنوری ۶۳۰ء، سنیچر کے دن، صبح کے وقت؛ بارہ ہزار (12,00,0) کا لشکر لے کر آپ چلے اور ۱۰ شوال/۳۱ جنوری، بدھ کی شام، حُنین کی وادی میں اترنے لگے۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر ''دُلدل'' پر سوار تھے اور دو زِرہیں اور دو خوْد لگائے ہوئے تھے۔

اُدھر ہوازِن کا لشکر تیار کھڑا تھا۔ بیس ہزار (20,00,0) لوگوں کا یہ لشکر سیلاب کی طرح اُمڈا چلا آ رہا تھا۔ سب سے آگے مردوں کی صف تھی۔ اُس کے پیچھے عورتوں اور بچوں کی اور اُس کے پیچھے اونٹوں، گایوں اور بکریوں کی۔

صبح ہو رہی تھی، ابھی رات کا اندھیرا پوری طرح چھٹا نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کی صفیں درست کر رہے تھے۔ صفیں جب درست ہو چکیں تو مسلمانوں کا لشکر کچھ اَور آگے بڑھا۔ سامنے ہوازِن کا لشکر اُبَل رہا تھا۔ مسلمانوں نے اندھیرے کی وجہ سے سمجھا کہ آگے سے پیچھے تک سب مرد ہی مرد ہیں۔ اُنھیں دھوکا ہوا اور گھبرا اُٹھے۔ اِس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچتے، ہوازِن کے لشکر نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ گھبراہٹ کی وجہ سے مسلمانوں

کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ بدحواس ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے۔مہاجرین،انصار اور آپ کے اہلبیت میں سے کچھ ہی لوگ ڈَٹے رہے۔آپ کے چچا حضرت عباس دُلدُل کی لگام تھامے ہوئے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے جوش اور جوانمردی کے ساتھ آگے بڑھتے جارہے تھے اور کہتے جارہے تھے:

(میں نبی ہوں، اِس میں کوئی جھوٹ نہیں......

میں عبدالمُطّلِب کا بیٹا ہوں۔)

جبکہ حضرت عباس دُلدُل کو لگام لگا لگا کر آپ کو آگے بڑھنے سے روک رہے تھے۔

آپ نے حضرت عباس سے کہا کہ: اپنی بلند آواز سے پکارو:

''اے ببول کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو!

انصارو! مہاجرو! تم کہاں ہو؟ لوگو! اِدھر آؤ میری طرف، لوگو! اِدھر آؤ

میری طرف، میں اللہ کا رسول ہوں، میں عبدالمُطّلِب کا بیٹا ہوں''۔

آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے سب دوڑ پڑے اور آپ کے اِردگرد اکٹھا ہونے لگے۔

پھر اُس کے بعد ہوازِن کے لشکر سے مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اُنھیں شکست دی۔[٦٣]

✠✠

---

[٦٣]السیرۃ النبویۃ،ھ:٨٩٤-٩٠-٩٢-٩٣-٩٥،

کتاب المغازی:٨٨٩/٣-٨٩٠-٨٩٢-٨٩٣-٨٩٧-٨٩٨،

تاریخ الطبری:٧٢/٣-٧٣-٧٤-٧٥-٧٦-٧٧،

الطبقات الکبریٰ:١١٤/٢-١١٥،

مجمع الزوائد: کتاب المغازی: باب غزوۃ حنین (حدیث:١٠٢٦٥،١٠٢٨٥)،

مسند الامام احمد:٣٥٨/٤ (حدیث:١٤٦٠٩)

مسند ابی یعلی:٣٨٧/٣ (حدیث:١٨٦٢)

المعجم الکبیر:٢٩٨/٧ (حدیث:٧١٩٢)

جنگِ تبوک کے اسباب

رجب ۹ھ/اکتوبر ۶۳۰ء

جنگِ حُنَین میں، ہوازِن کی شکست سے پورا عرب لرز اُٹھا۔عرب کے عیسائی بری طرح بوکھلائے ہوئے تھے کہ مسلمان اِسی طرح آگے بڑھتے رہے تو جس طرح اُنھوں نے عرب کی سرزمین سے شرک اور بت پرستی کا خاتمہ کردیا ہے، اُسی طرح وہ عیسائیت کو بھی مَلیا میٹ کردیں گے۔وہ بڑے ہی فکرمند تھے کہ کیسے اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب پر باندھ لگائی جائے اور کیسے عیسائیت کو بڑے خطرے سے نکالا جائے؟!! چنانچہ وہ سَر جوڑ کر بیٹھے اور غور وفکر کے بعد روم کے بادشاہ ''قیصر'' کو خط لکھا کہ:

> ''عرب کے جس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، وہ چھاتا جارہا ہے۔اگر آپ کو اپنا مذہب پیارا ہے اور اُسے بچانے کی فکر ہے تو ابھی مسلمانوں کی فوج پر حملہ کرکے اُسے تَہَس نَہَس کردیں۔ورنہ خطرہ ہے کہ وہ عیسائیت کو بھی ملیامیٹ کردے گا۔ابھی موقع اچھا ہے، کیونکہ آج کل عرب میں قحط پڑا ہوا ہے۔بھوک سے مسلمانوں کا برا حال ہے اور اُن کے جانور مر رہے ہیں۔ایسے میں اگر اُن پر حملہ ہوجائے تو وہ بڑی ہی بے بسی کی موت مریں گے''۔[۶۴]

قیصر کو تو خطرہ تھا ہی کہ اگر مسلمان یہاں تک چڑھ آئے اور اسلام کو ''غلبہ'' حاصل ہوگیا تو صرف ''عیسائیت'' ہی کا جنازہ نہیں نکلے گا، بلکہ اُس کی سلطنت بھی خاک میں مل جائے گی۔

قیصر تو ذہنی طور پر پہلے ہی سے تیار تھا، خط ملتے ہی اُس کے ارادے جوان ہوگئے، چنانچہ اُس نے اپنے ایک کمانڈر کے انڈر میں چالیس ہزار (40,00,0) کا لشکر ملک شام روانہ کیا جہاں غسّانی خاندان کی حکومت تھی اور یہ ایک عیسائی خاندان تھا۔

---

[۶۴] المعجم الکبیر: ۲۳۱/۱۸ (حدیث: ۵۷۷)

اِسی درمیان ملکِ شام کے کچھ تاجر مدینے آئے (جو مدینے میں میدے اور تیل وغیرہ کی تجارت کرتے تھے، چونکہ وہ برابر آتے رہتے تھے، اِس لیے مسلمانوں کو ملکِ شام کی خبر رہا کرتی تھی۔) اُنھوں نے بتایا کہ رومیوں نے بہت بڑی فوج ''شام'' میں اکٹھا کی ہے۔ ہِرَقْل (قیصر) نے اُنھیں سال بھر کی تنخواہ (ایڈوانس) دے رکھی ہے☆ اور اپنے ساتھ کئی عربی قبیلوں کو ملا لیا ہے۔ اُن کے ہَراوَل دستے ''بلقاء'' میں پڑاؤ ڈال چکے ہیں اور ہِرَقْل ''حِمْص'' میں رہ گیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے اُن سے زیادہ خطرناک دشمن کوئی نہیں، کیونکہ اُن کے پاس ہتھیار اور گھوڑے بہت ہیں۔[٦٥]

مسلمانوں کی تیاری

عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ کے بارے میں صاف صاف بتاتے نہیں تھے کہ کب چلنا ہے اور کہاں جانا ہے۔ بس اشارے کنائے میں کچھ کہہ دیا کرتے تھے، تاکہ خبر پھیل کر دشمن تک نہ پہنچ جائے، لیکن اِس بار عادت کے خلاف، آپ نے اعلان عام کر دیا کہ: سب لوگ تیاری میں لگ جاؤ، رومیوں سے جنگ ہے، کیونکہ اِس بار کی جنگ سب سے مشکل جنگ ہوگی۔ ایک تو دوری بہت ہے، دوسرے سخت گرمی کا زمانہ ہے، تیسرے دشمن تعداد میں بہت زیادہ ہے۔ چونکہ یہ ایک لمبا سفر تھا اور بڑی جنگ تھی، اِس لئے اِس کا خرچ بھی زیادہ تھا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دولتمند حضرات سے اللہ کی راہ میں چندے کی اپیل کی۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم نے اِس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مردوں کے علاوہ عورتوں سے بھی جو کچھ بَن پڑا، دیا۔ اُنھوں نے اپنے کنگن، بازوبَند، پایَل، بالیاں، انگوٹھیاں اور پٹّے دیئے تھے۔

اب مدینے سے کوچ کرنے کا وقت تھا۔ لوگ تنگ حال تھے۔ سخت گرمی ہو رہی تھی۔ سوکھا لگ پڑا ہوا تھا، مگر پھلوں کے پکنے کا وقت آ چکا تھا۔ لوگ ایسے موسم میں کہیں

[٦٥] کتاب المغازی: ٣/٨٨٩-٩٩٠ ☆ یا سال بھر کے اناج غلّہ کا انتظام کر دیا ہے۔

اِدھراُدھر جانا پسند نہیں کرتے تھے۔بس پھل کھانے اور درختوں کے سائے میں آرام کرنے سے اُنھیں کام رہتا تھا۔پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر سبھوں نے لبیک کہا اور مدینے سے نکل پڑے۔

اِس لشکر میں منافق اور شک وشبہ والے بھی کچھ لوگ نہیں تھے اور دو چار سچے مسلمان بھی غفلت میں پیچھے رہ گئے۔

جمعرات کے دن،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار(30,00,0)مسلمانوں کا لشکر لے کر آگے بڑھے جس میں دس ہزار(10,00,0)گھوڑے بھی شامل تھے۔ایک ایک اونٹ پر دودو،تین تین آدمی سوار تھے۔مختلف منزلوں سے گزرتے ہوئے آپ تبوک کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا:کل انشاء اللہ دن نکلنے تک تم لوگ تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے،لیکن میرے پہنچنے سے پہلے کوئی اُسے ہاتھ نہ لگائے۔

وہاں پہنچے تو دیکھا کہ چشمے کا شفاف پانی تھوڑا تھوڑا رِس رہا ہے۔لوگوں نے تھوڑا تھوڑا چلو میں لے کر اُسے ایک چھوٹی مَشک میں جمع کردیا،پھر آپ نے اُس میں اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور کلی کی،پھر بچا ہوا پانی چشمے میں اُنڈیل دیا تو چشمہ فوارے کی طرح اُبل پڑا۔لوگوں نے خوب سیر ہوکر پانی پیا۔آپ نے اُس موقع پر حضرت معاذ سے کہا تھا:"لگتا ہے مُعاذ!کہ تم لمبی عمر پاؤ گے تو دیکھو گے کہ یہ وادی باغوں سے بھر چکی ہوگی"۔

پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے اور صبح کے وقت تبوک میں داخل ہوئے۔یہاں پہنچ کر آپ نے خطبہ دیا جس میں خیر اور تقویٰ کی تعلیم دی گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس(20)راتوں تک تبوک میں قیام فرمایا۔اُن دِنوں ہرَقْل(قیصر)"حِمص"میں تھا،مگر اُسے اور اُس کے لشکر کو مسلمانوں کے مقابلے میں آکر جنگ کرنے کی ہمت نہ ہوسکی۔[٦٦]

---

[٦٦] کتاب المغازی:٣/٩٩٠-٩٩١-٩٩٢-٩٩٥-٩٩٦-١٠٠٢-١٠١٢-١٠١٣-١٠١٥-١٠١٦،
سیرۃ ابن ھشام:٤/١٦٩-١٧١-١٨١، =

جنگِ تبوک کی تفصیل پڑھ لینے کے بعد، کسی تبصرہ کے بغیر، یہ سمجھنا آسان ہے کہ اِس جنگ کے حالات عیسائیوں کے بنائے ہوئے تھے، اُنھوں نے ہی مدینے پر حملہ کرنے کی دَعوت عیسائی حکومت کو دی تھی۔ یہ تو تھکے ماندے، بھوکے اور نہتّے مسلمان تھے جو خود کو اور مدینے کو بچانے کے لئے تبوک تک پہنچ گئے تھے۔

❏❏

=تاریخ الطبری: ۳/۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۹-۱۱۹،

الطبقات الکبریٰ: ۲/۱۲۵ + ۱۲۷،

بخاری: کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالک (حدیث: ۴۴۱۸)

مسلم: کتاب التوبۃ: باب حدیث توبۃ کعب بن مالک: (حدیث: ۲۷۶۹)

آٹھواں باب

اسلامی قانونِ جنگ

اسلامی قانونِ جنگ

(۱)......جنگ میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(۲)......(جنگ کے موقع پر) ننگی تلوار لئے مت پھرو۔

(۳)......نوک دار ہتھیار دو اُنگلیوں میں دبائے مت رکھو۔

(۴)......تیر کا پھل پکڑ رکھو۔

---

(۱)......**عن سليمان بن بريدة عن ابيه قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا امّرَ اميرا علىٰ جيش او سريَّةٍ، اوصاه فى خاصّتهٖ بتقوى اللّٰه ومن معهٗ من المسلمين خيراً .**

(حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی لشکر کا سپہ سالار یا کسی دستے کا ذمہ دار بناتے تو اُسے خاص طور سے نصیحت کرتے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور اپنے مسلمان ساتھیوں کی خیر خواہی کرنا۔)

مسلم: کتاب الجہاد / باب تامیر الامام الامراء علی البعوث (حدیث:۱۷۳۱)

ابوداؤد: کتاب الجہاد / باب فی دعاء المشرکین (حدیث:۲۶۱۲)

ترمذی: کتاب السیر / باب ماجاء فی وصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القتال (حدیث:۱۶۱۷)

ابن ماجہ: کتاب الجہاد / باب وصیۃ الامام (حدیث:۲۸۵۷)

مسند الدارمی: کتاب السیر / باب فی الدعوۃ الی الاسلام قبل القتال (حدیث:۲۵۹۹)

مصنّف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر / فی دعاء المشرکین قبل ان یقاتلوا (حدیث:۳۳۰۴۴)

صحیح ابن حبّان: کتاب السیر / باب الخروج وکیفیۃ الجہاد (حدیث:۴۷۴۶)

(۲)......**عن جابر ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم نهى ان يُتعاطٰى السيفُ مسلولاً.**

(حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگی تلوار لئے رہنے سے منع فرمایا ہے۔)

ابوداؤد: کتاب الجہاد / باب فی النہی ان یتعاطی السیف مسلولاً (حدیث:۲۵۸۸)

مسند الامام احمد: ۲۲۹/۴ (حدیث:۱۳۷۸۹)

(۳)......**عن سمرة بن جندب ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى ان يُقَدَّ السير بين اصبعين.**

(حضرت سَمُرہ بن جُندُب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوک دار ہتھیار کو دو انگلیوں میں دبائے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔)

ابوداؤد: کتاب الجہاد / باب فی النہی ان یُقَدَّ السیر بین اصبعین (حدیث:۲۵۸۹)

(۴)......**عن ابى موسىٰ عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: اذا مرَّ احدكم** =

(۵)......میدانِ جنگ کی طرف بڑھتے ہوئے شوروغوغا مت کرو۔
(۶)......علاقوں سے گذرتے ہوئے، چڑھتے اُترتے؛''اللہ اکبر''اور''سبحان اللہ'' پڑھتے رہو۔
(۷)......کسی منزل پر پڑاؤ ڈالو تو اِس طرح اِدھر اُدھر نہ پھیل جاؤ کہ راستے تنگ ہوجائیں اور پبلک کا چلنا پھرنا دشوار ہوجائے۔

= فی مسجدنا اوفی سوقنامعه نبل فلیمسک علی نصالهااو قال :فلیقبض کفه او قال فلیقبض بکفه ان یصیب احدا من المسلیمن.
(حضرت ابوموسیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تم میں کا کوئی تیر لے کر ہماری مسجد یا بازار سے گزرے تو اُسے تیر کا پھل اپنی ہتھیلی سے تھامے رہنا چاہئے کہ کہیں کسی مسلمان کو لگ نہ جائے۔)
سنن ابی داوٗد: کتاب الجہاد، باب فی النبل یدخل بہ فی المسجد (حدیث:۲۵۸۶)
(۵)......عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللّٰہ عنه قال کنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فکنا اذا اشرفنا علی واد هللنا و کبرنا ارتفعت اصواتنا فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم :یاایها الناس اربعوا علیٰ انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولاغائبا انه معکم انه سمیع قریب تبارک اسُمُه وتعالیٰ جده.
(ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم ایک وادی پر چڑھے تو ہم نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور تکبیر کہی تو ہماری آوازیں گونج اُٹھیں۔ اِس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: لوگو! قابو رکھو! کیونکہ تم نہ تو کسی بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ کسی غائب کو، بے شک وہ (اللہ) تمھارے ساتھ ہے۔ بے شک وہ سننے والا قریب ہے۔ اُس کا نام برکت والا اور اُس کی بزرگی بڑی ہے۔)
بخاری: کتاب الجہاد: باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر (حدیث:۲۹۹۲)
(۶)......عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنه قال: کنا اذا صعدنا کبّرنا و اذانزلناسبّحنا.
(جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم کسی وادی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح پڑھتے۔) بخاری: کتاب الجہاد، باب التسبیح اذا ھبط وادیاً (حدیث:۲۹۹۳)
......عن جابر رضی اللّٰہ عنه قال: کنااذاصعدنا کبّرنا و اذاتصوبناسبّحنا.
(جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم اوپر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح پڑھتے۔) بخاری: کتاب الجہاد، باب التسبیح اذا ھبط وادیاً (حدیث:۲۹۹۴)
(۷)......ابوثعلبه الخشنی رضی اللّٰہ عنه قال : کان الناس اذانزلوامنزلاً تفرقوا فی الشعاب والاودیة فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان تفرقکم فی هذه الشعاب والاودیة انما ذلکم من الشیطان فلم ینزلوا بعد ذلک منزلا الاانضم بعضهم الی بعض حتی یقال لو بسط علیهم ثوب لعمّهم.=

(۸)......علاقے کے کسی جانور کو پکڑ کر اُس کا دودھ نہ دوہ لو، پہلے تین بار اعلان کرو، اگر اُس جانور کا مالک آجائے تو اُس سے اجازت لو اور دودھ دوہ کر پی لو، مگر جانور کو ڈھومت لے جاؤ۔

= (ابوثعلبہ خُشَنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: لوگوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تھا تو گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر گئے تھے، اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمھارا اِن گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جانا شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر اُس کے بعد جب بھی لوگوں نے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا تو اِس طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھتے کہ کہا جاتا کہ اگر اُن پر ایک چادر تان دی جائے تو سب کو ڈھانپ لے۔)

سنن ابی داوٗد: کتاب الجہاد/ باب مایؤمر من انضمام العسکر (حدیث:۲۶۲۸)

مسند الامام احمد: ۲۱۵/۵ (حدیث: ۱۷۲۸۲)

المستدرک: کتاب الجہاد: (حدیث: ۲۵۴۰)

عن سهل بن معاذ بن انس الجهني عن ابيه قال :غزوت مع نبي اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم غزوة كذا و كذا فضيّق الناس المنازل وقطعوا الطريق ،فبعث نبي اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم منادِيا في الناس ان من ضيّق منزلا اَوقطّع طريقاً فلاجهاد لهٗ ۔

(حضرت سہل بن مُعاذ بن انس جُہَنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا: میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِس اِس طرح جنگ کی (ایک مرتبہ پڑاؤ ڈالا) تو لوگوں نے علاقے تنگ کر دیئے اور راستے بند کر دیئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلان کرنے والے کو لوگوں میں بھیجا کہ بے شک جس نے علاقہ تنگ کر دیا اور راستہ بند کر دیا، اُس کا کوئی جہاد نہیں۔

سنن ابی داوٗد: کتاب الجہاد/ باب مایؤمر من انضمام العسکر (حدیث:۲۶۲۹)

(۸)......**عن سمرة بن جندب ان نبي اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:اذااتى احدكم على ماشية فان كان فيهاصاحبها فليستأذنه فان اذن له فليحلب وليشرب فان لم يكن فيها فليصوت ثلاثا فان اجابه فليستأذنه الافليحتلب وليشرب ولايَحملُ.**

سنن ابی داوٗد: کتاب الجہاد/ باب فی ابن السبیل یاکل من التمر (حدیث:۲۶۱۹)

(حضرت سَمُرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں کا کوئی کسی جانور کو پائے تو اگر جانور کا مالک وہاں موجود ہو تو اُس سے اجازت لینی چاہیئے۔ اگر اجازت ہو تو دودھ دوہے اور پیئے۔ اگر مالک وہاں موجود نہ ہو تو تین مرتبہ آواز لگائے، اگر جواب آئے تو اجازت لے کر صرف دوہے اور پیئے، جانور کو ڈھونہ لے جائے۔)

(۹)......جنگ کے علاقے میں پہنچ کر، دشمن کو دیکھ کر، نعرۂ تکبیر بلند کرو۔

(۱۰)......شبخون مت مارو......رات میں سوتے ہوئے دشمن پر حملہ مت کرو، بلکہ صبح کا انتظار کرو، پھر حملہ کرو۔

(۱۱)......دن نکلتے وقت جنگ نہ ہوسکے تو پھر دوپہر (سورج ڈھلنے) کے بعد جنگ کرنی چاہیے۔

(۱۲)......ہوا چلنے اور بارش ہونے پر جنگ کرنی چاہیے۔

---

(۹)......عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال صبّح النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خیبر وقدخرجوا بالمساحی علی اعناقھم فلمارأوہ قالوا: محمد والخمیس، محمد والخمیس فلجئوا الی الحصن فرفع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدیہ وقال: اللّٰہ اکبر.

(انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صبح کے وقت خیبر میں پہنچے، جبکہ خیبر کے یہودی اپنے کاندھوں پر کُدال رکھے ہوئے، گھروں سے باہر نکل چکے تھے۔ جب اُنھوں نے آپ کو دیکھا تو چیخ پڑے کہ محمد لشکر لے کر آ گئے۔ محمد لشکر لے کر آ گئے، پھر وہ قلعہ میں پناہ لینے کو دوڑے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے کہا: ''اللہ اکبر''۔) بخاری: کتاب الجہاد/ باب التکبیر عند الحرب (حدیث: ۲۹۹۱)

(۱۰)......عن انس رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج الیٰ خیبر فجاء ھالیلاً — وکان اذا جاء قوما بلیل لایغیر علیھم حتی یصبح .الخ

(انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا سفر کیا تو رات کے وقت وہاں پہنچے، جب آپ کسی قوم کے پاس رات کے وقت پہنچتے تو صبح ہونے تک اُن پر حملہ نہ کرتے۔)

بخاری: کتاب الجہاد/ باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الناس الی الاسلام (حدیث: ۲۹۴۵)
ترمذی: کتاب السیر/ باب فی البیات والغارات (حدیث: ۱۵۵۰)
الموطأ: کتاب الجہاد/ باب ماجاء فی الخیل والمسابقۃ (حدیث: ۴۸)
صحیح ابن حبان: کتاب السیر/ باب الخروج وکیفیۃ الجہاد (حدیث: ۴۷۵۳)

......عن حُمَیدقال سمعت انساً رضی اللّٰہ عنہ یقول کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا غزا قوماً لم یغر حتی یُصبِح.

(حُمید کہتے ہیں کہ میں نے اُنس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے جنگ کرتے تو صبح سے پہلے اُن پر حملہ نہ کرتے۔)

بخاری: کتاب الجہاد/ باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الناس الی الاسلام (حدیث: ۲۹۴۳)
صحیح ابن حبان: کتاب السیر/ باب الخروج وکیفیۃ الجہاد (حدیث: ۴۷۵۲)

(۱۲،۱۱)......ان النعمان یعنی ابن مقرِزقال شھدت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم=

(۱۳)......اللہ کا نام لے کر میدانِ جنگ میں اُترو۔

(۱۴)...... جنگ کے وقت چیخ پکار مت مچاؤ۔

=اذالم يقاتل من اول النهار اخر القتال حتى تزول الشمس وتهب الرياح وينزل المطر.

(حضرت نعمان بن مُقرِز کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا۔ جب آپ دن کے شروع حصے میں جنگ نہ کر پاتے تو آپ جنگ ٹال دیتے، یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا، ہوائیں بہنے لگتیں اور بارش آجاتی۔

ترمذی: کتاب السیر / باب ماجاء فی الساعة التی یستحب فیھا اللقاء (حدیث:۱۶۱۳)
سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/ باب فی ای وقت یستحب اللقاء (حدیث:۲۶۵۵)
المستدرک: کتاب الجہاد (۲۵۴۶)
صحیح ابن حبان: کتاب السیر / باب الخروج وکیفیة الجہاد (حدیث:۴۷۶۳)
بخاری: کتاب الجہاد/ باب کان النبی ﷺ اذا لم یقاتل اول النہار (حدیث:۲۹۶۵)
مصنف ابن ابی شیبة: کتاب السیر / فی قتال العدو ای ساعة تستحب (حدیث:۳۳۰۷۱)

(۱۳)......حدثنی انس بن مالک ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: انطلقوا باسم الله وبالله وعلىٰ ملة رسول الله.

(حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کا نام لے کر، اللہ کی مدد کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملّت پر قدم جما کر (جنگ کے لئے) چلو۔

......عن سليمان بن بريدة عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: اغزوا باسم الله وفى سبيل الله وقاتلوا من كفر بالله. الخ

(سلیمان بن بُریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کا نام لے کر، اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے جنگ کرو۔)

مسلم: کتاب الجہاد/ باب تامیر الامام الامراء علی البعوث (حدیث:۱۷۳۱)
سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/ باب فی دعاء المشرکین (حدیث:۲۶۱۳، ۲۶۱۴)
ابن ماجہ: کتاب الجہاد/ باب وصیة الامام (حدیث:۲۸۵۸)
المؤطا: کتاب الجہاد/ باب النہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو (حدیث:۱۱)
مسند الدارمی: کتاب السیر / باب وصیة الامام السرایا (حدیث:۲۵۹۶)
مسند الامام احمد: ۲۸۸/۵، ۲۸۹ (حدیث:۱۷۶۲۸، ۱۷۶۳۱)

(۱۴)......عن قيس بن عبادة قال كان اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم يكرهون الصوت عند القتال. (حضرت قیس بن عُبادہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جنگ کے وقت شور کو ناپسند کرتے تھے۔)

ابوداؤد: کتاب الجہاد/ باب فیما یؤمر بہ من الصمت (حدیث:۲۶۵۶)
المستدرک: کتاب الجہاد/ (حدیث:۲۵۴۳، ۲۵۴۴)......
الکتاب المصنف: کتاب السیر // رفع الصوت فی الحرب (حدیث:۳۳۴۰۹) =

(۱۵)......جنگی چال جائز ہے۔

(۱۶)......دشمن پر پہلے تیر برساؤ، جب وہ چاروں طرف سے تمھیں گھیر لیں تب تلوار چلاؤ۔

(۱۷)......عورتوں کوقتل مت کرو۔

= عن عبداللّٰہ بن عَمُرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتمنّوا لقاء العدو وسلوا اللّٰہ العافیۃ فان لقیتموھم فاثبتوا واذکروا اللّٰہ فان اجلبوا اوصیّحوا فعلیکم الصمت.

(حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دشمن سے مُڈبھیڑ ہونے کی تمنامت کرواور اللہ سے عافیت مانگو،اگرتمھاری اُن سے مُڈبھیڑ ہوتو ثابت قدم رہواور اللہ کا ذکر کرو۔اگروہ چیخیں چلاّئیں توتم خاموش ہی رہو۔)

الکتاب المصنف: کتاب السیر/رفع الصوت فی الحرب(حدیث:۳۳۴۰۷،۳۳۴۱۱)

(۱۵)......عن عمرو سمع جابربن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہماقال،قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:الحرب خدعۃ.

(جابربن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جنگ دھوکا ہے۔)

بخاری: کتاب الجہاد/باب الحرب خدعۃ(حدیث:۳۰۲۸،۳۰۲۹،۳۰۳۰)

مسلم: کتاب الجہاد/باب جواز الخداع فی الحرب(حدیث:۱۷۳۹،۱۷۴۰)

ترمذی: کتاب الجہاد/باب ماجاء فی الرخصۃ فی الکذب(حدیث:۱۶۷۵)

ابوداؤد: کتاب الجہاد/باب المکرّ فی الحرب(حدیث:۲۶۳۶،۲۶۳۷)

ابن ماجہ: کتاب الجہاد/باب الخدیعۃ فی الحرب(حدیث:۲۸۳۳،۲۸۳۴)

مسندالامام احمد:۴/۷۹(حدیث:۱۲۹۲۸،۱۲۹۲۹)

(۱۶)......عن مالک بن حمزۃ بن ابی اُسَید الساعدی عن ابیہ عن جدہٖ قال:قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم بدراذا اکثبوکم فارموھم بالنبل ولا تسلّوا السیوف حتی یغشوکم.

(ابوسعید ساعدی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب دشمن تمھارے قریب آئیں تو اُن پر تیر چلاؤاور تلواراُس وقت تک نہ نکالو جب تک وہ تمھیں گھیر نہ لیں۔)

سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/باب فی سل السیوف عند اللقاء(حدیث:۲۶۶۴)

المستدرک: کتاب الجہاد(حدیث:۲۴۷۱)

بخاری: کتاب الجہاد/باب التحریض علی الرمی(حدیث:۲۹۰۰)

(۱۷)......عن ابن عمر رضی اللہ عنہماقال وُجدت امرأۃ فی بعض مغازی رسول اللّٰہ فنھیٰ رسول اللّٰہ عن قتل النساء والصبیان.

(۱۸)......لاچار بوڑھوں کو قتل مت کرو۔

(۱۹)......دودھ پیتے بچوں اور چھوٹے لڑکوں کو قتل مت کرو۔

......(ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض جنگوں میں ایک عورت قتل کی ہوئی پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا۔)

بخاری: کتاب الجہاد/ باب قتل النساء فی الحرب (حدیث:۳۰۱۵)

مسلم: کتاب الجہاد/ باب تحریم قتل النساء والصبیان فی الحرب (حدیث:۱۷۴۴)

ابوداؤد: کتاب الجہاد/ باب فی قتل النساء (حدیث:۲۶۶۸)

ترمذی: کتاب السیر/ باب ماجاء فی النہی عن قتل النساء والصبیان (حدیث:۱۵۶۹)

ابن ماجہ: کتاب الجہاد/ باب الغارۃ والبیات وقتل النساء والصبیان (حدیث:۲۸۴۱)

الموطا: کتاب الجہاد/ باب النہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو (حدیث:۹)

مسند الدارمی: کتاب السیر/ باب فی النہی عن قتل النساء والصبیان (حدیث:۲۶۱۹)

صحیح ابن حبان: کتاب السیر/ باب الخروج وکیفیۃ الجہاد (حدیث:۴۷۹۲)

مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/ من ینھیٰ عن قتلہٖ فی دار الحرب (حدیث:۳۳۱۰۲)

(۱۸)......حدثنی انس بن مالک ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: انطلقوا باسم اللّٰہ وباللّٰہ وعلیٰ ملۃ رسول اللّٰہ، ولاتقتلوا شیخا فانیا الخ

(حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر، اللہ کی مدد کے ساتھ اور رسول اللہ کی ملت پر قدم جما کر (جنگ کے لئے) چلو اور کسی لاچار بوڑھے کو قتل نہ کرو، مختصر

ابوداؤد: کتاب الجہاد/ باب فی دعاء المشرکین (۲۶۱۴)

الکتاب المصنف: کتاب السیر/ من ینھیٰ عن قتلہٖ فی دار الحرب (۳۳۱۰۸)

......عن راشد بن سعد قال: نھی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء والذریۃ والشیخ الکبیر لاحِراک بہٖ.

(راشد بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں، بچوں اور اُس بوڑھے کے قتل سے روکا ہے جس میں کوئی سَکَت نہ ہو۔)

مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/ من ینھیٰ عن قتلہٖ فی دار الحرب (۳۳۱۲۵)

(۱۹)......عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اغزوا باسم اللّٰہ وفی سبیل اللّٰہ وقاتلوا من کفر باللّٰہ، اغزوا ولاتغدروا ولاتغُلّوا ولاتمثلوا ولاتقتلوا ولیدا.

(سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ کا نام لے کر، اللہ کی مدد کے ساتھ لڑو اور کافروں سے جنگ کرو۔ دھوکا دھڑی مت کرو۔ خیانت مت کرو۔ مثلہ مت بناؤ اور کسی دودھ پیتے بچے کو قتل مت کرو۔) =

=مسلم: کتاب الجہاد/ باب تامیر الامام الامراء علی البعوث (حدیث:۱۷۳۱)
ابوداؤد: کتاب الجہاد/ باب فی دعاء المشرکین (حدیث:۲۶۱۳)
ابن ماجہ: کتاب الجہاد/ باب وصیۃ الامام (حدیث:۲۸۵۷، ۲۸۵۸)
المؤطا: کتاب الجہاد/ باب النہی عن قتل النساء (حدیث:۹)
مسند الدارمی: کتاب السیر/ باب وصیۃ الامام السّرایا (حدیث:۲۵۹۶)
مسند الامام احمد: ۲۸۹،۲۸۸/۵ (حدیث:۱۷۶۲۸، ۱۷۶۳۱)
مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/ من ینہی عن قتلہ فی دار الحرب (حدیث:۳۳۱۰۲)
المعجم الکبیر:۲/ ۳۱۳ (حدیث:۲۳۰۴، ۲۳۰۵)

عن سليمان بن بريدة عن ابيه قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا بعث سرية اوجيشا قال: لاتقتلوا وليداً.

(حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر یا دستے کو بھیجتے تو بتاتے کہ کسی دودھ پیتے بچے کو قتل مت کرنا۔ (الکتاب المصنف: کتاب السیر/ من ینہی عن قتلہ فی دار الحرب (حدیث:۳۳۱۰۶)

......**عن صفوان بن عسّال ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان اذا بعث سرية قال: لاتقتلوا وليداً.**

(حضرت صفوان بن عسال سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی دستے کو بھیجتے تو کہتے کہ کسی دودھ پیتے بچے کو قتل مت کرنا۔)

(مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/ من ینہی عن قتلہ فی دار الحرب (۳۳۱۲۶)

حدثنى انس بن مالك ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: انطلقوا باسم اللّٰه وباللّٰه وعلىٰ ملة رسول اللّٰه، ولاتقتلوا شيخا فانيا ولا طفلاً ولاصغيراً ولاامرأةً ولاتغلّوا وضموا غنائمكم واصلحوا واحسنوا ان اللّٰه يحب المحسنين.

(سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/ باب فی دعاء المشرکین (حدیث:۲۶۱۴)

(حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر، اللہ کی مدد کے ساتھ اور رسول اللہ کی ملت پر قدم جما کر (جنگ کے لئے) چلو، نہ کسی لاچار بوڑھے کو قتل کرو، نہ کسی بچے کو نہ کسی چھوٹے لڑکے کو اور نہ کسی عورت کو، خیانت مت کرو، غنیمت کا سارا مال جمع کرو، اصلاح اور بھلائی کرو بے شک اللہ بھلائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔)

(۲۰)......عن سمرة بن جندب ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: اقتلوا شيوخ المشركين واستحيوا شرخهم والشرخ الغلمان الذين لم ينبتوا.

(حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: مشرکین کے (چالیس سالہ) کڑیل جوانوں کو قتل کرو اور اُن کے نابالغوں کو جنھیں بال نہیں اُگے ہیں، چھوڑ دو۔) =

(۲۱)......مزدور کو قتل مت کرو۔

(۲۲)......نوکر کو قتل مت کرو۔

(۲۳)......گرجا گھر میں رہنے والوں (مذہبی پیشواؤں) کو قتل مت کرو۔

=ترمذی: کتاب السیر/ماجاء فی النزول علی الحکم (حدیث:۱۵۸۳)
ابوداؤد: کتاب الجہاد/باب فی قتل النساء (حدیث:۲۶۰۷)
مسند الامام احمد:۶۴۰/۵ (حدیث:۱۹۶۳۲)۶۵۲/۵ (حدیث:۱۸/۹۱۹۷)
السنن الکبریٰ: کتاب السیر/باب قتل من لاقتال فیہ من الکفار جائز (حدیث:۱۸۱۶۴)
مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/من رخص فی قتل الولدان والشیوخ (حدیث:۳۳۱۲۸)

(۲۱)......**عن جده رباح بن ربيع قال : كنا مع رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم فى غزوة فرأى الناس مجتمعين على شئ فبعث رجلاً فقال:انظر علام اجتمع هؤلاء .فجاء فقال:على امرأة قتيل فقال :ماكان هٰذه لتقاتل ، قال وعلى المقدمة خالد بن الوليد فبعث رجلاً فقال :قل لخالد لايقتلن امرأة ولاعسيفاً.**

(حضرت رَباح بن رَبیع سے روایت ہے کہ: ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں تھے۔آپ نے کسی چیز کے اِرد گرد لوگوں کی بھیڑ دیکھی تو آپ نے ایک آدمی کو یہ کہہ کر بھیجا کہ: دیکھو کس چیز پر لوگوں نے بھیڑ لگا رکھی ہے؟ اُس آدمی نے آکر جواب دیا: ایک قتل کی ہوئی عورت پر۔آپ نے فرمایا: یہ عورت اِس لائق نہیں کہ اُس سے جنگ کی جائے۔راوی کہتا ہے کہ ہراوَل دستے کے نگراں خالد بن ولید تھے تو آپ نے ایک آدمی کے ذریعے اُنھیں کہلا بھیجا کہ: خالد سے کہہ دو، وہ ہرگز کسی عورت کو قتل کرے اور نہ کسی مزدور کو۔)

ابوداؤد: کتاب الجہاد/باب فی قتل النساء (حدیث:۲۶۶۹)
ابن ماجہ: کتاب الجہاد/باب الغارۃ والبیات وقتل النساء والصبیان (حدیث:۲۸۴۲)
المستدرک: کتاب الجہاد (حدیث:۱۹۰)
صحیح ابن حبان: کتاب السیر/باب الخروج وکیفیۃ الجہاد (حدیث:۴۷۹۶)
مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/من ینہی عن قتلہ فی دار الحرب (حدیث:۳۳۱۰۷)

(۲۲)......**عَنْ اَيُّوبَ قال حدثنى رجل خدم النبى صلى الله عليه وسلم بمنى عن ابيه قال : كنت فى سرية بعثها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فنهانا عن قتل الوصفاء والعسفاء.**

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں اُس ٹکڑی میں شریک تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا تھا تو آپ نے خدمت گذار لڑکوں اور مزدوروں کو قتل کرنے سے منع کیا۔)

مسند الامام احمد:۴۲۲/۴ (حدیث:۱۴۹۹۴)
السنن الکبریٰ: کتاب السیر/باب ترک قتل من لاقتال فیہ (حدیث:۱۸۱۵۸)
مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/من ینہیٰ عن قتلہ فی دار الحرب (حدیث:۳۳۱۰۴)

(۲۳)......**عن ابن عباس ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان اذا بعث جيوشه =**

(۲۴)......مقتول کے کسی عضو کو بیکار (مُثلَہ) مت کرو۔

(۲۵)......دشمن کو آگ میں نہ جلانا۔

=قال: لاتقتلوا اصحابَ الصوامع.

(ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے لشکر کو روانہ کرتے تو کہتے: گرجا گھروں میں رہنے والوں کو قتل مت کرنا۔)

مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر / من ینہی عن قتلہ فی دار الحرب (حدیث: ۳۳۱۲۲)

مسند الامام احمد: ۱/۲۹۴ (حدیث: ۲۷۲۳)

السنن الکبریٰ: کتاب السیر / باب ترک قتل من لاقتال فیہ

اتحاف السادۃ: کتاب الجہاد / باب النہی عن قتل النساء (حدیث: ۵۱۰۵)

مسند ابی یعلی: ۴/۴۲۲ (حدیث: ۲۵۴۹)

(۲۴)......عن الهيّاج بن عمران......فأتيت سمرة بن جُندب فسألته فقال: كان نبی اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يحثناعلى الصدقة وينهانا عن المثلة ،فأتيت عمران بن حصين فقال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يحثناعلى الصدقة وينهاناعن المثلة.

(ہیّاج بن عمران کہتے ہیں کہ سمرہ بن جندب نے میرے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ دینے پر اُبھارتے اور ہمیں مُثلہ کرنے (کسی عضو کو بیکار کرنے) سے روکتے۔ پھر میں عمران بن حُصَین کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے بھی کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ پر اُبھارتے اور مُثلہ سے روکتے۔) (سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد / باب فی النہی عن المثلۃ (حدیث: ۲۶۶۷)

......عن المغيرة بن شعبة قال: نهٰى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن المثلة.

(حضرت مغیرہ بن شُعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مثلہ کرنے سے روکا۔) (مسند الامام احمد: ۵/۲۹۹ (حدیث: ۱۷۸۶۸)

......عن عمران بن حصين قال: ماخطبنارسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم خطبةً الاامرنابالصدقة و نهاناعن المثلة.

(حضرت عمران بن حُصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جب بھی خطبہ دیا تو ہمیں صدقہ کا حکم دیا اور مُثلہ سے روکا۔)

(مسند الامام احمد: ۵/۵۹۳ (حدیث: ۱۹۳۵۶، ۱۹۳۵۷)

(۲۵)......عن ابی هريرة رضى اللّٰه عنه قال: بعثنارسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فی بعث فقال اِن وجدتم فلاناوفلانافاحرقوهمابالنار،ثم قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حين اردنا الخروج :انی امرتكم ان تحرقوافلاناوفلانابالنار،وان النار لايعذب بها الااللّٰه ، فان وجدتموهمافاقتلوهما.=

= (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ بھیجا تو کہا: فلاں فلاں کو آگ میں جلا دینا، پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو کہا: میں نے تمھیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو آگ میں جلانا۔ بے شک آگ کا عذاب صرف اللہ دیتا ہے، لھذا اگر تم اُن دونوں کو پانا تو اُنھیں قتل کرنا۔)

بخاری: کتاب الجہاد/ باب لایعذّب بعذاب اللہ (حدیث:۳۰۱۶)
مسند الدارمی: کتاب السیر/ باب فی النہی عن التعذیب بعذاب اللہ (حدیث:۲۶۱۸)
مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/ من نھی عن التحریق بالنار (حدیث:۳۳۱۳۲)

......**حدثنی محمدبن حمزة الاسلمی عن ابیه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم امرّہ علی سریة ،قال فخرجت فیھاوقال ان وجدتم فلانافاحرقوہ بالنار فولّیت فنادانی فرجعت الیه فقال ان وجدتم فلانافاقتلوہ ولاتحرقوہ فانه لایعذب بالنار الاربّ النار.**

(حضرت حمزہ اسلمی سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں ایک دستے کا امیر بنایا۔ میں اُس دستے کو لے کر چلا تو آپ نے فرمایا: اگر تم فلاں کو پانا تو اُسے آگ میں جلا دینا۔ جب میں کچھ آگے بڑھا تو آپ نے مجھے پکارا۔ میں لوٹ کر آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم فلاں کو پانا تو اُسے قتل کرنا، جلانا مت۔ کیونکہ آگ کا عذاب صرف آگ کا رب ہی دیتا ہے۔)

ابوداؤد: کتاب الجہاد/ باب فی کراھیۃ حرق العدو بالنار (حدیث:۲۶۷۳)
ترمذی: کتاب السیر/ باب (حدیث:۱۵۷۱)
مسند احمد: ۳/۷، ۲۰۷ (حدیث: ۸۲۵۶، ۹۵۳۴)
مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/ من نھی عن التحریق بالنار (حدیث:۳۳۱۳۴)

(۲۶)......عن ابی عبیدقال: کنامع عبدالرحمٰن بن سمرة بکابل فاصاب الناس غنیمة فانتھبوھافقام خطیبا فقال :سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ینھی عن النُھبٰی فردوامااخذوا فقسمهٗ بینھم.

(ابوعُبَید کہتے ہیں کہ: ہم لوگ عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ (ایک جنگ میں) کابل میں تھے۔ لوگوں نے مالِ غنیمت پایا تو اُسے لوٹنے لگے تو آپ اُٹھے اور خطبہ دیتے ہوئے کہنے لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ لوٹ مار سے روک رہے ہیں۔ تب لوگوں نے لوٹ کا مال واپس کر دیا۔ پھر اُنھوں نے اُس مالِ غنیمت کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔) سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/ باب فی النہی عن النہبیٰ (۲۷۰۳)

......**عن رجل من الانصارقال :خرجنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی سفرفاصاب الناس حاجة شدیدة وجھد واصابوا غنما فانتھبوھا،فان قدورنالتغلی اذاجاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یمشی علی قوسهٖ فاکفأ قدورنابقوسهٖ ثم جعله یرَمّل اللحم بالتراب ثم قال ان النھبة لیسب باحل من المیتته او ان المیتة لیست باحل من النھبة.** =

(۲۷)...... پھلدار درختوں کو نہ جلانا نہ کاٹنا۔

(۲۸)...... عبادتخانے کو مت ڈھانا۔

(۲۹)...... مذہبی پیشوا کو عبادتخانے سے باہر مت کرنا۔

(۳۰)...... مذہبی معاملے میں غیر مذہب والوں کے ساتھ زبردستی مت کرنا۔

= (ایک انصاری مرد کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو لوگوں کو سخت بھوک اور تھکاوٹ کا احساس ہوا۔ اُنھوں نے کچھ بکریاں دیکھ کر لوٹ لیں (اُنھیں ذبح کر کے پکانے لگے۔) بے شک ہماری ہانڈیاں جوش مار رہی تھیں کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے (جو اپنی کمان لئے چل رہے تھے۔) تو ہماری ہانڈی کو اپنی کمان کے ذریعے الٹ دیا۔ پھر فرمایا: بے شک لوٹ کا مال مردار سے کچھ زیادہ حلال نہیں۔ یا فرمایا: بے شک مردار لوٹ کے مال سے کچھ زیادہ حلال نہیں۔)

(سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد، باب النہی عن النہبیٰ (حدیث:۲۷۰۵)

عن ثعلبة بن الحكم رضی اللّٰه عنه قال سمعت رسو ل ا للّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول النهبة لاتحل فاكفئوا القدور.

(ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوٹ کا مال حلال نہیں۔ لھذا اپنی ہانڈیاں الٹ دو۔) (المستدرک: کتاب قسم الفئ (حدیث:۱۹)

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهماقال :قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:ليس منامن انتهب اوسلب او اشار بالسلب .

(ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہمارا نہیں جس نے لوٹا یا چھینا یا چھیننے کا اشارہ کیا۔) (المستدرک: کتاب قسم الفئ (حدیث:۲۱)

(۲۷)......عن ثوبان مولی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم انه سمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول :من قتل صغيرا او كبيرا او اَحرق نخلا او قطع شجرة مثمرة او ذبح شاة لِاِهابها لم يرجع كفافا.

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے نابالغ یا بوڑھے کو قتل کیا یا درخت جلایا یا کسی پھلدار درخت کو کاٹا یا کھال لینے کے لئے کسی بکری کو ذبح کیا تو اُسے جہاد کا ثواب ملنے والا نہیں۔)

(مسند الامام احمد:۶/۳۷۱ (حدیث:۲۱۸۶۳)

(۳۰،۲۹،۲۸)......عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهماقال صالح رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اهل نجران علی الفی حلة فذكر الحديث كمامضی قال فيه علی ان لاتهدم لهم بيعة ولايخرج لهم قس ولايفتنون عن دينهم مالم يحدثوا اويا كلوا الربا. =

(۳۱)...... جب جنگ سے لوٹو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو اور اُس کا ذکر کرو۔

= ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران سے اِس وعدے کے ساتھ صلح کر لی کہ اُن کی عبادت گاہ نہ ڈھائی جائے گی، نہ اُن کے پادری کو نکالا جائے گا اور نہ مذہبی معاملے میں اُن کے ساتھ زبردستی کی جائے گی، جب تک کوئی نئی بات پیدا نہ کریں اور سود نہ کھائیں۔

(السنن الکبریٰ: کتاب السیر / باب لاتھدم لھم کنیسۃ ولابیعۃ (حدیث: ۲۰۳/۹)

(۳۱)......عن عبدالله رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذاقَفَل کبّر ثلاثا؟ قال: آیبون ان شاء الله تائبون ،عابدون ،حامدون لربّنا ساجدون ،صدق الله وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده۔

(عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ سے لوٹتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر پڑھتے: ہم انشاء اللہ لوٹنے والے ،توبہ کرنے والے ،عبادت کرنے والے ،حمد کرنے والے اور اپنے رب کو سجدہ کرنے والے ہیں۔اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا،اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا مخالف جتھوں کو شکست دی۔

بخاری: کتاب الجہاد/ باب مایقول اذا رجع من الغزو (حدیث: ۳۰۸۴)

مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر / الراجع من سفرہ مایقول (حدیث: ۳۳۶۱۶، ۳۳۶۲۲)

❐❐

نواں باب

امان کا قانون

- معاہدہ توڑنا خطرناک جرم
- معاہدے کی پابندی

اَمان کا قانون

اسلام کے قانونِ جنگ میں ایک ''اَمان'' کا بھی قانون ہے۔

امان کا مطلب ہے: جب اسلامی فوج دشمن کو گھیر لے، یا جنگ کا ماحول ہو ایسے میں کوئی کافر ہتھیار ڈال دے، ہاتھ اٹھا دے اور ظاہر کر دے کہ اب وہ اُن کے خلاف لڑنے والا نہیں اور وہ اُن کے دین کو سمجھنا چاہتا ہے، لھٰذا اُسے امان دی جائے تو اُسے امان دے دی جاتی ہے اور اُس کے جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے۔

یا ایسے ماحول میں کوئی مسلمانوں سے یا مسلمانوں کے امیر سے امان مانگے تو اُس ایک مسلمان کے کہنے پر بھی کافر کو امان دی جائے گی۔قرآن اور حدیث دونوں میں اِس قانون کا ذکر آیا ہے۔قرآن میں ہے:-

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ [التوبۃ:٦]

اور اگر کوئی مشرک تجھ سے امان مانگے تو اُسے امان دے دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام (قرآن) سنے، پھر (اگر وہ ایمان نہ لائے تو) اُسے اُس کی قوم میں واپس بھیج دو (تا کہ وہ اس سلسلے میں اچھی طرح غور کر لے) یہ سب اِس لئے ہے کہ وہ لوگ نہیں جانتے (کہ اللہ کا دین کیا ہے، لھٰذا اُنھیں قرآن سننا ضروری ہے تا کہ وہ جان لیں۔)

حدیث میں ہے:-

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنَ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ ......وَاِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَجْعَلْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهٖ وَلٰكِنِ اجْعَلْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ اَصْحَابِكَ.

(سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم قلعہ والوں کو گھیر لو تو وہ تم سے اپنے لئے اللہ اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لینا چاہیں تو اُنھیں نہ اللہ کی پناہ دو اور نہ اپنے نبی کی۔ ہاں اُنھیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی پناہ دو۔ مختصر) [٦٧]

اسلام میں اِس قانون کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ اگر ایک عورت بھی کسی کے لئے امان مانگے تو اُس کا بڑا لحاظ ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

- اِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَاْخُذُالْقَوْمَ يَعْنِیْ تُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ. [٦٨]
  (بے شک عورت بھی مسلمانوں سے پناہ مانگ سکتی ہے۔)
- فتحِ مکہ کے سال، حضرت اُمِّ ہانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کرتی ہیں: یا رسول اللہ! میرے بھائی علی نے کہہ رکھا ہے کہ یقیناً وہ اُس آدمی کو قتل کریں گے جسے تم نے پناہ دے رکھی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَااُمَّ هَانِیُ

اے امّ ہانی! تم نے جسے پناہ دی، ہم نے اُسے پناہ دی۔ [٦٩]

---

[٦٧] مسلم: کتاب الجہاد/ باب تامیر الامام الامراء علی البعوث (حدیث:١٧٣١)
ترمذی: کتاب السیر / باب ماجاء فی وصیتہ ﷺ فی القتال (حدیث:١٦١٧)
ابوداؤد: کتاب الجہاد/ باب فی دعاء المشرکین (حدیث:٢٦١٢)
ابن ماجہ: کتاب الجہاد/ باب وصیۃ الامام (حدیث:٢٨٥٨)
مسند الدارمی: کتاب السیر / باب فی الدعوۃ الی الاسلام قبل القتال (حدیث:٢٥٩٩)
مسند الامام احمد:٤٩٢/٦ (حدیث:٢٢٥٢١)
صحیح ابن حبّان: کتاب السیر / باب الخروج وکیفیۃ الجہاد (حدیث:٤٧٤٦)
[٦٨] ترمذی: کتاب السیر / باب ماجاء فی امان العبد والمرأۃ (حدیث:١٥٧٩)
[٦٩] بخاری: کتاب الجزیۃ والموادعۃ/ باب امان النساء (حدیث:٣١٧١)
ابوداؤد: کتاب الجہاد/ باب فی امان المرأۃ (حدیث:٢٧٦٣)
ترمذی: کتاب السیر / باب ماجاء فی امان العبد والمرأۃ (حدیث:١٥٧٩)

• بلکہ غلام بھی اِس سلسلے میں کوشش کرے اور وہ بھی کسی کافر کے لئے امان مانگے تو اُسے بھی امان دی جائے گی، جیسا کہ حضرت علی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِماً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. [۷۰]

(سارے مسلمان کا عہد ایک عہد ہے۔ اب سے ادنیٰ شخص (غلام) اُس کی کوشش کرسکتا ہے۔ جس نے مسلمان کے عہد کو توڑا تو اُس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔)

• حضرت علی کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ لِلْعَبْدِ مِنَ الْغَنِيْمَةِ شَيْءٌ اِلَّا خُرْثِيَّ الْمَتَاعِ اَمَانُهُ جَائِزٌ اِذَا هُوَ اَعْطَى الْقَوْمَ الْاَمَانَ.

غلام کا مالِ غنیمت میں کوئی حصہ نہیں، سوائے ردّی سامان کے، مگر جب وہ قوم کو امان دے تو اُس کا امان دینا جائز ہے۔ [۷۱]

ابوالعاص بن ربیع کو امان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امان کے اِس قانون کو نافذ بھی کیا اور عمل کر کے دکھایا بھی، چنانچہ حضرت ابوالعاص بن ربیع (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اور ایک ساتھ گزر بسر کر رہے تھے۔ حضرت زینب مسلمان ہوگئی تھیں اور یہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ جنگ بدر کے بعد دونوں میں جدائی ڈال دی گئی تھی اور حضرت زینب مدینے آ گئی تھیں۔) ایک مرتبہ ملکِ شام سے اپنے تجارتی سفر سے واپس ہو رہے تھے کہ مسلمانوں کے ایک فوجی دستے نے اُنھیں لوٹ لیا۔ وہ اپنا لوٹا ہوا

---

[۷۰] بخاری: کتاب الجزیۃ / باب اثم من عاہد ثم غدر (حدیث: ۳۱۷۹)
مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر / باب فی امان المرأۃ والمملوک (حدیث: ۳۳۳۸۷)
[۷۱] السنن الکبریٰ: کتاب السیر / باب امان العبد (حدیث: ۱۸۱۷۲)

مال لینے کی غرض سے رات کے اندھیرے میں مدینے پہنچے اور حضرت زینب سے پناہ مانگی تو اُنھوں نے اپنی پناہ میں لے لیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لئے نکلے اور نماز شروع کرتے ہوئے تکبیر کہی، آپ کے ساتھ مقتدی صحابہ نے بھی تکبیر کہی؛ ٹھیک اُسی وقت حضرت زینب چیخ کر کہتی ہیں کہ: لوگو! ''میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دے رکھی ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی نماز سے سلام پھیرا تو کہا: لوگو! کیا تم نے سنا جو کچھ میں نے سنا؟

لوگوں نے جواب دیا: ہاں!

آپ نے کہا: لیکن اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مجھے کچھ پتہ نہیں، کیا معاملہ ہے؟ میں نے ابھی سنا ہے جو تم لوگوں نے سنا۔ بے شک مسلمانوں کی طرف سے ادنیٰ آدمی بھی پناہ دے سکتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کے پاس آ کر کہتے ہیں: بیٹی! اپنے گھر کی عزت قائم رکھو، ابوالعاص ہرگز تم سے ملنے نہ پائے، کیونکہ نہ تم اُس کے لئے حلال ہو اور نہ وہ تمھارے لئے۔[۷۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس موقع پر یہ قانون نافذ کر دیا کہ ایک عورت بھی کسی کافر کو امان دے سکتی ہے۔

سُراقہ کو اَمان

کچھ ایسا ہی معاملہ حضرت سُراقہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ اُن کے مسلمان ہونے سے پہلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکے سے ہجرت کر کے مدینے چلے تو قریش کے کافروں نے شہر میں ہر طرف اعلان کرا دیا کہ آپ دونوں کو زندہ پکڑ لانے پر سو (100) اونٹنیوں کا انعام دیا جائے گا۔

---

[۷۲] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۶۹،
السنن الکبریٰ: کتاب السیر / باب امان المرأۃ (حدیث: ۱۸۱۷۷)

اِس لالچ میں سُراقہ بھی نکلے۔ پیچھا کرتے کرتے جب وہ آپ کے کچھ قریب پہنچے تو اُن کا گھوڑا بار بار زمین میں دھنس جائے اور وہ گھوڑے سے اُچھل کر دور جا گریں۔

آخری مرتبہ جب اُن کا گھوڑا زمین میں دھنسا اور وہ گھوڑے سے گرے تو جہاں گھوڑے کے پاؤں دھنسے تھے، وہیں سے دھواں سا اُٹھا اور آسمان پر چھا گیا۔

سُراقہ اِس خطرناک منظر کو دیکھ کر گھبرا گئے اور آپ سے ''امان'' مانگنے لگے۔

اُنھیں اچھی طرح سمجھ میں آ چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ سب پر بھاری پڑے گا، لھٰذا اُنھوں نے پہلے ہی درخواست کر لی کہ آپ مجھے ایک ''امان نامہ'' لکھ کر دے دیں۔ چنانچہ آپ کے حکم سے ''عامر بن فُہیرہ'' نے چمڑے کا ایک ''امان نامہ'' لکھ کر اُن کے حوالے کر دیا۔[۷۳] پھر اُس کے بعد، فتحِ مکہ کے زمانے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''مقامِ جِعرّانہ'' میں تھے، سُراقہ وہاں پہنچتے ہیں۔ وہ انصار کی جس ٹولی سے گذرتے، ہر ٹولی اُن کے سر پر مارتی اور کہتی، دور جا دور!

اِس طرح جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو اُنھوں نے وہ ''امان نامہ'' آپ کو پیش کرتے ہوئے کہا: میں ہوں یا رسول اللہ!

آپ نے فرمایا: ہاں، آج وعدہ نبھانے، بھلائی کرنے اور سچ کر دکھانے کا دن ہے۔[۷۴]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں جو امان دیا تھا، برسوں بعد بھی آپ نے اُس کا لحاظ رکھا اور اُسے پورا کیا۔

✠✠

---

[۷۳] سیرۃ ابن ھشام: ۱۰۲/۲،
بخاری: کتاب مناقب الانصار/ باب ہجرۃ النبی ﷺ (حدیث: ۳۹۰۶)
[۷۴] مسند الحُمیدی: ۴۰۲/۲ (حدیث: ۹۰۲)

معاہدہ توڑنا خطرناک جرم

اسلامی قانون کے اعتبار سے معاہدہ توڑنا ایک خطرناک جرم ہے۔

- دشمن کافر کو امان دینا
- دشمن کافر سے ٹیکس (جزیہ) لینا
- دشمن کافر سے جنگ بندی پر صلح کرنا
- دشمن کافر سے کسی اور طرح کی مصالحت کرنا......ایک معاہدہ ہے۔ اِس معاہدے کا مطلب ہوتا ہے: دشمن کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت۔ اگر کوئی ایسے کسی معاہدے کو توڑتا ہے اور دشمن کے جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کرتا ہے تو وہ ایک خطرناک مجرم ہے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مجرموں کی سخت مخالفت کی ہے۔
- حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَداً لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاَنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَاماً.

جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس سے معاہدہ ہے، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، جبکہ اُس کی خوشبو چالیس سال کی دوری سے مل جاتی ہے۔[۷۵]

- ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَداً فِيْ غَيْرِ كُنْهِهٖ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. (اَنْ يَّشُمَّ رِيْحَهَا–ابن حبان)[۷۶]

جو کسی ایسے شخص کو قتل کرے گا، جس سے معاہدہ ہے جبکہ اُس کا

---

[۷۵] بخاری: کتاب الجزیۃ / باب اثم من قتل معاهدا (حدیث:۳۱۶۶)

[۷۶] سنن ابی داؤد: کتاب الجهاد / باب فی الوفاء للمعاهد (حدیث:۲۷۶۰)
مسند الدارمی: کتاب السیر / باب فی النهی عن قتل المعاهد (حدیث:۲۶۶۳)
المستدرک: کتاب قسم الفیٔ (حدیث:۲۶۳۱)
صحیح ابن حبان: کتاب السیر / باب الذمی والجزیۃ (حدیث:۴۸۸۹)

قتل جائز نہ ہو، اللہ اُس پر جنت کی خوشبو حرام کر دے گا۔

حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُنْصَبُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْرَفُ بِهٖ /بِغُدْرِهٖ.

قیامت کے دن ہر غدار کے لئے اُس کی غداری کے مطابق ایک جھنڈا گاڑا جائے گا، جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ (کہ غدار ہے۔)[۷۷]

• ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يرفع لكل غادر لواءٌ فقيل هٰذهٖ غدرة فلان بن فلان.

غدار کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا، پھر کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی غداری ہے، یہ فلاں کی غداری ہے۔[۷۸]

• حضرت سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ امیر معاویہ اور اہل روم کے درمیان ایک معاہدہ تھا۔ وہ اُن کے ملک میں چلتے پھرتے تھے۔ جب معاہدے کی مدت ختم ہونے کو آئی تو اُنھوں نے رومیوں پر حملے کی ٹھانی۔ اچانک ایک گھڑسوار نے نعرہ لگایا: اللہ اکبر! وعدہ وفا کرو، بدعہدی نہ کرو! دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن عَبَسَہ تھے۔ امیر معاویہ نے اِس بارے میں اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْداً وَلَا يَشُدَّنَّهٗ حَتّٰى يَمْضِيَ اَمَدُهٗ اَوْيَنْبُذَهٗ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ.

---

[۷۷] بخاری: کتاب الجزیۃ/ باب اثم الغادر (حدیث:۳۱۸۶، ۳۱۸۷، ۹۳۱۸۸)
الکتاب المصنف: کتاب السیر/الغدر فی الامان (حدیث:۳۳۳۹۹)

[۷۸] ابوداوٗد: کتاب الجہاد/ باب فی الوفاء بالعھد (حدیث:۲۷۵۶)
ترمذی: کتاب السیر/ باب ماجاء ان لکل غادر لواء (حدیث:۱۵۸۱)

جس کا کسی قوم سے کوئی معاہدہ ہو تو وہ ہرگز اُس معاہدے کو نہ
بدلے اور نہ اُسے توڑے یہاں تک کہ اُس کی مدت پوری ہو جائے،
یا اُن سے خیانت کا ڈر ہو تو اُنھیں بتا دے کہ اُس نے اُن کی طرح
معاہدہ توڑ دیا ہے۔

یہ سن کر امیر معاویہ لشکر لے کر لوٹ گئے۔[۷۹]

• حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَـانَقَـضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ قَطُّ اِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ وَلَاظَهَرَتِ الْفَـاحِشَةُ فِـىْ قَـوْمٍ قَـطُّ اِلَّا سَـلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَامَنَعَ قَوْمٌ الزَّكٰوةَ اِلَّاحُبِسَ مِنْهُمُ الْمَطَرُ.

جب بھی کسی قوم نے معاہدہ توڑا، قتل اُن میں پھوٹ پڑا۔
جب بھی کسی قوم میں زِنا پھیلا، اللہ نے اُن پر موت مُسلّط کر دی۔ جب
بھی کسی قوم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، اُن پر بارش بند ہو گئی۔[۸۰]

✠✠

---

[۷۹] ترمذی: کتاب السیر / باب ماجاء فی الغدر (حدیث:۱۵۸۰)
ابوداؤد: کتاب الجہاد / باب فی الامام یکون بینہ وبین العدو عھد (حدیث:۲۷۵۹)
الکتاب المصنف: کتاب السیر / الغدر فی الامان (حدیث:۳۳۳۹۹)
صحیح ابن حبان: کتاب السیر / باب الموادعۃ والمھادنۃ (حدیث:۴۸۷۸)
شعب الایمان: کتاب الجہاد / باب فی الایفاء بالعقود (حدیث:۹۴۳۵۹)
[۸۰] المستدرک: کتاب الجہاد (حدیث:۲۰۴)

معاہدے کی پابندی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس قانون پر سختی سے عمل کیا اور لوگوں کو اس کا پابند بنایا۔ چنانچہ حضرت حُذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

میں ''جنگِ بدر'' میں ضرور حاضر ہوتا، مگر واقعہ یہ ہوا کہ میں اور ابو حُسَیل مکے سے نکلے ہی تھے کہ قریش نے ہمیں پکڑ لیا۔ کہنے لگے کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جا رہے ہو۔

ہم نے جواب دیا: ہم اُن کے پاس نہیں جا رہے، ہم تو صرف مدینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اِس پر اُنھوں نے ہم سے اللہ کا عہد و پیمان لیا کہ ہم مدینے تو ضرور جائیں گے مگر اُن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مل کر جنگ نہ کریں گے۔

چنانچہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا:

اِنْصَرِفَا نَفِیْ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَنَسْتَعِیْنُ اللّٰهَ عَلَیْهِمْ.

تم دونوں واپس جاؤ، ہم اُن کے وعدے کو پورا کریں گے اور ہم اللہ سے اُن پر مدد کی دعا مانگیں گے۔[۸۱]

حالانکہ یہ بڑا نازک موقع تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ بدر میں مشرکوں سے لڑنے کے لئے ''آدمیوں'' کی ضرورت تھی، پھر بھی آپ نے اُن دونوں کو اپنی فوج میں شامل نہ کیا اور واپس کر دیا، کیونکہ آپ کے نزدیک وعدہ خلافی کرنا اور معاہدہ توڑنا انتہائی برا کام تھا۔ آپ نے اپنے صحابیوں کو ہرگز اس کی اجازت نہ دی۔

اِس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ اُس وقت پیش آیا جب قریش نے ''ابو رافع'' کو

---

[۸۱] مسلم: کتاب الجہاد، باب الوفاء بالعہد (حدیث: ۱۷۸۷)
السنن الکبریٰ: کتاب السیر، باب الاسیر یوخذ علیہ (حدیث: ۱۸۴۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (قاصد بنا کر معائنہ کرنے کے لئے) بھیجا۔ جب اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اُن کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی۔ اُنھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اب کبھی لوٹ کر قریش کے پاس نہیں جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وعدہ خلافی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو روک کر رکھتا ہوں۔ تم واپس جاؤ اگر تمھارے دل میں وہ بات (اسلام کی محبت) رہ جائے جو ابھی تمھارے دل میں ہے تو پھر آنا۔

چنانچہ ابورافع اُس وقت چلے گئے، پھر دوبارہ آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان ہوئے۔[۸۲]

اگر پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم دَھر پکڑ کر مسلمان بنانے والے ہوتے تو خود سے آئے ہوئے آدمی کو کبھی واپس نہ کرتے۔ آپ کو تو اتنا بھی گوارہ نہ تھا کہ کوئی مسلمان ہو اور اُس کے ماتھے پر ''غداری'' کا لیبل لگا ہو۔

وفاداری اور جانثاری

ذیقعدہ ۶ھ / مارچ ۶۲۸ء میں صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا جا رہا تھا تو اُس کی تین شرطوں میں آخری شرط یہ تھی کہ:

> ہمارا (قریش کا) کوئی آدمی اگر چہ وہ مسلمان ہو، بھاگ کر آپ کے پاس آجائے تو آپ اُسے ہمارے حوالے کر دیں گے اور اگر کوئی مسلمان ہمارے ہاتھ لگ جائے گا تو اُسے آپ کو واپس نہ کیا جائے گا۔
>
> اِس شرط پر مسلمان بول پڑے: سبحان اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی مسلمان ہو کر آئے اور اُسے مشرکوں کے حوالے

---

[۸۲] سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد / باب فی الامام یُستَجَنُّ بہ فی العقود (حدیث: ۲۷۵۸)
صحیح ابن حبان: کتاب السیر / باب الموادعۃ والمھادنۃ (حدیث: ۴۸۷۷)

کردیا جائے۔[۸۳]

ابھی یہ شرط لکھی ہی جارہی تھی کہ سُہیل بن عَمرو کے لڑکے حضرت ابوجَندَل مکے سے بھاگ کر بیڑیاں پہنے ہوئے آئے اور خود کو مسلمانوں کے آگے ڈال دیا۔

اُس پر سُہیل نے کہا: یہ پہلا موقع ہے جس پر میں آپ سے صلح کر رہا ہوں کہ آپ اُسے میرے حوالے کردیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ہم نے تو ابھی تک پورا صلح نامہ لکھا نہیں۔ (تو کیسے ابھی سے اُسے لاگو کیا جائے گا؟)

اُس نے کہا: تب تو میں آپ سے کبھی کسی چیز پر صلح نہیں کرتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اِس کو کم از کم تم میرے لئے چھوڑ دو۔

اُس نے کہا: میں اُسے آپ کے لئے چھوڑ نہیں سکتا۔

آپ نے کہا: کیوں نہیں؟ چھوڑ دو۔

اُس نے کہا: میں چھوڑنے والا نہیں۔

ابوجَندَل نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے مشرکوں کے حوالے کیا جارہا ہے، حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ میرا کیا حال ہو رہا ہے؟

حضرت ابوجُندَل کو اللہ کی راہ میں بہت زیادہ ستایا گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجُندَل کو کہا: اے ابوجَندَل! صبر کرو اور امید رکھو، بے شک اللہ تمھارے لئے اور تمھارے ساتھ کمزور مسلمانوں کے لئے کوئی آسان راستہ نکالے گا۔ ہم نے اُن سے صلح کر لی ہے اور اللہ کا عہد دے دیا ہے، ہم اُن کے ساتھ دھوکا

---

[۸۳] بخاری: کتاب الصلح / باب الصلح مع المشرکین (۲۷۰۰)

مسلم: کتاب الجہاد / باب صلح الحدیبیہ (۱۷۸۴)

ابوداؤد: کتاب الجہاد: باب فی صلح العدو (۲۷۶۶)

سیرۃ ابن ھشام: ۳/۳۴۶، الطبقات الکبریٰ: ۲/۹۷،

تاریخ الطبری: ۲/۶۳۴ - ۶۳۵

نہیں کر سکتے۔[۸۴]

یہ بات سو فیصد درست تھی کہ صلح نامہ مکمل ہونے کے بعد ہی اُسے لاگو کیا جا سکتا ہے، مگر مخالف فریق کے بے جا اصرار پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاں کر دی تو وہ ایک معاہدہ ہو گیا جسے توڑنا جرم ہوگا، چنانچہ ایک طرف ابو جندل کی بے بسی اور مظلومی تھی اور دوسری طرف معاہدے کا لحاظ اور اُس کی پاسداری۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کو ملحوظ رکھا اور اُسے ٹوٹنے نہ دیا۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ پیش آیا۔ صلح حُدَیبیہ کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے واپس آئے تو ایک قریشی مسلمان ابو بَصیر مکے سے بھاگ کر مدینے آ گئے۔ قریشیوں نے اُن کی تلاش میں دو آدمیوں کو روانہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ: آپ نے ہم سے جو معاہدہ کیا ہے، اُسے نبھائیے۔ لہٰذا آپ ابو بَصیر کو ہمارے آدمیوں کے حوالے کر دیجے۔

دونوں آدمی ابو بَصیر کو لے کر چلے، جب مقام ''ذوالحُلَیفہ'' پر پہنچے تو ابو بَصیر نے موقع پا کر ایک کو قتل کر دیا تو دوسرا اُنھیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ابو بَصیر پھر مدینے لوٹ آئے، اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کے وعدے کو پورا کیا کہ آپ نے مجھے اُن کے حوالے کر دیا، پھر اللہ نے مجھے اُن سے نجات دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِس کی ماں کا برا ہو۔ یہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے، کاش کوئی اِسے پکڑتا!

ابو بَصیر نے آپ کی باتیں سنیں تو سمجھ گئے کہ آپ مجھے پھر اُن کے حوالے کر دیں گے، چنانچہ وہ ساحل کی طرف نکل گئے۔[۸۵]

---

[۸۴] بخاری: کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد (۲۷۳۱، ۲۷۳۲)،
سیرۃ ابن ھشام: ۳/۳۴۷،
تاریخ الطبری: ۲/۶۳۵-۶۳۶

[۸۵] بخاری: کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد (۲۷۳۱، ۲۷۳۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معاہدے پر دستخط کر دیا تھا، اُس سے پھرنے والے نہ تھے، کیونکہ معاہدے سے پھِرنے کا مطلب تھا: جنگ کی آگ بھڑکانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح بھی اِس کے قائل نہ تھے۔

❑❑

دسواں باب

قید اور قیدی

- قیدیوں کے حقوق
- قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک

قیدیوں کے حقوق

اسلامی قانون میں قیدیوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی جائز نہیں۔ جب تک اُن کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ ہو جائے اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم ہے۔

• جنگِ بدر میں کافروں کو بری طرح شکست ہوئی۔ اُن کے ستّر آدمی مارے گئے تھے اور ستّر قید ہو کر آئے تھے۔[۸۶]

• نُبَیہ بن وَہب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس وقت قیدی لائے گئے تو اُنھیں اپنے صحابیوں میں تقسیم کرتے ہوئے کہا:

اِسْتَوْصُوا بِالْأُسَارٰی خَیْرًا

(قیدیوں کے ساتھ بہتر رویّہ اختیار کرنا۔)

• اُنہی قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اُس روز وہ ننگے بدن تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی کہ اُن کے لئے کسی قمیص کا انتظام کر دیا جائے تو دیکھا کہ عبداللہ بن اُبی (منافقوں کے سردار) کی قمیص اُن پر فِٹ آئے گی تو آپ نے اُس کی قمیص اُنھیں پہنا دی۔[۸۷]

• اُنہی قیدیوں میں حضرت مصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابوعَزیز بھی تھے۔ جنگ میں علمبردار کی حیثیت سے تھے۔ اُنھیں حضرت ابوالیَسر کے حوالے کیا گیا تھا۔ وہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ خود اُنہی کا بیان ہے کہ:

میں انصار کے ایک گروہ میں تھا۔ جب وہ صبح کا ناشتہ اور رات کا کھانا نکالتے تو خاص طور سے مجھے روٹی دیتے اور خود کھجور کھا لیتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی تھی۔ روٹی کا کوئی ٹکڑا اگر کسی کے ہاتھ پر

---

[۸۶] مسلم: کتاب الجہاد، باب الامداد بالملائکۃ (۱۷۶۳)

[۸۷] بخاری: کتاب الجہاد، باب الکسوۃ للأسارٰی (۳۰۰۸)

گر جاتا تو وہ اٹھا کر مجھے دے دیتا۔ میں شرم کے مارے نہ لیتا تو وہ مجھے زبردستی تھما دیتا اور خود اُسے نہ چھوتا۔[۸۸]

تمام قیدی مدینے لائے گئے۔ حضرت عباس کو ایک انصاری نے قید کر رکھا تھا، اِس وجہ سے حضرت عباس کراہ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس غم میں سو نہ سکے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا بات ہے آپ سو نہیں رہے؟ آپ نے کہا: رسیوں سے جکڑے ہوئے اپنے چچا عباس کے کراہنے کی آواز سن رہا ہوں۔ چنانچہ اُن کی رسّی کھول دی گئی تو اُن کا کراہنا بند ہو گیا۔[۸۹]

اَنصاریوں نے حضرت عباس کو جان سے مارنے کی دھمکی بھی دے دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ اِس فکر میں رات بھر سو نہ سکے کہ کہیں انصار اُنھیں قتل نہ کر دیں۔[۹۰]

قیدی کے کسی عضو کو بیکار مت کرو

اُنہی قیدیوں میں سُہَیل بن عَمْرو بھی تھے۔ (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔) اِن کا اوپر کا ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔ یہ زبردست مقرر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کیا کرتے تھے۔ اُن کے بارے میں حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ مجھے اجازت دیجے کہ میں سُہیل بن عَمْرو کے سامنے کے اوپر نیچے کے دانت توڑ دوں کہ جب وہ بولے تو اُس کی زبان باہر نکل آئے تا کہ پھر کبھی وہ کسی جگہ آپ کے خلاف تقریر کرنے کے لئے کھڑا نہ ہو سکے۔

اِس بات کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اُس کے کسی عضو کو بیکار (مُثلہ) نہ کروں گا ورنہ اللہ میرے عضو کو بیکار کر دے گا، اگرچہ میں نبی ہوں۔

---

[۸۸] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۵۷

[۸۹] سیرۃ ابن کثیر: ۲/۴۶۲

[۹۰] سیرۃ ابن کثیر: ۲/۴۶۰

عنقریب وہ ایک ایسے مقام پر تقریر کے لئے کھڑا ہوگا کہ تم اُسے برا نہ کہہ سکو گے۔[۹۱]

قیدی کا قتل ضروری نہ ہو تو خوں بہا قبول کرلو

جنگِ بدر کے اُن قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اُن کا کیا کیا جائے؟

حضرت ابوبکر سے رائے لی تو اُنھوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ آپ کے چچیرے بھائی اور خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے ہے کہ آپ اِن سے فدیہ لیں تاکہ ہم کافروں کے سامنے طاقتور رہوں تو اُنھیں جلد ہی اللہ اسلام کی ہدایت دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟

اُنھوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم، یا رسول اللہ! میں ابوبکر کی رائے سے متّفق نہیں۔ میری تو رائے یہ ہے کہ آپ اجازت دیں کہ ہم اِن کی گردن ماردیں، لھذا آپ علی کو اختیار دیں کہ وہ عقیل کی گردن ماریں اور مجھے اختیار دیں کہ میں اپنے فلاں رشتے دار کی گردن ماروں، کیونکہ یہ کفر کے امام اور مکے کے بہادر سردار ہیں۔

عبداللہ بن رَواحہ نے کہا: یا رسول اللہ! کوئی ایسی وادی تلاش کی جائے جہاں ڈھیر سارا ایندھن (جنگل کی لکڑیاں) ہو تو اِنھیں اُسی وادی میں دَھکیل دیا جائے پھر اُس میں اُن کے اوپر آگ بھڑکا دی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن مشوروں میں سے حضرت ابوبکر کے مشورے کو پسند کیا اور خوں بہا لینے کا حکم جاری کردیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سُہَیل بن عَمرُو بن بَیضاء کو اِس حکم سے مستثنیٰ رکھا جائے، کیونکہ میں نے اُسے اسلام کا ذکر دلچسپی سے کرتے ہوئے سنا ہے۔

---

[۹۱] سیرۃ ابن کثیر: ۲۶۰/۲......

......قال ابن کثیر: قلت ھٰذا حدیث مرسل بل معضل۔ السیرۃ النبویۃ، ک: ۲۴۸/۲

یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن رَواحہ نے سفارش کرنے کو تو کر دی تھی، مگر ڈر کے مارے اُس دن اُن کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ جیسے آسمان سے اُن پر پتھر برس پڑے گا۔

آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی سفارش قبول کر لی اور کہہ دیا کہ سُہَیل بن عمرو بن بَیضاء کو مستثنیٰ رکھا جائے۔[۹۲]

خوں بہا کی رقم

قریش یہ سمجھتے تھے کہ اُن کے قیدیوں کے خوں بہا کی رقم بہت زیادہ ہوگی۔ اِس لئے اُنھوں نے ایک میٹنگ میں یہ طے کر رکھا تھا کہ اپنے قیدیوں کو چھڑانے میں جلد بازی مت کرنا ورنہ محمد اور اُس کے ساتھی تمھارے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے اور اُنھیں اپنے مقتولوں کا نوحہ کرنے سے بھی منع کر دیا کہ وہ سنیں گے تو خوش ہوں گے اور موٹی رقم اینٹھنے کی کوشش کریں گے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے گمان کے برخلاف بدر کے قیدیوں کا جو خوں بہا مقرر کیا تھی، وہ قیدی کی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اُن قیدیوں سے چار ہزار (4000) سے چار سو (400) درہم تک قبول کر لیا گیا تھا۔[۹۳]

شاید صرف دو قیدیوں سے چار ہزار درہم لئے گئے تھے۔ ایک ''ابو وَداعہ بن ضُبَیرَہ سَہمی'' تھا جس کے بیٹے مُطَّلِب نے چار ہزار درہم دیئے تھے جو مکے کا ایک تیز طرار مالدار تاجر تھا۔ غالباً اُس نے یہ بھاری رقم خود ہی بغیر کسی دباؤ کے اپنی طرف سے دی تھی، کیونکہ اُس کے پاس دولت کی کمی نہ تھی۔

---

[۹۲] مسلم: کتاب الجہاد، باب الامداد بالملائکۃ (حدیث:۱۷۶۳)
مسند الامام احمد: ۱/۲۳۳ (۳۶۲۵)-۱/۵۱ (۲۰۸)-۱: ۵۴/ (حدیث:۲۲۱)
ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، من سورۃ الانفال (حدیث:۳۰۸۴)

[۹۳] ابوداؤد: کتاب الجہاد: باب فی فداء الاسیر بالمال (حدیث:۲۶۹۱)
الطبقات الکبریٰ: ۲/۱۷
المستدرک: کتاب الجہاد، (۱۹۸) کتاب قسم الفیٔ (حدیث:۲۶)
سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۵۹، ۲۶۰، ۲۷۲

دوسرا قیدی ابوعَزیز تھا۔اُس کی ماں نے پتہ لگایا کہ ایک قریشی کا سب سے مہنگا خوں بہا کتنا ہوتا ہے۔لوگوں نے بتایا: چار ہزار درہم تو اُس نے چار ہزار درہم ادا کر کے اپنا قیدی چھڑا لیا۔[۹۴]

خوں بہا کے بغیر رِہائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوں بہا ادا کرنے کا جو معیار بنایا تھا، وہ بڑا ہی مناسب، آسان اور ہمدردانہ تھا۔ پھر بھی کچھ ایسے قیدی تھے جو خوں بہا ادا کرنے کی پوزیشن ہی میں نہ تھے۔اُنہی میں ایک ''صَیفی بن ابورفاعہ'' نام کا شخص تھا۔وہ اُن صحابیوں کی کسٹڈِی میں تھا جو دورِ جاہلیت میں اُس کے دوست یا رتھے۔اُنھوں نے پرانی دوستی کا اعتبار کرتے ہوئے، اِس وعدے کے ساتھ اُسے رہا کر دیا کہ جا کر اپنے خوں بہا کی رقم ضرور اُنھیں بھیج دے، مگر اُس نے رہا ہونے کے بعد اپنے وعدے کو پورا نہ کیا۔[۹۵]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس واقعے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اور نہ ہی کسی صحابی پر زور ڈالا کہ جا کر خوں بہا کی رقم وصول کرے۔

یونہی ''ابوعزّہ'' نام کا ایک شخص تھا جو غریب بھی تھا اور کئی لڑکیوں کا باپ بھی۔اُس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس کچھ بھی مال نہیں، میں ضرورتمند بھی ہوں اور بال بچے دار بھی، لھذا آپ مجھ پر کرم فرمائیں، چنانچہ آپ نے اُس کے ساتھ مہربانی کی اور وعدہ لیا کہ وہ اُن کے خلاف کسی کا ساتھ نہ دے۔

ابوعزہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس حسن سلوک سے اتنا متأثر ہوا کہ اُس نے آپ کی تعریف میں چند اشعار بھی کہہ ڈالے ؎

محمد رسول تک کون میری یہ بات پہنچائے گا،
کہ بیشک آپ برحق ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف بلاتے ہیں،
آپ پر خدائے عظیم کی طرف سے ایک گواہ (قرآن) مقرر ہے۔

---

[۹۴] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۵۷، ۲۶۰

[۹۵] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۷۱

لیکن بعد میں اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیئے ہوئے وعدے کو توڑ دیا۔ مکے کے مشرکوں نے اُس کی مَت ماردی، چنانچہ پھر وہ اُنہی لوگوں کے ساتھ مل گیا۔[۹۶]

اِسی طرح مُطَّلِب بن حَنْطَب نام کا بھی ایک قیدی تھا۔ اُسے بنو حارث کے بعض آدمیوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اُنھوں نے اُسے رہا کر دیا اور وہ اپنی قوم میں واپس چلا آیا۔[۹۷]

یہی معاملہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کے ساتھ بھی پیش آیا۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ: جب مکہ والے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے فِدیہ بھیج رہے تھے تو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی) حضرت زینب نے بھی اپنے شوہر ابوالعاص (جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) کو چھڑانے کے لئے اپنا ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کے موقع پر اُنھیں دیا تھا۔ ہار دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا۔ آپ نے (مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا: اگر تمھاری رائے ہو تو میں زینب کا قیدی رہا کر دوں اور اُس کا ہار بھی اُسے لوٹا دوں۔ سب نے کہا: ٹھیک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ زینب کا راستہ چھوڑ دیں اور اُسے آپ کے پاس روانہ کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ ''بطن یاجِج'' میں چلے جاؤ، پھر زینب آئے تو اُسے تم دونوں اپنے ساتھ لے کر آجانا۔[۹۸]

فدیہ معاف، عزت عطا

کچھ لکھے پڑھے قیدی بھی پکڑے گئے تھے۔ چونکہ عرب (مکہ، مدینہ) کے بہت کم لوگ

---

[۹۶] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۷

[۹۷] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۷

[۹۸] سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/ باب فی فداء الاسیر بالمال (۲۶۹۲)،
سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۶۴

لکھنا جانتے تھے، اِس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن قیدیوں کو اہمیت دی۔ آپ نے خوں بہا کی رقم معاف کر کے اُس کی جگہ اُن قیدیوں کے ذمہ یہ کام لگا دیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھائیں، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں:

كَانَ نَاسٌ مِنَ الْأُسَارٰى يَوْمَ بَدْرٍ لَيْسَ لَهُمْ فِدَاءٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِدَائَهُمْ اَنْ يُّعَلِّمُوْا اَوْلَادَ الْاَنْصَارِ الْكِتَابَةَ.

بدر کے کچھ قیدیوں کے پاس خوں بہا کی رقم نہیں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا خوں بہا یہ مقرر کیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھائیں۔[۹۹]

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بچوں کے لئے مدینے میں ایک اسکول کھولا تھا اور اُن قیدیوں کو اُس اسکول کا ''ٹیچر'' بنا کر اُنھیں عزت کی جگہ دی تھی۔ ہر ایک ٹیچر کو دس دس بچے حوالے کئے گئے تھے۔ بچوں کا لکھنے میں ماہر ہونا، اُن ٹیچروں کا خوں بہا طے ہوا۔[۱۰۰]

اور ایسا نہیں کہ وہ قیدی ٹیچر اجنبی ماحول میں ڈرے سہمے اور دَبے کچلے تھے، بلکہ اُنھیں عام ٹیچروں سا اختیار حاصل تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک انصاری بچے نے اپنے باپ سے شکایت کی کہ مجھے میرے ٹیچر نے مارا ہے۔

اِس شکایت کو سن کر باپ صرف اتنا کہہ کر رہ گیا کہ: خبیث پرانا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ کچھ اپنا مطلب نہیں پا سکے گا۔[۱۰۱]

ایسا نہیں کہ انصاری باپ نے ٹیچر کو حقیر قیدی سمجھا ہو اور دوڑ پڑا ہو کہ چلو اُسے بھی دو چار تھپڑ رَسید کئے جائیں۔

---

[۹۹] المستدرک: کتاب قسم الفیٔ (حدیث:۳۷) الطبقات الکبریٰ:۱۶/۲

[۱۰۰] الطبقات الکبریٰ:۱۶/۲ [۱۰۱] المستدرک: کتاب قسم الفیٔ (حدیث:۳۷)

بدر کے اِن قیدیوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس درجہ مہربان تھے اور آپ کی مہربانیوں کا دریا اِس قدر جوش مار رہا تھا کہ آپ نے یہاں تک فرما دیا:

لَوْ كَانَ مُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَياً ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَاَطْلَقْتُهُمْ لَهٗ.

اگر مُطعِم زندہ ہوتا اور اِن بدبوداروں کی سفارش کرتا تو میں اُس کی وجہ سے اِن سب کو آزاد کر دیتا۔[۱۰۲]

یہ وہی عدِی کا بیٹا مُطعِم ہے جس نے شِعبِ ابی طالب کا سوشل بائیکاٹ ختم کرنے میں ہشام بن عمرُ وُ وغیرہ کا ساتھ دیا تھا اور اُس دستاویز کی کھل کر مخالفت کی تھی جسے قریش نے مکہ کے تمام خاندانوں پر لاگو کیا تھا۔

مُطعِم نے چونکہ شِعبِ ابی طالب میں نظر بند، کمزور مسلمانوں کو بہت بڑی مشکل سے نکالا تھا، اِس لئے اُس احسان کا بدلہ چکانے کی غرض سے آپ نے یہ تاریخی الفاظ دہرائے تھے جسے مُطعِم کے پوتا، حضرت محمد بن جُبَیر رضی اللہ عنہ نے ہی اپنے والد سے روایت کیا ہے۔

قیدی کو زبردستی مسلمان نہ بناؤ

ہجرت سے پہلے مدینے کی مشرک عورتوں کا حال یہ تھا کہ جب اُن میں سے کسی کی اولاد نہ ہوتی تو وہ مَنّت مانتی کہ اگر اُس کی کوئی اولاد جی گئی تو وہ اُسے یہودی بنائے گی۔ چنانچہ ہجرت کے بعد جب بنونضیر کو شہر بدر کیا گیا تو انصار نے اپنے اُن بیٹوں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہا جنھیں وہ مسلمان ہونے سے پہلے یہودی بنا چکی تھیں اور جو بنونضیر کے ساتھ تھے تو اُس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾

(دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔)

---

[۱۰۲]سنن ابی داوٗد: کتاب الجہاد: باب فی المن علی الاسیر (۲۶۸۹)

انصار کے وہ یہودی بیٹے قیدی کی حیثیت رکھتے تھے، مگر اسلام نے اُنھیں زبردستی مسلمان بنانے سے روک دیا۔[۱۰۳]

قیدی کو باندھ کر قتل مت کرو

ایک جنگ میں حضرت خالد بن ولید کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن، چار کافر دشمنوں کو پکڑ لائے۔ اُن کے حکم سے اُن چاروں کو باندھ دیا گیا، پھر تیر مار مار کر اُنھیں قتل کر دیا گیا۔ یہ خبر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو ملی تو اُنھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ باندھ کر قتل کرنے سے منع کر رہے ہیں۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر کوئی مرغی بھی ہوتی تو میں اُسے نہ باندھتا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے سنا تو اُنھوں نے اُس کے کفارے میں چار غلام آزاد کئے۔[۱۰۴]

✠✠

[۱۰۳]سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/ باب فی الاسیر یکرہ فی الاسلام (حدیث:۲۶۸۲)

[۱۰۴]سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/ باب فی قتل الاسیر بالنبل (حدیث:۲۶۸۷)

صحیح ابن حبان: کتاب السیر/ فصل فی التعذیب (حدیث:۵۶۱۹)

السنن الکبریٰ: کتاب السیر/ باب الاسیر یوخذ علیہ (حدیث:۱۸۴۲۷)

قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک

رہائی بھی نوازش بھی

جنگِ حُنَین میں مسلمانوں کو ڈھیر سارا مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا۔اس کے علاوہ چھ ہزار(6,00,0)عورتیں اور بچے بھی قید ہو کر آئے تھے۔بعد میں قبیلۂ ہوازن کے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے جن سے جنگ لڑی گئی تھی۔اُن مسلمانوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنے قبیلے کی سفارش کرنے لگا کہ اُنھیں اُن کے مال اور قیدی لوٹا دیئے جائیں۔آپ نے فرمایا: سچی بات مجھے پسند ہے۔تم دو میں سے ایک چیز لے جاؤ یا تو مال لے لو یا اپنے قیدی لے جاؤ۔چنانچہ اُن لوگوں نے غور کرنے کے بعد اپنے قیدی مانگے تو آپ نے صحابہ کی اجازت اور مرضی دیکھ کر اُنھیں اُن کے قیدی واپس کر دیئے اور اُنھیں کتان کی ایک ایک پوشاک بھی عنایت کی۔[۱۰۵]

دشمن قیدی مسلمان ہو گیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر روانہ کیا۔لشکر لوٹ کر آیا تو اپنے ساتھ بنوحنیفہ خاندان کا ایک قیدی پکڑ لایا جس کا نام ''ثُمامہ بن اُثال'' تھا جو یَمامہ والوں کا سردار تھا۔لوگوں نے اُسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس آتے ہیں اور پوچھتے ہیں: ثمامہ!تم میرے بارے میں کیا سوچ رکھتے ہو؟ (میں تمھارا کیا کروں گا؟)

اُس نے جواب دیا: اے محمد!میں آپ کے بارے میں بہتر سوچ رکھتا ہوں۔اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کے خون کا بدلہ لینے والے موجود ہیں۔اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گذار انسان پر احسان کریں گے اور اگر آپ دولت

---

[۱۰۵] بخاری: کتاب العتق ر باب من مَلَکَ من العرب رقیقاً (حدیث:۲۵۳۹)
ابوداؤد: کتاب الجہاد ر باب فی فداء الاسیر بالمال (حدیث:۲۶۹۳) الطبقات الکبریٰ:۲ر۱۱۷

چاہتے ہیں تو مانگئے جتنی دولت چاہئے، ملے گی۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔ کل پھر آپ اُس کے پاس آئے اور پوچھا: ثُمامہ! تم مجھے کیسا گمان کرتے ہو؟ (میں تمھارے ساتھ کیا کروں گا؟)

اُس نے کہا: وہی جو میں آپ کو بتا چکا۔ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گذار انسان پر احسان کریں گے اور آپ دولت چاہتے ہیں تو مانگئے جتنی دولت چاہئے ملے گی۔ اگر آپ قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کے خون کا بدلہ لینے والے موجود ہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔

پرسوں پھر آپ اُس کے پاس آئے اور پوچھا: ثُمامہ! تم مجھے کیسا گمان کرتے ہو؟ (میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟)

اُس نے جواب دیا: میں وہی گمان کرتا ہوں جو آپ سے کہہ چکا۔ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گذار انسان پر احسان کریں گے اور قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کے خون کا بدلہ لینے والے موجود ہیں اور اگر آپ دولت چاہتے ہیں تو مانگئے، جتنی دولت چاہئے، ملے گی۔ یہ سن کر آپ نے حکم دیا کہ ثُمامہ کو رِہا کر دو۔

رِہا ہونے کے بعد وہ مسجد کے ایک باغ کے پاس آیا جہاں پانی موجود تھا۔ وہاں اُس نے غسل کیا، پھر مسجد میں آ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اے محمد! اللہ کی قسم، آپ کے دین سے زیادہ مجھے کسی دین سے نفرت نہیں تھی۔ اب سارے دین سے زیادہ مجھے آپ کے دین سے محبت ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے زیادہ مجھے کسی شہر سے نفرت نہیں تھی۔ اب آپ کا شہر، تمام شہروں سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ [۱۰۶]

---

[۱۰۶] بخاری: کتاب المغازی / باب وفد بنی حنیفۃ (حدیث: ۴۳۷۲)

مسلم: کتاب الجہاد / باب ربط الاسیر وحبسہ (حدیث: ۱۷۶۴)

ابوداؤد: کتاب الجہاد / باب فی الاسیر یوثق (حدیث: ۲۶۷۹)

اب قیدیوں کے ساتھ اِس سے زیادہ حسنِ سلوک اور کیا ہوگا کہ ایک قیدی نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ مہربانیوں پر اپنا دین قربان کر دیا۔

حاتم طائی کی بیٹی کو رِہائی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر قبیلۂ طے میں داخل ہوا تو حاتم طائی کا بیٹا ''عَدِی'' وہاں سے بھاگ نکلا لیکن اُس کی بہن، قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے اُسے مسجد کے قریب ایک باڑے میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ محفوظ کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اُدھر سے گذرے تو اُس نے درخواست کی کہ: اے اللہ کے رسول! میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور میرا بھائی روپوش ہے، لٰہذا آپ مجھ پر ترس کھائیں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے گا۔

آپ نے پوچھا: تمھارا بھائی کون ہے؟ اُس نے کہا: ''عدی بن حاتم''۔

آپ نے کہا: اللہ اور اُس کے رسول سے بچ کر کہاں جائے گا؟

اتنا کہہ کر آپ آگے بڑھ گئے اور اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔

دوسرے دن پھر آپ اُدھر سے گذرے تو اُس نے پھر وہی درخواست پیش کی۔ آپ نے پھر وہی بات دُہرائی اور آگے بڑھ گئے۔

تیسرے دن آپ پھر اُدھر سے گذرے۔ وہ تو اپنی رِہائی سے مایوس ہو چکی تھی، لیکن اِس بار حضرت علی نے پیچھے سے اشارہ کیا کہ وہ اپنی بات پیش کرے۔ اُس کی درخواست سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: رِہائی کی جلدی مت کرو۔ تمھاری قوم کا کوئی بھروسے کا آدمی مل جائے تو میں تمھیں اُس کے ساتھ کر دوں تا کہ وہ (حفاظت سے) تمھیں تمھارے شہر پہنچا دے۔

آخر کار ایک دن اُس کی قوم کا ایک گروہ آیا جس میں اُس کے بھروسے کا اور شہر تک پہنچا دینے والا آدمی موجود تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پوشاک دی،

سواری کا انتظام کیا اور زادِراہ دے کر رخصت کیا۔ اِس طرح پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی عورت کو باعزت اُس کے گھر تک پہنچا دیا۔[۱۰۷]

❒❒

[۱۰۷] سیرۃ ابن ھشام: ۲۳۴/۴-۲۳۵

گیارھواں باب

غلامی کا مسئلہ

- غلام اور باندی کے حقوق
- عملی نمونے

غلامی کا مسئلہ

اسلام میں قیدیوں کو غلام بنانا جائز ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں، بلکہ صدیوں سے چلی آرہی ایک ''رسم'' ہے جسے اسلام نے چند اسباب کی بناپر باقی رکھا:-

ایک تو یہ کہ......اُن قیدیوں کو فوراً رِہا کر دینے میں اندیشہ ہے کہ وہ پھر سے متّحد ہو کر اسلامی حکومت کے خلاف کوئی سازش نہ کریں۔

دوسرے یہ کہ...... جنگ کی وجہ سے پیدا ہونے والی تباہی اور بدنظمی کے شکار قیدی بے گھر اور بے سہارا ہو گئے اور اُن کے لئے روزی روٹی کا ایک بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا، اِس لئے اُنھیں ''غلام'' بنا کر اُن کی روٹی، کپڑا اور مکان کا مسئلہ حل کر دیا گیا۔

تیسرے یہ کہ......عورتوں کا خاندان اُجڑ گیا، اُن کے باپ، بیٹے اور بھائی جنگ میں مارے گئے یا قید ہو گئے۔ اب وہ بالکل بے سہارا ہیں۔ خطرہ ہے کہ اُنھیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ مَردوں کی ہَوَس کا شکار ہوں گی، اِس لئے اُنھیں کسی ایک شخص کی ''باندی'' بنا دیا جائے تاکہ وہ ایک ہی شخص کے بستر پر رَہیں، بیچ چوراہے پر لٹنے کے بجائے گھر میں اُن کی عزت محفوظ ہو جائے۔

چوتھے یہ کہ......اُن قیدیوں کو غلام اور باندی بنا کر فوجیوں میں تقسیم کر دینے سے حکومت کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاتا ہے اور اُن کی دیکھ بھال بھی اچھی طرح سے ہوتی رہتی ہے۔ انفرادی طور پر جو تحفظ فراہم ہو سکتا ہے، اجتماعی شکل میں بہت دشوار ہے۔

اصل میں یہ وقتی پالیسی تھی کہ اسلام نے ''غلامی'' کو جائز رکھا، ورنہ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو وہ غلامی کا بہت بڑا دشمن ہے۔ اِس لئے کبھی وہ غلام کو آزاد کرنے پر بے پناہ زور دیتا ہے، کبھی وہ غلام کے حقوق شمار کراتا ہے، کبھی اُس کے ساتھ حسنِ سلوک کی بات کرتا ہے، غلام کو بھائی کا درجہ دے کر سماج میں اُسے رسوا ہونے سے بچاتا ہے اور کبھی باندی کو آزاد کر کے اُس سے شادی کرنے اور اپنے پہلو میں جگہ دینے کا مشورہ دیتا ہے۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے اِن حقیقتوں پر بھرپور روشنی پڑتی ہے جسے ذیل کی حدیثوں اور روایتوں میں دیکھا جا سکتا ہے:

غلام اور باندی کے حقوق

غلام آزاد کرو

- عن ابی ھریرة قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤمِنَةً اَعْتَقَ اللّٰہُ بِکُلِّ عُضْوٍمِنْہُ عُضْواً مِنَ النَّارِ حَتّٰی یُعْتِقَ فَرْجَہُ بِفَرْجِہٖ.

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو کسی مومن غلام کو آزاد کرے گا، اللہ اُس غلام کے ہر عضو کے بدلے، اُس کے عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا، یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ کو۔[۱۰۸]

- عن عقبة بن عامر قال، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً فَکَّ اللّٰہُ بِکُلِّ عُضْوٍمِنْ اَعْضَائِہٖ عُضْواً مِنْ اَعْضَائِہٖ مِنَ النَّارِ.

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی غلام کو آزاد کرے گا، اللہ غلام کے ہر عضو کے بدلے، آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا۔[۱۰۹]

- عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ قال: سألت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ ؟ قَالَ: اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَجِھَادٌ فِیْ سَبِیْلِہٖ. قُلْتُ: فَاَیُّ الرِّقَابُ اَفْضَلُ ؟ قَالَ: اَعْلَاھَا ثَمَناً وَاَنْفُسُھَا عِنْدَاَھْلِھَا.

---

[۱۰۸] مسلم: کتاب العتق / باب فضل العتق (۱۵۰۹)
ترمذی: کتاب النذور والایمان / باب ماجاء فی ثواب من اعتق رقبۃً (حدیث: ۱۵۴۱)
نسائی: کتاب العتق / فضل العتق (حدیث: ۴۸۵۴)

[۱۰۹] المستدرک: کتاب العتق (حدیث: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اُس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پوچھا: کیسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا: جو سب سے مہنگا ہو اور مالک کو سب سے زیادہ پسند ہو۔[۱۱۰]

- عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ،قالت:

اَمَرَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ بِالۡعِتَاقَۃِ فِیۡ کُسُوۡفِ الشَّمۡسِ.

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کے موقع پر غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

- عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللّٰہ عنہا قالت:

کُنَّانُؤۡمَرُعِنۡدَ الۡخُسُوۡفِ بِالۡعِتَاقَۃِ.

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہمیں چاند گہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا۔[۱۱۱]

غلام کے ساتھ حسنِ سلوک

- عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اَلۡعَبِیۡدُ اِخۡوَانُکُمۡ فَاَطۡعِمُوۡھُمۡ مِمَّاتَأۡکُلُوۡنَ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام تمھارے بھائی ہیں، لھٰذا جو خود کھاتے ہو وہی اُن کو کھلاؤ۔[۱۱۲]

---

[۱۱۰] بخاری: کتاب العتق / باب ای الرقاب افضل (حدیث:۲۵۱۸)
مسلم: کتاب الایمان / باب کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال (حدیث:۸۴)
المؤطا: کتاب العتق / باب فضل عتق الرقاب (حدیث:۱۵)
ابن ماجہ: کتاب العتق / باب العتق (حدیث:۲۵۲۳)

[۱۱۱] بخاری: کتاب العتق / باب مایستحب من العتاقۃ (حدیث:۲۵۱۹-۲۵۲۰)

[۱۱۲] بخاری: کتاب العتق / باب قول النبی ﷺ

• عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیَجْتَنِبِ الْوَجْہَ.

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی (غلام) سے لڑے تو چہرے پر مارنے سے بچے۔[۱۱۳]

غلام کا کوئی عضو بیکار مت کرو

• عن الحسن قال: قال رجل لعمران بن حصین ان عبدالی ابق وانی نذرت ان اصبتہٗ لاقطعن یدہٗ قال: لَاتَقْطَعْ یَدَہٗ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْمُ فِیْنَا فَیَأمُرُنَا بِالصَّدَقَۃِ وَیَنْھَانَا عَنِ الْمُثْلَۃِ.

حضرت حسن سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرا ایک غلام بھاگ نکلا ہے۔ میں نے منت مانی ہے کہ اگر میں نے اُسے پکڑ لیا تو ضرور اُس کا ہاتھ کاٹوں گا۔ اُنھوں نے کہا: اُس کا ہاتھ مت کاٹنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ہمیں صدقہ کا حکم دیتے تھے اور کسی عضو کو بیکار کرنے سے روکتے تھے۔[۱۱۴]

غلام پر خدا کی رحمت

• عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

---

[۱۱۳] بخاری: کتاب العتق / باب اذا ضرب الوجہ (۲۵۵۹)
مسند الامام احمد: ۵۳/۳ (۱۱۴۷۶)
صحیح ابن حبان: کتاب الحظر / فصل فی التعذیب (۵۶۱۳)
[۱۱۴] صحیح ابن حبان: کتاب الحظر والاباحۃ / باب المثلۃ (۵۶۲۴)

ثَلا ثَةٌ كُلُّهُمْ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهٗ ،اَلْغَازِیُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ،وَالْمُکَاتِبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ،وَالنَّاکِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ التَّعَفُّفَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پورے تین لوگوں کی مدد کرنا اللہ کے ذمہ ہے: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی، اُس غلام کی جو اپنی قیمت ادا کرنے کی کوشش میں ہے اور اُس نکاح کرنے والے کی جو پاکدامن بننا چاہتا ہے۔[۱۱۵]

باندی کے ساتھ حسن سلوک کرو

• عن ابی موسیٰ رضی اللّٰه عنه قال ،قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:مَنْ کَانَتْ لَهٗ جَارِیَةٌ فَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ اِلَیْهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا کَانَ لَهٗ اَجْرَانِ.[۱۱٦]

جس کے پاس کوئی باندی ہوتو وہ اُسے اچھی تعلیم دے پھر اُسے آزاد کر کے اُس سے شادی کر لے تو اُس آدمی کو دوگنا اجر ملے گا۔

• عن وهب ابن ابی خالد قال حدثتنی اُمُّ حبیبة بنت عرباض بن ساریة ان اباها اخبرها ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: نَهٰی اَنْ تُوْطَأَ السَّبَایَاحَتّٰی یَضَعْنَ مَا فِیْ بُطُوْنِهِنَّ.

اُمّ حبیبہ بنت عِرباض بن ساریہ بیان کرتی ہیں کہ اُنھیں اُن کے والد نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ

---

[۱۱۵] ابن ماجہ: کتاب العتق / باب المکاتب (حدیث:۲۵۱۸)
المستدرک: کتاب المکاتب (حدیث:۱)
شعب الایمان: باب فی الجہاد (حدیث:۴۲۷۸)
[۱۱٦] بخاری: کتاب العتق / باب فضل من ادّب جاریۃ (حدیث:۲۵۴۴)

جب تک (مالِ غنیمت میں ہاتھ آئیں) باندیاں اپنے پیٹ کے بچوں کو جن نہ دیں، اُس وقت تک اُن سے ہمبستری نہ کی جائے۔[۱۱۷]

- عن علی رضی اللّٰہ عنه قال: اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَبِیْعَ اَخَوَیْنِ مِنَ السَّبِیِّ فَبِعْتُهُمَا ثُمَّ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ بِبَیْعِهِمَافَقَالَ: فَرَقْتَ بَیْنَهُمَا ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَارْتَجِعْهُمَاثُمَّ بِعْهُمَاوَلَاتفرقْ بَیْنَهُمَا.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قیدی بھائیوں کو بیچنے کا حکم دیا تو میں اُنھیں بیچ آیا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر اُن کے بکنے کے بارے میں بتایا تو آپ نے پوچھا: تم نے اُنھیں الگ الگ بیچا؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اُنھیں واپس کرلو اور پھر سے بیچو، الگ الگ نہ بیچنا۔[۱۱۸]

- عن ابی ایوب قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَیْنَهُ وَبَیْنَ اَحِبَّتِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ.

حضرت ابوایوب کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ماں اور اُس کے بچے کو الگ الگ بیچے گا تو اللہ قیامت کے دن اُسے اُس کے چہیتوں سے الگ کردے گا۔[۱۱۹]

---

[۱۱۷] ترمذی: کتاب السیر / باب ماجاء فی کراھیۃ الوطی الحبالٰی (حدیث:۱۵۶۴)
المستدرک: کتاب قسم الفئ (حدیث:۲۶۰۶)
[۱۱۸] المستدرک: کتاب الجہاد (حدیث:۱۹۹)
[۱۱۹] ترمذی: کتاب السیر / باب ماجاء فی کراھیۃ التفریق بین السبی (حدیث:۱۵۶۶)

- عن عمران بن حصين قال،قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: مَلْعُوْنٌ مَّنْ فَرَّقَ.

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جس نے (باندی بیچتے وقت) ماں کو اُس کے بچے سے جدا کیا۔[۱۲۰]

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کی شام جو خطبہ دیا تھا، اُس میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

اِنْ اُمِرَّ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ اَسْوَدُ يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا.

اگر کوئی کالا کلوٹا، گھٹیا، حبشی غلام تمھارا امیر ہو جو اللہ کی کتاب (قرآن) کے ساتھ تمھیں چلائے تو اُس کی سنو اور مانو۔[۱۲۱]

- اُسی موقع پر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

اَرِقَّائُكُمْ اَرِقَّائُكُمْ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ وَاِنْ جَاؤُوْا بِذَنْبٍ لَّا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَغْفِرُوْهُ فَبِيْعُوْا عِبَادَ اللّٰهِ وَلَا تُعَذِّبُوْهُمْ.

تمھارے غلام! تمھارے غلام! اُنھیں وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ اگر وہ کوئی غلطی کر بیٹھیں تو اگر تم اُنھیں معاف کرنا نہیں چاہتے تو اُنھیں سزا نہ دینے لگو، بلکہ اُنھیں اللہ کے بندوں کے ہاتھ بیچ دو۔

---

[۱۲۰] المستدرک: کتاب البیوع (حدیث: ۲۰۴)

[۱۲۱] مسلم: کتاب الامارۃ/باب وجوب طاعۃ الامراء (حدیث: ۱۸۳۸)

مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر/ماجاء فی طاعۃ الامام (حدیث: ۳۲۵۲۷-۳۲۵۲۸)

الطبقات الکبریٰ: ۱۴۱/۲

حجۃ الوَداع کے اہم موقع پر اِس طرح کی نصیحت کرنے سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں ''غلام'' کی بڑی عزت اور وقعت ہے۔

• یہیں تک بس نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرماتے وقت بھی ''غلام'' کو یاد رکھا، چنانچہ اُس وقت آپ کی عام وصیت یہ تھی:

اَلصَّلاۃُ، اَلصَّلاۃُ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ......(یعنی نماز اور غلام کا خیال رکھنا۔)

راوی کہتا ہے کہ یہ جملہ کہتے کہتے آپ پر غرغرہ کی حالت طاری ہوگئی۔آپ زبان سے تو نہیں کہہ پا رہے تھے، مگر آپ کہتے اور سینے میں آواز بند ہو کر رہ جاتی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ دیر کے لئے غشی آ گئی۔ جب ہوش ہوا تو فرمایا:

اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ !اَلْبِسُوْاظُھُوْرَھُمْ وَاشْبَعُوْابُطُوْنَھُمْ وَاَلِیْنُوْالَھُمُ الْقَوْلَ.

اپنے غلاموں کے معاملے میں اللہ سے برابر ڈرتے رہنا۔

اُنھیں کپڑے پہنانا، پیٹ بھر کھانا کھلانا اور اُن سے نرمی سے بات کرنا۔[۱۲۲]

✠✠

---

[۱۲۲]الطبقات الکبریٰ:۲/۱۹۵

عملی نمونے

حضرت جُوَیرِیہ رضی اللہ عنہا

جنگِ بنی مُصطَلِق میں جو قیدی ہاتھ آئے تھے، اُن میں قبیلے کے سردار حارث بن مُصطَلِق کی بیٹی ''جُوَیرِیہ'' بھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن قیدیوں کو مسلمانوں میں تقسیم کیا تو جُوَیرِیہ، حضرت ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ جویریہ نے ثابت بن قیس سے طے کیا کہ وہ کچھ رقم لے کر مجھے آزاد کریں، چنانچہ اِس سلسلے میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور بتایا کہ اے اللہ کے رسول! میں حارث کی بیٹی ''جویریہ'' ہوں جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ آج میں جس مصیبت میں ہوں، آپ سے ڈھکی چھپی نہیں۔ میں ثابت بن قیس کے حصے میں ہوں، مگر میں نے اُن سے طے کرلیا ہے کہ وہ کچھ رقم لے کر مجھے آزاد کر دیں۔ میں آپ کے پاس آئی ہوں تا کہ آپ اِس سلسلے میں میری مدد کریں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: تم اِس سے بہتر چیز پسند کرو گی؟

اُنھوں نے پوچھا: وہ کیا یا رسول اللہ!؟

آپ نے فرمایا: میں تمھاری طرف سے تمھاری قیمت ادا کر دوں اور تم سے نکاح کرلوں؟

اُنھوں نے کہا: ٹھیک ہے، یا رسول اللہ!

چنانچہ آپ نے قیمت ادا کر کے اُنھیں آزاد کرالیا اور اُن سے نکاح کرلیا۔

جب یہ خبر پھیلی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جویریہ'' سے شادی کر لی ہے تو ''بنی مصطلق'' کے جتنے غلام اور باندیاں، لوگوں کے قبضے میں تھیں؛ سب کو یہ کہہ کر اُنھوں نے آزاد کر دیا کہ اب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سُسرالی رشتہ دار ہو گئے ہیں۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قبیلے میں شادی کر لی ہے، وہ غلام نہیں رہ سکتا۔)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لینے کی وجہ سے بنی مصطلق کے سَو (100) گھروں کو آزادی مل گئی۔[۱۲۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی بیٹی کی حیثیت میں کوئی فرق آنے نہ دیا، بلکہ نکاح کر کے اُسے اور بھی عزت بخش دی۔ دوسرا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اِس شادی کی برکت سے دشمن کے سارے قیدیوں کو آزادی مل گئی۔

دشمن کی عورت کو عزت

جنگِ خیبر میں جو قیدی آئے تھے، اُن میں یہودیوں کے سردار حُیَی بن اَخطب کی بیٹی، ''صفیہ'' بھی تھیں۔ اُن کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، اُن کا شوہر ''کنانہ بن ربیع'' غداری کے جرم میں مارا گیا تھا۔ سارے قیدیوں کو اکٹھا کیا گیا تو ایک صحابیِ رسول حضرت دِحیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک باندی طلب کی۔ آپ نے فرمایا: جاؤ کوئی باندی لے لو۔ وہ آئے اور صفیہ کو لیتے گئے۔ اُس کے بعد ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے نبی! آپ نے حُیَی کی بیٹی صفیہ کو دِحیہ کے حوالے کر دیا ہے جو قریظہ اور بنو نضیر کی شہزادی ہے؟ وہ تو بس آپ ہی کے لائق ہے؟ آپ نے کہا: دِحیہ کو کہو کہ اُسے (صفیہ) لے کر آئیں۔ وہ آئے تو آپ نے ایک نظر صفیہ پر ڈالی اور دِحیہ سے کہا کہ: تم اِس (صفیہ) کے علاوہ کوئی اور باندی لے لو۔ پھر آپ نے صفیہ کو آزاد کر دیا تو وہ مسلمان ہو گئیں اور آپ نے اُن سے نکاح کر لیا۔[۱۲۴]

آپ نے اپنے بدترین دشمن کی بیٹی کی حیثیت کو پامال ہونے سے بھی بچایا اور اپنی ''ازواج'' میں شامل کر کے اُسے عزت بھی بخشی۔

- عن سُوَید بن مُقَرِّن المُزَنِیُّ قال: لَقَدْ رَأیتُنَا سَبْعَةَ اَخْوَةٍ

---

[۱۲۳]سنن ابی داؤد: کتاب العتق / باب فی بیع المکاتب (۳۹۳۱)
سیرۃ ابن ھشام: ۳/ ۳۲۲-۳۲۳

[۱۲۴]سنن ابی داؤد: کتاب الخراج / باب ماجاء فی سہم الصَّفیّ،
سیرۃ ابن ھشام: ۴/ ۳۰۳

مَـا لَـنَـا خَـادِمٌ اِلَّاوَاحِدَةٌ فَلَطَمَهَا اَحَدُنَا فَاَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نُعْتِقَھَا. [۱۲۵]

حضرت سُوید بن مقرن مزنی کہتے ہیں کہ ہم سات بھائی کے پاس ایک خادم تھا۔ایک دن ہم میں سے ایک نے اُسے طمانچہ لگادیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اُسے آزاد کردو۔

• حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صلحِ حُدَیبیہ کے موقع پر صلح ہونے سے پہلے دوغلام بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے۔اُن کے آقاؤں نے آپ کو خط لکھا کہ: اللہ کی قسم، اے محمد! وہ آپ کے دین سے دلچسپی رکھنے کی وجہ سے بھاگ کر آپ کے پاس نہیں گئے ہیں، بلکہ وہ غلامی کی وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔

لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ سچ کہہ رہے ہیں۔آپ اُنھیں، اُن کے آقاؤں کو لوٹا دیجے۔اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوگئے، فرمایا:

مَـااَرَاكُـمْ تَنْتَهُوْنَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَـنْ يَّـضْـرِبُ رِقَـابَـكُمْ عَلىٰ هٰذَا. وَاَبٰى اَنْ يَّرُدَّهُمْ فَقَالَ: هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ. [۱۲۶]

اے قریش کی جماعت! میں نہیں سمجھتا کہ تم اُس وقت باز آؤ گے جب اللہ تم پر ایسے کو بھیجے گا جو اِس بنا پر تمھاری گردن مارے گا۔آپ نے اُنھیں لوٹانے سے انکار کرتے ہوئے کہا: وہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔

• حضرت معرور بن سُوید کہتے ہیں کہ مقامِ رَبذَہ میں میری ابوذر سے ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ وہ بھی ایک جوڑا پہنے ہوئے ہیں اور اُن کا غلام بھی۔ہم نے اُن

---

[۱۲۵] ترمذی: کتاب النذور والایمان/باب فی الرجل یلطم خادمہٗ (۱۵۴۲)

[۱۲۶] المستدرک: کتاب الجہاد (۳۰۱)

سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد/باب فی عبید المشرکین (۲۷۰۰)

سے اِس بارے میں دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا: میں نے ایک شخص کو برا بھلا کہہ دیا تھا تو وہ میری شکایت لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے اُسے اُس کی ماں کا عار دلایا ہے؟ پھر آپ نے فرمایا:

اِنَّ اِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، لَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَايَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ مَايَغْلِبُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ.[۱۲۷]

بے شک تمھارے غلام، تمھارے بھائی ہیں۔ اللہ نے اُنھیں تمھارا ماتحت بنایا۔ لٰہذا جس کا بھائی اُس کے ماتحت ہو تو وہ اُسے وہی کھلائے جو خود کھائے اور وہی پہنائے جو خود پہنے۔ اُن سے وہ کام نہ لو جو اُنھیں تھکا دیں۔ پھر اگر اُنھیں ایسے کام دو جو اُنھیں تھکا دیں تو اُن کا ہاتھ بٹاؤ۔

- حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ: میری آزادی کی یہ شرط تھی کہ میں اپنے آقاؤں کے لئے پانسو کھجور کے پودے لگاؤں۔ جب میں اُن پودوں کی رُوپائی کردوں گا تو میں آزاد ہو جاؤں گا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اُن کی شرط منظور کر لو اور پودے لگاؤ۔ جب پودے لگانے کا ارادہ کرنا تو مجھے بتانا، چنانچہ (پودے لگانے کے وقت) آپ آئے تو خود ہی پودے لگانے لگے۔ ایک پودا چھوڑ دیا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ اور میں نے تمام پودوں کی رُوپائی کی۔ ایک پودا رہ گیا جسے آپ نے رو پا۔[۱۲۸]

- حضرت سعید بن مرجانہ جو امام زین العابدین حضرت علی بن حسین کے ساتھی تھے، کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱۲۷] بخاری: کتاب العتق / باب قول النبی ﷺ: العبید اخوانکم (حدیث: ۲۵۴۵)

[۱۲۸] المستدرک: کتاب المکاتب (حدیث: ۲۸۶۲)

فرمایا: جو آدمی کسی مسلمان شخص کو آزاد کرے گا، اللہ اُس کے ہر عضو کے بدلے (آزاد کرنے والے کے) عضو کو جہنم سے بچالے گا۔ سعید بن مَرجانہ کہتے کہ میں نے یہ حدیث جا کر علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو سنائی تو اُنھوں نے اپنے اُس غلام کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا جسے ابنِ جعفر (امام زین العابدین کے چچا) نے دس ہزار (10,00,0) درہم میں خرید اتھا۔[۱۲۹]

- ابن جُریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ: جب کسی غلام کے بارے پتہ چلے کہ اُس کے پاس مال ہے تو کیا مجھ پر واجب ہے کہ قیمت لے کر اُسے آزاد کر دوں؟

اُنھوں نے جواب دیا: میں اُسے واجب ہی خیال کرتا ہوں (عمرو بن دینار نے بھی مجھ سے یہی بات کہی۔)

میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ اِس (حکم) کو کسی سے روایت کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں؟

اُنھوں نے کہا: نہیں۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ پھر مجھے عطاء نے خبر دی کہ بے شک موسیٰ بن اَنس نے اُنھیں خبر دی کہ سِیرین جو مالدار غلام تھے اُنھوں نے (اپنے آقا) اَنس سے مطالبہ کیا کہ وہ قیمت لے کر مجھے آزاد کردیں، مگر انس نے انکار کر دیا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اُنھوں نے اَنس کو حکم دیا کہ پیسے لے کر سیرین کو آزاد کر دو، پھر بھی اُنھوں نے انکار کیا تو حضرت عمر نے اُن کو کوڑا مارا اور وہ اِس آیت کی تلاوت کر رہے تھے:

﴿فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِ خَيْراً﴾ (النور:۳۳)

اگر تم اُن کے بارے میں بہتری کا خیال رکھتے ہو تو قیمت لے کر اُنھیں آزاد کر دو۔

---

[۱۲۹] بخاری: کتاب العتق / باب فی العتق وفضلہ (حدیث:۲۵۱۷)
مسلم: کتاب العتق / باب فضل العتق (حدیث:۱۵۰۹)

تب حضرت اَنس نے اُنھیں پیسے لے کر آزاد کر دیا۔[۱۳۰]

یہ تمام روایتیں اِس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ اسلام نے غلامی کو بڑھاوا نہیں دیا ہے، بلکہ اُسے ختم کرنے کی بڑی تدبیریں کی ہیں، یہاں تک کہ اب معلوم دنیا کے کسی کونے میں ایک غلام بھی نہیں رہ گیا۔ یہ اسلام ہی کی بہت بڑی برکت تھی کہ اُس کے آنے سے ''غلامی'' کے ایک لمبے دور کا خاتمہ ہو گیا۔

پھر اسلام نے غلاموں کو اتنا بڑھایا اور اونچا کیا کہ عزت، شہرت، منصب اور مقبولیت میں اُنھوں نے بہت سارے آزادوں کو پیچھے دَھکیل دیا۔

❐❐

[۱۳۰] بخاری: کتاب المکاتب/ باب المکاتب

بارھواں باب

فاتحِ پیغمبر اور مفتوح قوم

فاتح پیغمبر اور مفتوح قوم

دنیا میں ہمیشہ سے ''مفتوح قوم'' کا مسئلہ بڑا ہی نازک رہا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب کوئی حکمراں ''فاتح'' ہوتا ہے تو اپنی ''مفتوح قوم'' کے ساتھ ہر طرح کا سلوک جائز سمجھتا ہے۔ اُن کا قتلِ عام کرنا، اُنھیں بھیانک جسمانی اذیت دینا، درندگی کی حد تک اُن کی عورتوں کی عزت لوٹنا اور اُن کے بچوں کے خون سے اپنی پیاس بجھانا۔ یہ تو فاتح قوم کا ایک عام رَوَیّہ ہے۔ اِس کے علاوہ وہ جو کچھ نئے نئے انداز نکالیں اور نِت نئے طریقوں سے تجربہ کریں، اُس کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بھی ۸ھ میں ''فاتح کی حیثیت سے ایک بار مکے میں داخل ہوئے تھے۔ اُس موقعے پر آپ نے ''مفتوح قوم'' کے ساتھ جو رَوَیّہ اختیار کیا تھا اور اُن سے جو سلوک اپنایا تھا؛ مفتوح قوم نے سوچا بھی نہ تھا کہ کوئی فاتح ایسا بھی ہوسکتا ہے، اتنا رحمدل، مہربان، سادہ اور ملنسار۔

- پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکے میں داخل بھی نہ ہوئے تھے، مکے سے دور مقام ''مَرُّ الظَّہرَ ان'' ہی میں آپ نے اعلان کر دیا تھا:

جو ابوسفیان کے گھر میں چھپ جائے گا، اُسے اَمان ہے۔
جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا، اُسے اَمان ہے اور جو مسجد (کعبے) میں گھُس جائے گا، اُسے اَمان ہے۔

یہ اِعلان سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں اور کعبے کی طرف چل پڑے۔[۱۳۱]

- پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، اونٹنی پر سوار ہوکر جب مکے میں داخل ہورہے تھے تو اِنکساری کی وجہ سے آپ کا سر اتنا جھک گیا تھا کہ لگتا تھا آپ کی داڑھی پالان کے اگلے حصے سے چھُو جائے گی۔[۱۳۲] گھمنڈ میں چور اُن بے رحم فاتحوں کی طرح نہیں جو

[۱۳۱] سنن ابی داؤد: کتاب الخراج / باب ماجاء فی خبر مکۃ (حدیث: ۳۰۲۱)، سیرۃ ابن ھشام: ۵۲/۴
[۱۳۲] دلائل النبوۃ: ۶۸/۵

فتح کے جوش میں اکڑ جاتے ہیں۔

- مکے میں داخل ہونے سے پہلے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ جنگ نہ کی جائے، مگر اتفاق یہ ہوا کہ حضرت خالد بن ولید جس راستے سے آگے بڑھ رہے تھے، اُس راستے پر عکرمہ بن ابوجہل، قریش کے کافروں کا ایک دستہ لئے ہوئے نکل آیا۔ یہ لوگ ہتھیار اُٹھائے ہوئے کوشش کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے نہ دیا جائے، چنانچہ عکرمہ کا دستہ مسلمانوں پر تیر برسانے لگا۔ حضرت خالد بن ولید بھی جھٹ پَٹ اپنے ساتھیوں کو لے کر اُن پر پِل پڑے اور چوبیس (24) کافروں کو مار گرایا۔ اِس طرح مسلمانوں نے اُن کافروں کو بری طرح مار بھگایا۔ اِس جھڑپ میں دو مسلمان (کُرز بن جابر فِہری اور خالد الاشقر خُزاعی) بھی شہید ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا: کیا میں نے جنگ سے روکا نہ تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ خالد نے پہل نہ کی تھی، بلکہ کافروں نے جنگ چھیڑی تھی۔[۱۳۳]

- مکے میں داخل ہو کر ایک بار پھر آپ نے اعلان کیا:

جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے گا، اُسے اَمان ہے۔ جو ہتھیار ڈال دے گا، اُسے اَمان ہے اور جو اپنا دروازہ بند کر لے گا، اُسے اَمان ہے۔[۱۳۴]

- یہ بھی اعلان کیا گیا تھا کہ:

کسی بھاگنے والے کو قتل مت کرنا اور نہ کسی زخمی کو قتل کرنا اور جو اپنا دروازہ بند کر لے تو اُسے اَمان ہے۔[۱۳۵]

---

[۱۳۳] الطبقات الکبریٰ: ۲/۱۰۳

[۱۳۴] ابوداؤد: کتاب الخراج / باب ما جاء فی خبر مکۃ (حدیث: ۳۰۲۴)
مسلم: کتاب الجہاد ۳۱ باب فتح مکۃ (حدیث: ۱۷۸۰)

[۱۳۵] مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر / فی الاجازۃ علی الجرحیٰ واتباع المدبر (حدیث: ۳۳۲۶۵)

• اُس دن پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیّہ ،ابوسفیان بن حرب اور حارث بن ہشام کو بلوایا تو حضرت عمر نے کہا: اللہ نے اُنھیں بے بس کر دیا ہے، آج اُنھیں اپنے کرتوت کا پتہ چلے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا:

مَثَلِیۡ وَمَثَلُکُمۡ کَمَا قَالَ یُوۡسُفُ لِاِخۡوَتِہٖ: لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ،یَغۡفِرُ اللّٰہُ لَکُمۡ وَھُوَ اَرۡحَمُ الرَّاحِمِیۡنَ.

میری اور تمھاری بات وہی ہے جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی آج تم پر کوئی الزام نہیں (پکڑ) نہیں ،اللہ تمھیں بخشے، وہ تو مہربانوں کا مہربان ہے۔[۱۳۶]

• فتحِ مکہ کے دن ،عِکرَمہ بن ابوجہل اور صَفوان بن اُمیّہ جنھوں نے ایک جنگجو دستے کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ساتھیوں کا قتل کر دیا تھا۔ جب مکہ فتح ہوگیا تو وہ مارے ڈر کے شہر چھوڑ کر بھاگ نکلے۔وہ دونوں ملکِ شام کی طرف نکل جانا چاہتے تھے۔عکرمہ تو بھاگ نکلے،صفوان ابھی جدّہ میں تھے،وہ وہاں سے یمن جانے والے جہاز پر سوار ہونے کی تیاری میں تھے کہ حضرت عُمیر بن وَہب اپنی سفارش پر اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔آپ نے اُن کی جان بخش دی اور اُنھیں اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں چار مہینے کی مہلت دے دی۔اُدھر عکرمہ کی بیوی اُمّ حکیم بن حارث رضی اللہ عنہا (جو پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں) نے اپنے شوہر عکرمہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اَمان مانگ لی۔پھر اُمِّ حکیم،عکرمہ کی تلاش میں نکلیں اور یمن جاکر اُنھیں ڈھونڈ نکالا اور اُنھیں اپنے ساتھ لیتی آئیں۔

اُس کے بعد صَفوان بن اُمیّہ اور عِکرمہ بن ابوجہل دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مسلمان ہو گئے۔[۱۳۷]

---

[۱۳۶] الطبقات الکبریٰ:۲/۱۰۷

[۱۳۷] سیرۃ ابن ھشام:۴/۵۵-۵۶-۵۹-۶۶-۶۷

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے اِن خطرناک دشمنوں کو فتحِ مکہ کے دن اِس طرح معاف کردیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا اور اُنھیں پورا موقع دیا، یہاں تک کہ دونوں مسلمان ہوگئے۔

- ''ہَبّار بن اَسْوَد'' ایک ایسا شخص تھا کہ جب پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے دِیوَر (کنانہ بن ربیع) کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوکر مدینے جارہی تھیں۔ وہ پالان کے اندر تھیں اور اُن کا دِیوَر تیر کمان لئے ہوئے، اونٹ کی نکیل تھامے چلا جارہا تھا۔ قریش کو خبر لگی تو اُن کا پیچھا کیا اور آکر اُن کا راستہ روک لیا۔ سب سے پہلے جس نے حضرت زینب کو چھیڑا، وہ یہی ہَبّار بن اَسْوَد تھا۔ حضرت زینب اُن دنوں اُمید سے (حاملہ) تھیں۔ ہَبّار نے نیزہ دکھا دکھا کر اُنھیں اتنا ڈرایا اور دھمکایا کہ اُن کا حمل ضائع ہوگیا۔ یا اُس نے اونٹ کے پہلو میں نیزہ چبھو دیا جس سے اونٹ بلبلا کر اچھل پڑا اور حضرت زینب پالان سے گر کر ایک چٹان پر آپڑیں جس کی وجہ سے اُن کے پیٹ کا خون بہنا شروع ہوگیا جو تھمنے کا نام ہی نہ لیتا۔ اِس طرح اُن کا حمل ضائع ہوگیا۔

اتنے میں اُن کے دِیوَر نے اپنے تَرکش سے تیر نکال کر کہا: خدا کی قسم! جو میرے پاس پھٹکنے کی کوشش کرے گا، میں اُسے تیر سے چھید دوں گا۔

خیر کسی طرح معاملہ رفع دفع ہوا اور حضرت زینب مدینے آگئیں۔

یہی ہَبّار بن اَسْوَد جنھوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے ساتھ اتنا وحشیانہ اور قاتلانہ سلوک کیا تھا؛ فتحِ مکہ کے بعد جب وہ مسلمان ہونے آئے تو آپ نے اُنھیں معاف کردیا اور اُن کا اسلام قبول کرلیا۔[۱۳۸]

- ''وَحشی''، جس نے جنگِ اُحد میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے چچا

---

[۱۳۸] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۲۶۵،
الاستیعاب: ۴/۱۵۳۶،
اُسد الغابہ: ۵/۳۸۴

حضرت حمزہ کو اِس زور سے نیزہ مارا تھا کہ ناف کے نیچے لگا اور چھیدتا ہوا پیچھے سے نکل آیا اور حضرت حمزہ شہید ہو گئے۔

فتحِ مکہ کے دن اپنی جان بچانے کے ڈر سے وہ ''طائف'' بھاگ گئے۔ جب طائف سے بھی لوگ آ آ کر مسلمان ہونے لگے تو وہ سوچ میں پڑ گئے کہ کہاں جاؤں۔ ملکِ شام، ملکِ یمن یا کسی اور ملک کو نکل جاؤں۔ وہ اِسی اُدھیڑ بُن میں تھے کہ کسی نے اُنھیں بتایا کہ جو آدمی اُن (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین میں داخل ہو جاتا ہے اور اُن کا کلمہ پڑھ لیتا ہے، وہ اُسے معاف کر دیتے ہیں، چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر مسلمان ہو گئے تو آپ نے اُنھیں معاف کر دیا اور صرف اتنا کہا کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔

اِس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے قاتل کی جان بخش دی۔[۱۳۹]

• ابوسفیان کی بیوی ہِند بن عُتبَہ، جنگِ اُحُد کے دن، جنگ ختم ہونے کے بعد چند عورتوں کے ساتھ شہید صحابہ کی لاشوں کے پاس آئی اور اُن کے ناک اور کان کاٹنے لگی۔ اُس نے وحشی کو حضرت حمزہ کے قتل کے انعام میں اپنے پازیب، ہار اور بالیاں اتار کر دے دیں اور اُن کی جگہ شہیدوں کے کٹے ہوئے ناک اور کان کو پازیب اور ہار بنا کر پہن لیا اور پیٹ چیر کر حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر چبانے لگی، نگل نہ سکی تو اُگل دیا۔

فتحِ مکہ کے دن جب چھوٹے بڑے، مرد عورت، سب آ آ کر اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہو رہے تھے۔ عورتوں کی جماعت میں ہند بنت عتبہ بھی آئی تھی، اُس نے بھی اسلام قبول کرنا چاہا تھا۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کچھ نہ کہا، معاف کر دیا اور اسلام قبول کر لیا۔[۱۴۰]

❑❑

[۱۳۹] سیرۃ ابن هشام: ۳/ ۷۷-۷۸-۷۹-۸۰،
بخاری: کتاب المغازی/ باب قتل حمزۃ (۴۰۷۲)

[۱۴۰] سیرۃ ابن هشام: ۳/ ۱۰۱-۱۰۲،
الاستیعاب: ۴/ ۱۹۲۲-۷/ ۲۹۳،
الاِصابہ: ۸/ ۳۴۶

تیرھواں باب

اسلامی جنگوں کی حقیقت

اسلامی جنگوں کی حقیقت

مکے میں جب مسلمان، کافروں کے ہاتھوں ستائے جارہے تھے تو وہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے کہ اُنھیں کافر دشمنوں سے جنگ کرنے کی اجازت دی جائے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر بار یہی جواب ہوتا: ''مجھے درگذر کرنے کا حکم ہے، لھٰذا اُن سے جنگ مت کرو''۔[۱۴۱]

آخر کار اللہ کا حکم آ ہی گیا، پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی وحی نازل ہوئی:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ • الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾[حج:۳۹،۴۰]

جن سے جنگ کی جائے، اُنھیں جنگ کی اجازت ہے، کیونکہ اُن پر ظلم ہوا ہے اور بے شک اللہ تو اُن کی مدد پر قادر ہے۔ جو لوگ اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے، مگر یہ کہ اُن کا کہنا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

مسلمانوں کو جنگ کی اجازت کیوں دی گئی؟ اِس کی صاف وجہ بتا دی گئی کہ اُن پر بڑا ظلم ہوا ہے، لھٰذا اَب بھی کافر ظلم سے باز نہ آئیں اور لڑنے پر ہی آمادہ ہوں تو مسلمان بھی اُس ظلم کے دفاع میں تلوار اٹھالیں۔

• سب سے پہلی جنگ، بدر کے میدان میں مشرکینِ مکہ سے لڑی گئی۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، براہ راست جس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے، وہ یہی مکے کے مشرکین تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''مَدعُو قوم'' تھی۔ آپ اِسی قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے اُٹھے تھے۔

''مَدعُو قوم'' کے سلسلے میں اللہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب لوگ اپنے پیغمبر کی دعوت کا مسلسل انکار کرتے ہیں، توحید سے منہ پھیر کر اپنے شرک پر جمے رہتے ہیں اور پیغمبر کے

---

[۱۴۱]انی اُمرت بالعفو فلاتقاتلوا القوم...... المستدرک: کتاب الجہاد (حدیث:۲۳۷۷)

ساتھیوں کا مذاق اڑاتے ہیں اوراُن پر ظلم ڈھاتے ہیں تو ایک لمبی مدت گزر جانے کے بعد اللہ اُن پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمالیتا ہے۔ پھر اُن کے سامنے دوہی آپشن ہوتے ہیں: یا اسلام (توحید) یا عذاب۔

مکے کے مشرکین چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''مدعو قوم'' تھے؛ جب اُنھوں نے آپ کی دعوتِ توحید سے مسلسل انکار کیا اور اُس کے بدلے آپ پر برابر ظلم ڈھایا تو پندرہ سال کی لمبی مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمالیا۔ اِس بار اللہ تعالیٰ نے عذاب کی نوعیت میں اک ذرا تبدیلی کردی۔ پہلے جتنے عذاب آئے، سب آسمانی عذاب تھے، مگر اب جو عذاب آنے والا تھا، وہ مسلمانوں کی تلوار تھی جو جنگ بدر میں مشرکوں کی گردن پر ٹوٹی۔ چونکہ یہ جنگ ایک عذاب تھی، اِس لئے مکے کی ''مدعو قوم'' کے سامنے صرف دو چیزیں تھیں: اسلام یا تلوار۔

یہی حکم قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اِس طرح بیان فرمایا:

وَقٰتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقٰتِلُوْنَکُمْ وَلَاتَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ .وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ مِنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ ☆

اور اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے آگے مت بڑھو، کیونکہ حد سے گزرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اور اُن لڑنے والوں کو جہاں پاؤ مار دو اور اُنھیں وہاں سے نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمھیں نکالا......

☆ وقال آخرون: بل ذلک امر من اللّٰه تعالیٰ ذکرہ للمسلمین بقتال الکفار لم ینسخ وانما الاعتداء الذی نهاهم اللّٰه عنه هو نهیه عن قتل النساء والذراری. قالوا: والنهی عن قتلهم ثابت حکمه الیوم ،قالوا: فلاشیٔ نسخ من حکم هٰذه الاٰیة.

عن یحی بن یحی الغسانی قال: کتبت الی عمر بن عبدالعزیز اسألهٗ عن قولهٖ: ﴿وَقٰتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقٰتِلُوْنَکُمْ وَلَاتَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ. ﴾قال فکتب الیّ ان ذلک فی النساء والذریة ومن لم ینصب لک الحرب منهم.

عن مجاهدفی قول اللّٰه تعالیٰ ذکرُهٗ﴿وَقٰتِلُوْا﴾ لاصحاب محمدصلی اللّٰه علیه وسلم =

وَالۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ ☆ وَلَا تُقٰتِلُوۡهُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوۡکُمۡ فِیۡهِ فَاِنۡ قٰتَلُوۡکُمۡ فَاقۡتُلُوۡهُمۡ کَذٰلِکَ جَزَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ • فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ • وَقٰتِلُوۡهُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّیَکُوۡنَ الدِّیۡنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ •

......اور مجبوراً مشرک ہو جانا قتل سے زیادہ برا ہے۔ اور اُن لڑنے والوں سے مسجدِ حرام کے پاس مت لڑو جب تک کہ وہ تم سے لڑنے میں پہل نہ کریں، لھذا اگر وہ تم سے لڑیں تو تم اُنھیں مارو، یہی کافروں کا بدلہ ہے۔ تو اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اُن لڑنے والوں سے لڑو تا کہ شرک کا جَبۡر ٹوٹ جائے اور اللہ کی عبادت کے لئے آزادی مل جائے۔ تو اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں تو کاروائی تو صرف ظالموں کے خلاف ہوگی۔

• چونکہ جنگ بدر سے پہلے ہی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید مکے

= اُمروا بقتال الكفار.

عن ابن عباس ﴿وَقٰتِلُوۡا﴾ يقول لاتقتلوا النساء ولاالصبيان ولاالشيخ الكبير ولامن القى اليكم السلم وكف يده فان فعلتم هذا فقداعتديتم.

كتب عمر بن عبدالعزيز الى عدى بن ارطاة انى وجدت آية فى كتاب اللّٰه ﴿وَقٰتِلُوۡا﴾ اى لاتقاتل من لايقاتلك يعنى النساء والصبيان والرهبان.

واولى هذين القولين بالصواب :القول الذى قاله عمربن عبدالعزيز لان دعوى المدعىٰ نسخ آية يحتمل ان تكون غيرمنسوخة بغير دلالة على صحة دعواه تحكم .والتحكم لايعجزه عنه احد.[جامع البيان: ۲/۱۸۹-۱۹۰، الدُّرُّالمنثور: ۱/۳۷۰]

☆ فتأويل الكلام :وابتلاء المؤمن فى دينه حتى يرجع عنه فيسير مشركابالله من بعد اسلامهٖ اشد عليه واضرّمن ان يقتل مقيما على دينه متمسكا عليه محقا فيه.

عن مجاهد فى قول اللّٰه ﴿وَالۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ﴾قال:ارتدادالمؤمن الى الوثن اشد عليه من القتل.

عن ابى العالية فى قوله ﴿وَالۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ﴾قال الفتنة التى مقيمون عليها اكبر من القتل.

وهم كفار مكة والفتنة هنا الشرك وماتابعه من اذى المسلمين امروا بقتالهم حتى لايعبد غير اللّٰه ولايسن بهم اهل الكتاب فى قبول الجزية قاله ابن عباس وقتادة والربيع والسدى.

فاماالفتنة ففيها قولان :احدهما:انها الشرك قاله ابن مسعود وابن عباس وابن عمروقتادة فى آخرين والثانى: انهاارتداد المؤمن الى عبادة الاوثان قاله مجاهد .فيكون معنى الكلام على القول الاول: =

سے نکل کر عرب کے دوسرے شہروں اور علاقوں میں پہنچ چکی تھی۔ پھر جنگ بدر کے عذاب کے بعد یہ دعوت پورے عرب میں بڑی تیزی سے عام ہورہی تھی۔ گویا پورا جزیرۂ عرب آپ کی دعوت کا نشانہ تھا اور عرب کی تمام بت پرست قومیں آپ کی ''مَدعوقوم'' تھیں۔

لٰہذا ''مَدعوقوم'' ہونے کی وجہ سے جس طرح مشرکینِ مکہ کے سامنے صرف دو ہی آپشن تھے: اسلام یا تلوار؛ اُسی طرح تمام جزیرۂ عرب کے مشرکوں کے لئے بھی یہی دو آپشن تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

قُلْ لِلَّذِين كَفَرُوْا اِنْ يَنْتَهوْا يُغْفِرْلَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ يَعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ. وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ ☆[انفال:۳۸،۳۹]

کافروں سے کہہ دو کہ اگر وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں گے تو گذری ہوئی سب باتیں اُن کی معاف کردی جائیں گی اور اگر دوبارہ اُسی حرکت پر اتر آئیں گے تو گذشتہ امتوں پر عذاب بھیجنے کا طریقہ (بدر کے میدان میں اُن کے ساتھ) اپنایا جاچکا ہے۔

= شرک القوم اعظم من قتلكم اياهم فی الحرم.وعلى الثانی :ارتداد المؤمن الى الاوثان اشد عليه من ان يقتل محقا. [جامع البيان:۲/ ۱۹۱، الدُّرُّالمنثور: ۱/ ۳۷۰-۳۷۱،البحر المحيط:۲/ ۱۴۷،زاد المسير: ۱/ ۱۷۱]

☆ ﴿قُلْ لِلَّذين كَفَرُوْا﴾من مشركی قومک :﴿اِن انْتَهوْا﴾عماهم عليه مقيمون من كفرهم بالله ورسوله وقتالک وقتال المؤمنين ،فلينيبوا الى الايمان ،يغفر الله لهم ،ماقدخلاومضى من ذنوبهم قبل ايمانهم وانابتهم الى طاعة الله وطاعة رسوله بايمانهم وتوبتهم ﴿وَاِنْ يَعُوْدُوْا﴾ يقول :وان يعد هؤلاء المشركون لقتالک بعد الوقعة التی اوقعتها بهم يوم بدر ﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ منهم ببدرومن غيرهم من القرون الخالية اذ طغوا وكذّبوا رسلی ، ولم يقبلوا نصحهم من احلال العاجل الفقم بهم فاحل بهؤلاء ان عادوالحربک وقتالک مثل الذين احللت بهم.

عن مجاهد قوله فی ﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ﴾فی قريش يوم بدر وغيرها من الامم قبل ذٰلک

عن ابن اسحٰق قال فی قوله﴿قُلْ لِلَّذين كَفَرُوْا......وَاِنْ يَعُوْدُوْا﴾لحربک ﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ ...... الْاَوَّلِيْنَ﴾ای من قتل منهم يوم بدر.

عن السدی:﴿وَاِنْ يَعُوْدُوْا﴾لقتالک ﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ من اهل بدر .

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾وان يعد هؤلاء لحربک فقد رأيتم سنتی فيمن قاتلكم منهم يوم بدر وانا عائد بمثلهافيمن حاربكم منهم فقاتلوا حتى لايكون شرک =

(اُنھیں بتادو کہ دوبارہ یہی عذاب آسکتا ہے۔) لھٰذا اُن سے لڑو تاکہ مشرک کا زور ٹوٹ جائے اور کھل کر اللہ کی عبادت ہو سکے، پھر اگر وہ اپنی عادت سے باز آجائیں تو بے شک اللہ اُن کے رَوَیّہ کو دیکھنے والا ہے۔

= ولایعبدالااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ فیرتفع البلاء عن عباد اللّٰہ من الارض وھوا لفتنۃ﴿ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ﴾ یقول:حتی تکون الطاعۃ والعبادۃ کلھا خالصۃ دون غیرہٖ.[الدرالمنثور/السیوطی: ۳۳۵/۲۲،جامع البیان/الطبری: ۹/۶-۲۴۷،۲۴۸]

﴿اِنْ یَنْتَھُوْا﴾ای عماھم فیہ من الکفر والمشاقۃ والعناد ویدخلوا فی الاسلام والطاعۃ والانابۃ .

﴿وَاِنْ یَعُوْدُوْا﴾ای یستمرواعلی ماھم فیہ .

﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ای فقد مضت سنّتُنا فی الاولین انھم اذاکذبوا واستمروا علی عنادھم انا نعاجلُھُم بالعذاب والعقوبۃ .قال مجاھد فی قولہٖ ﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْن﴾ ای فی قریش یوم بدر وغیرھا من الامم وقال السدی ومحمد بن اسحاق ای یوم بدر .

﴿وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَاتَکُوْنَ فِتْنَۃٌ﴾وقال محمد بن اسحاق :بلغنی عن الزھری عن عروۃ بن الزبیر وغیرہٖ من علمائنا ،حتی لاتکون فتنۃ حتی لایفتن مسلم عن دینہٖ وقولہ﴿وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ﴾ قال الضحاک عن ابن عباس فی ھٰذہ الآیۃ ،قال یخلص التوحید لِلّٰہِ وقال الحسن وقتادۃ وابن جریج﴿ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ﴾ ان یقال لاالٰہ الااللّٰہ وقال محمد بن اسحاق ویکون الدین خالصا لِلّٰہِ لیس فیہ شرک ویخلع مادونہ من الانداد.[تفسیرالقرآن العظیم/ابن کثیر: ۵۰۳/۴،۵۰۴]

﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ فی نصر اللّٰہ اولیائہ وقیل فی قَتْل من قُتِل یوم بدر واُسِرَ والثانی :﴿اِنْ یَنْتَھُوْا﴾ عن الکفر﴿ یغفرلھم ماقد سلف ﴾من الاثم ﴿وَاِنْ یَعُوْدُوْا﴾الیہ ﴿فقد مضت سنت الاولین﴾من الامم السالفۃ حین اخذوا بالعذاب المستأصل.[زاد المسیر/ابن الجوزی: ۲۷۱/۳]

﴿قُلْ لِلَّذین کَفَرُوْا﴾وقولہ﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ﴾عبارۃ تجمع الوعید والتھدید والتمثیل بمن ھلک من الامم فی سالف الدھر بعذاب اللہ حین صد فی وجہ نبیہ بمن ھلک فی یوم بدر بسیف الاسلام

وقولہ سبحانہ ﴿وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَاتَکُوْنَ فِتْنَۃٌ﴾قال ابن عباس وابن عمر وغیرھما:الفتنہ : الشرک.وھٰذا ھوا الظاھر ویفّسر ھٰذہ الأیۃ قولہٗ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا :لاالٰہ الااللّٰہ .

وقال ابن اسحاق :معناھاحتی لایفتن احد عن دینہٖ کماکانت قریش تفعل بمکۃ من اسلم-کبلال وغیرہٖ.[تفسیرالثعالبی: ۱۳۲/۳، ۱۳۳، ۱۳۴،المحرّر: ۵۲۷/۲]

﴿وَقٰتِلُوْھُمْ ﴾یقول:قاتلوا کفار مکۃ ﴿حَتّٰی لَاتَکُوْنَ فِتْنَۃٌ﴾شرک باللّٰہ و کفر﴿ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ﴾ویکون الدین خالصالِلّٰہِ ولیس فیہ شرک باللّٰہ تعالیٰ یعنی فی جزیرۃ العرب لایعبد غیر اللّٰہ.[الوسیط: ۴۵۹/۲]

﴿وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَاتَکُوْنَ فِتْنَۃٌ﴾ ای شرک قالہ الربیع حتی لایفتن مؤمن عن دینہٖ.

[معالم التنزیل/البغوی: ۵۰/۲]

قرآن نے یہی حکم دوسری جگہ بھی دُہرایا ہے۔ مثلاً:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبۃ:۵)☆

تو مشرکوں سے لڑو، جہاں کہیں اُنھیں پاؤ۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً (التوبۃ:۳۶)

مشرکوں سے اکٹھا لڑو، جیسے وہ تم سے اکٹھا لڑتے ہیں۔

فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (التوبۃ:۱۲)☆☆

تو کفر کے لیڈروں سے لڑو۔

قرآن کے اِسی حکم کو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس طرح پیش فرمایا ہے:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصِمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ.

☆ واما قوله ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ فانما عنى به مشركو العرب من عبدة الاوثان الذين لايجوز قبول الجزية منهم.[تفسير الطبرى:۶/۱۰ :۳۴]

قال ابن زيد :هٰذه الأية وقوله سبحانه :﴿فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً﴾ هما محكمتان اى ليست احداهما بناسخة للأخرىٰ وهو الصحيح لان المنّ والقتل لم يزل من حكم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فيهم من اول حرب حاربهم وهو يوم بدر .[تفسير الثعالبى:۳/۱۶۴ ،الجامع لِأحكام القرآن:۴/۸:۴۷]

☆☆ وقدقال قتادة وغيره ائمة الكفر كابى جهل وعتبة وشيبة وامية بن خلف وعدد رجالاً.

وعن مصعب بن سعد بن ابى وقاص قال:مرسعد بن ابى وقاص برجل من الخوارج، فقال الخارجى: هٰذا من ائمة الكفر فقال سعد: كذبت بل اناقاتلت ائمة الكفر رواه بن مردويه.والصحيح ان الأية عامة وان كان سبب نزولها مشركى قريش فهى عامة لهم ولغيرهم.[تفسير ابن كثير:۴/۵۵۲]

وقوله ﴿فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ اى رؤوسهم واعيانهم يقودون الناس اليه واصوب ما يقال فى هٰذة الأية :انه لايعنى بها معيّن وانما وقع الامربقتال ائمة الناكثين للعهود من الكفرة الى يوم القيٰمة واقتضت حال كفار العرب ومحاربى النبى صلى الله عليه وسلم ان تكون الاشارة اليهم اولا ثم كل من دفع فى صدر الشريعة الى يوم القيامة فهو بمنزلتهم. [تفسير الثعالبى:۳/۱۶۵]

مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ہے یہاں تک کہ وہ ''لا اِلٰہ الا اللہ'' کہہ دیں، لھٰذا جو''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کہہ لے گا، وہ مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان بچالے گا؛ جان اور مال کا حق چھوڑ کر اور اُس کا حساب اللہ کے ذمہ۔[۱۴۲]

لھٰذا اب یہاں یہ کہنے کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں کہ قرآن میں ہے :مشرکوں کو جہاں پاؤ مارو اور یہ کہنا بھی ہرگز درست نہیں کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے کہ: کافر کی گردن پر تلوار رکھ کر کہو: پڑھ ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' ورنہ تیری گردن ماردی جائے گی۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حکم اب ہمارے لئے نہیں، بلکہ ''پیغمبر'' کو اُن کی ''مَدعو قوم'' کے لئے تھا، وہ بھی اُس صورت میں جبکہ ''مَدعو قوم'' خود ہی پیغمبر اور اُن کے ساتھیوں کے خلاف جنگ چھیڑ دے، لھٰذا اب ''اسلام یا تلوار'' والی جنگ جائز نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ پیغمبر کے منصب پر بیٹھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

پھر پیغمبر کو تلوار اٹھانے کا یہ خصوصی حکم صرف اِس لئے تھا کہ شرک کا زور ٹوٹ جائے۔ بت پرستوں کا ''جَبر'' ختم ہو جائے۔ ''لا اِلٰہ الا اللہ'' کہنے والوں کو آزادی مل جائے اور وہ کھلی فضا میں ایک رب کی عبادت کر سکیں اور اپنے دین پر بغیر کسی اندیشے کے قائم رہ سکیں۔ چنانچہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار سے ''مذہبی آزادی'' کی بنیاد ڈالی

---

[۱۴۲] بخاری: کتاب الزکوۃ / باب وجوب الزکوۃ (حدیث:۱۳۹۹)
مسلم: کتاب الایمان / باب الامر بقتال الناس (حدیث:۳۳)
ترمذی: کتاب الایمان / باب ماجاء امرت ان اقاتل الناس (دیث:۲۷۳۳)
ابوداؤد: کتاب الجہاد / باب علی مایقاتل المشرکون (حدیث:۲۶۳۷)
نسائی: کتاب الجہاد / باب وجوب الجہاد
ابن ماجہ: کتاب الفتن / باب الکف عمن قال لا الہ الا اللہ (دیث:۳۹۲۷)
مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر / فیما یمتنع بہ من القتل
(حدیث:۳۳۰۸۷، ۳۳۰۹۱، ۳۳۰۹۲، ۳۳۰۹۳)

اور تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوسکا کہ ہر شخص اپنی پسند کا مذہب اختیار کرلے۔ مسلمانوں نے اپنے پیغمبر کے ساتھ مل کر شرک کا زور توڑ دیا اور پورے عرب کو دینِ توحید کے لئے آزاد کردیا۔☆

چونکہ مذہبی آزادی کا ماحول اب تک پوری دنیا میں سازگار ہے، اِس لئے اب اُس تلوار کو نیام سے باہر کرنے کی ضرورت نہیں جسے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبرانہ منصب کو پورا کرتے ہوئے نکالا تھا۔

میری اِس بات کی تائید اِن روایتوں سے بھی ہوتی ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما اتاہ رجلان فی فتنۃ ابن الزبیر فقالا: ان الناس قد ضُیِّعوا وانت ابن عمر وصاحب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فما یمنعک ان تخرج؟ فقال: یمنعنی ان اللّٰہ حرّم دم اخی. فقالا: الم یقل اللّٰہ: ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ فقال: قاتلنا حتی لم تکن فتنۃ وکان الدین لِلّٰہِ وانتم

☆واختصاصہ ذٰلک بمن قال: لاالہ الااللّٰہ ،تعبیر عن الاجابۃ الی الایمان وان المراد بھٰذا مشرکو العرب واھل الاوثان ومن لایُقَرِّ بالصانع ولایوَحِّدُہ وھم کانوا اول من دعی الی الاسلام وقُتِل علیہ فما غیرہ ممن یقرّ بالتوحید والصانع فلایکتفی فی عصمۃ دمہ بقولہ ذٰلک اذکان یقولھا فی کفرہ وھی من اعتقادہ فلذٰلک جاء فی الحدیث الآخر: وانی رسول اللّٰہ ویقیم الصلاۃ ویؤتی الزکاۃ.[اکمال المعلم: ۱/ ۲۴۶]

قال اکثر الشارحین: اراد بالناس عبدۃ الاوثان دون اھل الکتاب لانھم یقولون لاالہ الااللّٰہ ثم لایرفع عنھم السیف حتی یقروا بنبوۃ محمد(علیہ الصلاۃ والسلام)اویعطوا الجزیۃ .اقول: تحریر ذٰلک ان حتی للغایۃ وقد جعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم غایۃ المقاتلۃ القول بالشھادتین واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ ورتب علی ذٰلک العصمۃ .واھل الکتاب اذا اعطوا الجزیۃ سقط عنھم القتال وثبت لھم العصمۃ فیکون ذٰلک تقیید للمطلق فالمراد اذاًعبدۃ الاوثان.[شرح الطیبی: ۱/ ۱۳۸]

وانما ذکر الشھادتین لان المراد المشرکون ومنکروہ الصانع ، اذھم اول من دعی الی الاسلام واما غیرھم ممن یقر بالصانع ویوجد فلایکفی فی ذلک فی عصمۃ دمھم لانھم کانوا یقولون قبل ولذٰلک فی الآخر: وانی رسول اللّٰہ ویقیموا الصلاۃ.[شرح الاُبی والسنّوسی: ۱/ ۷۴]

واکثر الشراح علی ان المراد بالناس عبدۃ الاوثان دون اھل الکتاب لانھم یقولون لاالہ الااللّٰہ ولا یرفع عنھم السیف الابالاقرار بنبوۃ محمدعلیہ الصلاۃ والسلام اواعطاء الجزیۃ ویؤیدہ روایۃ النسائی: امرت ان اقاتل المشرکین ولایتم ھٰذا الاعلی روایۃ لم یوجد فیھا وان محمدا رسول اللّٰہ.[مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۷۰]

تریدون ان تقاتلوا حتی تکون فتنة ویکون الدین لغیر اللّٰهِ.

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتنۂ ابن زبیر کے زمانے میں اُن کے پاس دو آدمی آئے اور بولے کہ: بے شک عوام ناکارہ ہو چکے ہیں، مگر آپ تو حضرت عمر کے صاحبزادے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں تو کیا چیز آپ کو (جنگ کے لئے) نکلنے سے روک رہی ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا: مجھے یہی بات روک رہی ہے کہ بے شک اللہ نے میرے بھائی کا خون حرام کر دیا ہے۔ اُن دونوں نے کہا: کیا اللہ نے نہیں فرمایا: ''اور اُن سے لڑو تاکہ فتنہ ختم ہو جائے''۔ اُنھوں نے کہا: ہم لڑ چکے، یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو چکا اور اللہ کا دین آزاد ہو گیا اور تم لوگ تو اِس لئے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ اٹھے اور غیر اللہ کی اطاعت نافذ ہو جائے۔

عن نافع ان رجلا اتی ابن عمر فقال: یااباعبدالرحمٰن ماحملک علی ان تحجّ عاماً وتعتمر عاماً وتترک الجهاد فی سبیل اللّٰه عز وجل وقد علمت مارغّب اللّٰه فیه؟قال :یاابن اخی،بنی الاسلام علی خمس: ایمان باللّٰهِ ورسولهٖ والصلوات الخمس وصیام رمضان واداء الزکوٰة وحج البیت. قال یااباعبدالرحمٰن ألاتسمع فی کتابهٖ ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا، فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوْا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ﴾، ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَاتَکُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ قال:فعلنا علی عهدرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وکان الاسلام قلیلا فکان الرجل یفتن فی دینهٖ :اماقتلوہ وامایعذبوہ حتی کثر الاسلام فلم تکن فتنة .

حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن

عمر کے پاس آ کر پوچھا: آپ کو کیا ہوا کہ آپ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیتے ہیں، جبکہ آپ کو پتہ ہے کہ اللہ نے اُس کا کتنا شوق دلایا ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا: اے میرے بھائی کے بیٹے! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانا، پانچ وقتوں کی نمازیں، رمضان کے روزے، زکوٰۃ دینا اور خانۂ کعبہ کا حج کرنا۔

اُس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ قرآن کی یہ آیتیں نہیں سنتے: ﴿اور اگر مومنوں کے دوگروہ لڑ پڑیں تو اُن میں صلح کرادو۔ اگر اُن میں کا ایک گروہ بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والے گروہ سے لڑو یہاں تک کہ اللہ کا حکم مان لے...... اُن سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔﴾

اُنھوں نے کہا: یہ کام ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کر چکے ...... اسلام کمزور تھا (مسلمان تھوڑے اور مجبور تھے) تو مسلمان پر اُس کے دین کے معاملے میں جبر کیا جاتا اُسے یا مشرکین مار ڈالتے یا اذیت ناک سزائیں دیتے...... یہاں تک اسلام چھا گیا تو اب کوئی فتنہ نہ رَہا۔

حدثنی سعید بن جبیر قال: خرج علینا — او الینا — ابن عمر فقال رجل: کیف تری فی قتال الفتنة؟ فقال: وهل تدری ماالفتنة؟ کان محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم یقاتل المشرکین و کان الدخول علیهم فتنة ولیس کقتالکم علی الملک.

سعید بن جُبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ہمارے پاس آئے تو ایک شخص نے پوچھا: فتنہ کے زمانے میں جنگ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا: تمھیں پتہ بھی ہے کہ فتنہ کیا ہے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے لڑتے تھے، جبکہ اُن سے لڑنا فتنہ تھا، تمھاری طرح حکومت کے لئے نہیں لڑتے تھے۔[۱۴۳]

عن ابراهيم التيمي عن ابيه قال قال ذو البطين ، يعني اسامة بن زيد لااقاتل رجلايقول لااله الاالله ابدا،فقال سعدبن مالك :وانا والله لا ا قاتل رجلايقول لااِله الاالله ابداً فقال رجل الم يقل الله وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدينُ كلّه لِلّٰه؟فقالا:قدقاتلناحتى لم تكن فتنة وكان الدينُ كله لِلّٰه .

ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اُسامہ بن زید نے کہا: میں اُس آدمی سے کبھی نہ لڑوں گا جو ''لا اِلٰہ الا اللہ'' کہتا ہو، تو سعد بن مالک نے کہا: اور میں بھی اللہ کی قسم! کبھی اُس آدمی سے نہ لڑوں گا جو ''لا اِلٰہ الا اللہ'' کہتا ہو۔ تب ایک شخص نے کہا: کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا: ''اُن سے لڑو تا کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہوکر رہ جائے؟'' تو اُن دونوں نے کہا: ہم لوگ لڑ چکے یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہا اور سارا دین اللہ کا ہو چکا۔[۱۴۴]

اِن روایتوں سے ظاہر ہے کہ ''تلوار یا اسلام'' والی جنگ کا دور ختم ہو چکا ہے، بلکہ اُس دور میں بھی ''تلوار یا اسلام'' کے درمیان ایک اَور قانون لاگو کیا گیا اور وہ صلح کا قانون تھا۔ یعنی عرب کے بُت پرست اگر مسلمانوں کے خلاف جنگ چھیڑیں اور تلوار اٹھائیں تو اُن سے لڑکر اُنھیں مارنے کا حکم تھا، لیکن اگر لڑنے والے مشرکین جنگ بندی کا اعلان کردیں اور صلح کا ہاتھ بڑھائیں تو مسلمانوں کو اُن سے ہاتھ روک لینے اور صلح کرنے کا حکم تھا۔ یہ قانون قرآن کے اندر موجود ہے:

[۱۴۳] بخاری: کتاب التفسیر ر باب وقاتلوھم حتّٰی لاتکون فتنۃ (حدیث: ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۶۵۱)
[۱۴۴] تفسیر ابن کثیر: ۴ر۵۰۴

﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. ﴾(انفال:٦١)☆

اوراگروہ (مشرکین) صلح کا ہاتھ بڑھائیں تو تم بھی اُس کے لئے جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔(اگرچہ اُن سے بدعہدی کا اندیشہ ہو۔) بے شک وہی سننے جاننے والا ہے۔

چنانچہ جب مشرکینِ مکہ نے ''حُدَیبِیہ'' کے مقام پر صلح کا ہاتھ بڑھایا تو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا ہاتھ تھام لیا اور اُن سے صلح کر لی جو تاریخ میں ''صلحِ حُدَیبِیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

جب جزیرۂ عرب سے شرک کا زور ٹوٹ چکا اور دینِ توحید کو مکمل آزادی مل گئی اور باضابطہ ایک اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو جنگ سے متعلق، حکومتی سطح پر ایک قانون پاس ہوا جو عرب کے اہلِ کتاب اور دنیا بھر کے کافروں اور مشرکوں پر لاگو کیا گیا۔قرآن اور حدیث دونوں میں اُس قانون کا ذکر آیا ہے جو حسب ذیل ہے:-

- کافر دشمنوں کو پہلے اسلام کی دعوت دو۔
- اگر قبول کریں تو ٹھیک، ورنہ اُن سے ٹیکس (جزیہ) مانگو۔

☆﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ﴾ای المسالمة والمصالحة والمهادنة﴿فَاجْنَحْ لَهَا﴾ای فمُلْ اليهاواقبل منهم ذلك﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.﴾عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انه سیکون اختلاف او امر فان استطعت ان یکون السلم فافعل.

وقال مجاهد نزلت فی بنی قریظة وهٰذا فیه نظر،لان السیاق کله فی وقعة بدر وذکرها مکتنف لهٰذا کلّه. وقال ابن عباس ومجاهد وزید بن اسلم وعطاء الخراسانی وعکرمة والحسن وقتادة: ان هذه الاٰیة منسوخة باٰیة السیف فی براءة ﴿قَاتِلُو الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾الاٰیة وفیه نظر ایضاًلان اٰیة البراءة فیها الامر بقتالهم اذا امکن ذلک،فاماان کان العدو کثیفاً فانه یجوز مهادنتهم،کما دلت علیه هذه الاٰیة الکریمة وکما فعل النبی صلی الله علیه وسلم یوم الحدیبیة.فلامنافاة ولانسخ ولاتخصیص والله اعلم.

﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ﴾وان مالواالی مسالمتک ومتارکتک الحرب،اما بالدخول فی الاسلام واما باعطاء الجزیة واما بموادعة ونحو ذٰلک من اسباب السلم والصلح﴿فَاجْنَحْ لَهَا﴾یقول:فمُل الیهاوابذل لهم ماسالوا الیه من ذٰلک وسألوکه.[تفسیرالقرآن العظیم لابن کثیر:٥٢٦/٤،وجامع البیان للطبری:١٠/٦:٣٣]

• اگر دیں تو خیر نہیں تو اُن سے جنگ کرو۔[۱۴۴]

قرآن اور حدیث کے اِس قانون سے ثابت ہوتا ہے کہ ''جنگ کرنا'' کسی فرد، تنظیم یا جماعت کا کام نہیں، بلکہ یہ اُس اسلامی حکومت کا کام ہے جسے ''غلبہ'' حاصل ہو چکا ہو۔

---

[۱۴۴] قرآن میں ہے:

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ.﴾[توبہ:٦]

اور اگر کوئی مشرک تجھ سے امان مانگے تو اُسے امان دے دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام (قرآن) سنے، پھر (اگر وہ ایمان نہ لائے تو) اُسے اُس کی قوم میں واپس بھیج دو (تاکہ وہ اس سلسلے میں اچھی طرح غور کرلے) یہ سب اِس لئے ہے کہ وہ لوگ نہیں جانتے (کہ اللہ کا دین کیا ہے، لھٰذا اُنھیں قرآن سننا ضروری ہے تاکہ وہ جان لیں۔)

حدیث میں ہے:

عن سليمان بن بريدة عن ابيه قال...... (ثم قال)...... و اذالقيت عدوّك من المشركين فادعهم الى ثلاث خصال (او خلال) فايتهن ما اجابوك فاقبل منهم و كف عنهم . ثم ادعهم الى الاسلام فان اجابوك فاقبل منهم و كف عنهم............ فان هم ابوا فسَلهم الجزية. فان هم اجابوك فاقبل منهم و كف عنهم. فان هم اَبوا فاستعن باللّٰه و قاتلهم. المختصر

(سُلیمان بن بُریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے...... جب تمھاری مشرک دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو اُنھیں تین چیزوں کا حق دو، اُن میں سے جسے وہ اختیار کرلیں اُسے مان لو اور اُن سے ہاتھ روک لو۔ پہلے اُنھیں اسلام کی دعوت دو، اگر قبول کرلیں تو تم مان لو اور اُن سے ہاتھ روک لو...... اگر اسلام سے انکار کریں تو اُن سے جزیہ (ٹیکس) مانگو، اگر دے دیں تو مان لو اور اُن سے ہاتھ روک لو۔ اگر اُس سے بھی انکار کردیں تو پھر اللہ سے مدد مانگو اور اُن سے جنگ کرو۔ مختصر)

مسلم: کتاب الجهاد، باب تامیر الامام الامراء علی البعوث (۱۷۳۱)

ترمذی: کتاب السیر، باب ماجاء فی وصیتہ ﷺ فی القتال (۱۶۱۷)

ابوداؤد: کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشرکین (۲۶۱۲)

ابن ماجہ: کتاب الجهاد، باب وصیۃ الامام (۲۸۵۸)

مسند الدارمی: کتاب السیر، باب فی الدعوة الی الاسلام قبل القتال (۲۵۹۹)

مسند الامام احمد: ۶/۴۹۲ (۲۲۵۲۱)

صحیح ابن حبّان: کتاب السیر، باب الخروج وکیفیۃ الجهاد (۴۷۴۶)

مصنف ابن ابی شیبۃ: کتاب السیر، فی دعاء المشرکین قبل ان یقاتلوا (۳۳۰۴۴)

پھر ''غلبہ'' حاصل ہونے کے بعد بھی ایسا نہیں کہ اسلامی لشکر کسی بھی ملک میں گھس جائے اور وہاں کے کافروں کو پکڑ پکڑ کر مارنا شروع کرے اور اُن پر پستول تان کر بولے کہ پڑھ ''لا الٰہ الا اللہ'' ورنہ تیرا سینہ گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔ اگر ایسا کیا گیا تو یہ اسلامی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ ایسا کرنے والا چاہے کوئی فرد ہو یا جماعت، تنظیم ہو یا حکومت ''دہشت گرد'' قرار دیا جائے گا۔

واضح رہے کہ اسلام میں ''جنگ کرنا'' اسلامی حکومت کا کام ہے کسی اور کا نہیں۔

یہاں جس جنگ کی بات کی گئی ہے، وہ اُسی صورتِ حال میں جائز ہے جبکہ اسلامی حکومت کو غلبہ حاصل ہو گیا ہو۔ ایسی اسلامی حکومت کی ماتحتی میں دو ہی قسم کے لوگ زندگی گزار سکتے ہیں: یا مسلمان ہوں، یا غیر مسلم ہوں تو اسلامی حکومت کو ٹیکس ادا کرنے کو وہ تیار ہوں۔ تب اسلامی حکومت اُن حضرات کی ذمہ داری قبول کرتی ہے اور اُنھیں اپنی ماتحتی میں لیتی ہے۔ لٰھذا وہ لوگ جو اسلام بھی قبول نہ کریں اور ٹیکس ادا کرنے کو بھی تیار نہ ہوں تو گویا اُنھیں اسلامی حکومت کا ''غلبہ'' تسلیم نہیں اور اُنھیں ماتحت بن کر زندگی گزارنا منظور نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ حکومت کے خلاف باغیانہ ذہن ہے اور ایسے کافر و مشرک کبھی بھی اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں، لٰھذا اِس سے پہلے کہ وہ بغاوت کا سر اُبھاریں، علی الاعلان اُن سے دو دو ہاتھ کر لیا جائے تا کہ مستقبل میں پیدا ہونے والے فتنوں کا ابھی خاتمہ کر دیا جائے۔

کتنا فرق ہے کل کی اسلامی جنگوں میں اور آج کی دہشت گردانہ کاروائیوں میں!

❐❐

خاتمہ

جنگوں کا تقابلی خاکہ

- اسلامی جنگوں کا خاکہ
- غیر اسلامی جنگوں کا خاکہ

جنگوں کا تقابلی خاکہ

مسلمانوں کو یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی جنگوں ہی میں گذری۔ حالانکہ پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اسلامی جنگیں ہوئیں تو بہت، لیکن اُن میں خون خرابہ کتنا ہوا اور دونوں فریقوں کو کتنا نقصان اٹھانا پڑا؟

اِس سلسلے میں ہم اسلامی وغیر اسلامی جنگوں کا صرف ایک خاکہ یہاں پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دونوں میں سے کون سی جنگ زیادہ خونخوار اور بھیانک تھی اور کس جنگ سے بھاری نقصان دنیا کو اُٹھانا پڑا۔

اسلامی جنگوں کا خاکہ

جنگ/سن ہجری	کافر مقتول	کافر اسیر	مسلمان شہید
بَدْرْ ۲ھ	۷۰	۷۰	۲۵
اُحُد ۳ھ	۲۲	-	۷۰
خَنْدَق ۵ھ	۸	-	۶
بنی قُرَیظَہ ۵ھ	۶۰۰/۷۰۰ یہودی اور ایک عورت		۳
بنی مُصْطَلِق ۶ھ	۱۰	کل	۱
خَیبَرْ ۷ھ	۹۳	-	۱۷
مُوْتہ ۸ھ	بڑی تعداد	-	۱۲
فتح مکہ ۸ھ	۱۳	-	۳
حُنَین ۸ھ	۷۰	۶۰۰۰	۴
تبُوک ۹ھ	بغیر مقابلہ کے واپسی		-
کل مقتولین:	۹۸۷ مع بڑی تعداد		۲۸۴ [۱۴۵]

[۱۴۵] بخاری: کتاب المغازی/باب (۳۹۸۶، ۴۰۷۸) مسلم: کتاب الجہاد/باب الامداد بالملٰئکۃ (۱۷۶۳)
سیرۃ ابن ھشام: ۱۴۴/۳، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۹، ۳۷۳، ۳۷۴، ۲۷۵، ۲۷۷، ۲۷۸-۳۶/۴، ۳۷، ۵۶، ۱۰۰، ۱۱۰
تاریخ الاسلام/المغازی: ۶۵/۲، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۶۰، ۲۷۵، ۲۷۹-تاریخ الیعقوبی: ۵۱/۲

غیر اسلامی جنگوں کا خاکہ

پہلی جنگ عظیم

1914 - 1918

ممالک	تعداد فوج	مقتول	زخمی
روس	۱۲،۰۰۰،۰۰۰	۱،۷۰۰،۰۰۰	۲،۵۰۰،۰۰۰
برٹش امپائر	۸،۹۰۴،۴۶۷	۹۰۸،۳۷۱	۲،۰۹۰،۲۱۲
فرانس	۸،۴۱۰،۰۰۰	۱،۳۵۷،۸۰۰	۴،۲۶۶،۰۰۰
اٹلی	۵،۶۱۵،۰۰۰	۶۵۰،۰۰۰	۹۴۷،۰۰۰
یونائیڈ اسٹیٹ	۴،۳۵۵،۰۰۰	۱۱۶،۵۱۶	۲۰۴،۰۰۲
جاپان	۸۰۰،۰۰۰	۳۰۰	۹۰۷
رومانیہ	۷۵۰،۰۰۰	۳۳۵،۷۰۶	۱۲۰،۰۰۰
سربیا	۷۰۷،۳۴۳	۴۵،۰۰۰	۱۳۳،۱۴۸
بیلجیم	۲۶۷،۰۰۰	۱۳،۷۱۶	۴۴،۶۸۶
پرتگال	۱۰۰،۰۰۰	۷،۲۲۲	۱۳،۷۵۱
مونٹینگرو	۵۰،۰۰۰	۳،۰۰۰	۱۰،۰۰۰
ٹوٹل:	۴۲،۱۸۸،۸۱۰	۵،۱۴۲،۶۳۱	۱۲،۸۰۰،۷۰۶

مرکزی طاقت

ممالک	تعداد فوج	مقتول	زخمی
جرمنی	۱۱،۰۰۰،۰۰۰	۱،۷۷۳،۷۰۰	۴،۲۱۶،۰۵۵
آسٹریلیا	۷،۸۰۰،۰۰۰	۱،۲۰۰،۰۰۰	۳،۶۲۰،۰۰۰
ترکی	۲،۸۵۰،۰۰۰	۳۲۵،۰۰۰	۴۰۰،۰۰۰
بلغاریہ	۱،۲۰۰،۰۰۰	۸۷،۵۰۰	۱۵۲،۳۹۰
ٹوٹل:	۲۲۸۵۰،۰۰۰	۳،۳۸۶،۲۰۰	۸،۳۸۸،۴۴۸
گرانڈ ٹوٹل:	۶۵،۰۳۸،۸۱۰	۸،۵۲۸،۸۳۱	۲۱،۱۸۹،۱۵۴

✠✠

دوسری جنگ عظیم

1939-1945

ممالک	مقتول	زخمی
بیلجیم	۱۲،۰۰۰	–
برازیل	۹۴۳	۴،۲۲۲
برطانیہ	۳۷۳،۳۷۲	۴۷۵،۰۴۷
آسٹریلیا	۲۳،۳۶۵	۳۹،۸۰۳
کناڈا	۳۷،۴۷۶	۵۳،۱۷۴
انڈیا	۲۴،۳۳۸	۶۴،۳۵۴
نیوزی لینڈ	۱۰،۰۳۳	۱۹،۳۱۴
ساؤتھ افریقہ	۶،۸۴۰	۱۴،۳۶۳
یونائیٹڈ کنگڈم	۲۶۴،۴۴۳	۲۷۷،۰۷۷
کولونیز	۶،۸۷۷	۶،۹۷۲
چین	۱،۳۱۰،۲۲۴	۱،۷۵۲،۹۵۱
زیکوسلاوکا	۱۰،۰۰۰	–
ڈنمارک	۱،۸۰۰	–
فرانس	۲۱۳،۳۲۴	۴۰۰،۰۰۰
گریک	۸۸،۳۰۰	–
نائدرلینڈ	۷،۹۰۰	۲،۸۶۰
ناروے	۳،۰۰۰	–
پولینڈ	۱۲۳،۱۷۸	۲۳۶،۶۰۶
فلپائن	۲۷،۰۰۰	–
یونائیڈ اسٹیٹ	۲۹۲،۱۳۱	۸۷۱،۸۰۱
یو،ایس،ایس،آر	۱۱،۰۰۰،۰۰۰	–
یوگوسلاویہ	۳۰۵،۰۰۰	۴۲۵،۰۰۰
ٹوٹل:	۱۴،۱۴۱،۵۴۴	۴،۶۴۳،۵۴۴

مقابل قوت

بلغاریہ	۱۰،۰۰۰	–
فائن لینڈ	۸۲،۰۰۰	۵۰،۰۰۰
جرمنی	۳،۵۰۰،۰۰۰	–
ہنگری	۲۰۰،۰۰۰	–
اٹلی	۲۴۲،۲۳۲	٦٦،۰۰۰
جاپان	۱،۳۰۰،۰۰۰	۴،۰۰۰،۰۰۰
رومانیہ	۳۰۰،۰۰۰	–
ٹوٹل:	۱۷،۱۵۴،۲۳۲	۴،۱۱٦،۰۰۰
گرانڈ ٹوٹل:	۳۱،۲۹۵،۷۷٦	۸،۷۵۹،۵۴۴ [۱۴٦]

❐❐

[۱۴٦] نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: ۲۹/۹۸۷،۱۰۲۳

مآخذ و مراجع

علومِ قرآن

۱. قران کریم	
۲. اسباب نزول القرآن	علی بن احمد الواحدی (۴۶۸ھ)
۳. لباب النقول	عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱ھ)
تفسیر	
۴. جامع البیان	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (۲۱۰ھ)
۵. الوسیط	علی بن احمد الواحدی (۴۶۸ھ)
۶. معالم التنزیل	ابومحمد حسین بن مسعود البغوی (۵۱۶ھ)
۷. المُحرّر الوجیز	ابن عطیّۃ الأندلسی (۵۴۶ھ)
۸. زاد المسیر	عبدالرحمٰن بن علی الجوزی (۵۹۷ھ)
۹. الجامع لاحکام القرآن	محمد بن احمد الانصاری القرطبی (۶۷۱ھ)
۱۰. البحر المحیط	ابوحیّان الأندلسی (۷۵۴ھ)
۱۱. تفسیر القرآن العظیم	اسماعیل بن کثیر الدمشقی (۷۷۴ھ)
۱۲. تفسیر الثعالبی	ابوزید الثعالبی (۸۷۵ھ)
۱۳. الدر المنثور	عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱ھ)
حدیث	
۱۴. المؤطا	ابوعبداللہ مالک بن انس الاَصبحی (۱۷۹ھ)
۱۵. مصنف عبدالرّزاق	عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی (۲۱۱ھ)

۱۶. مسند الحمیدی	عبداللہ بن زبیر، ابوبکر الحُمیدی (۲۱۹ھ)
۱۷. مصنف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر بن ابی شیبۃ الکوفی العَبسی (۲۳۵)
۱۸. مسند الامام احمد	احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (۲۴۱ھ)
۱۹. صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ)
۲۰. صحیح مسلم	مسلم بن حجّاج القُشیری (۲۶۱ھ)
۲۱. سنن الترمذی	محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی (۲۷۹ھ)
۲۲. سنن ابی داؤد	ابوداود اشعث بن سلیمان السجستانی (۲۷۵ھ)
۲۳. سنن النسائی	احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھ)
۲۴. سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی (۲۷۵ھ)
۲۵. مسند الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الدارمی (۲۵۵ھ)
۲۶. مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی-ابویعلی الموصلی (۳۰۷ھ)
۲۷. صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبّان البُستی (۳۵۴ھ)
۲۸. المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی (۳۶۰ھ)
۲۹. المستدرک	محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری (۴۰۵ھ)
۳۰. السنن الکبریٰ	ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (۴۵۸ھ)
۳۱. شعب الایمان	ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (۴۵۸ھ)
۳۲. مجمع الزوائد	علی بن ابی بکر الہیثمی (۸۰۷ھ)
۳۳. اتحاف السادۃ المتقین	احمد بن ابی بکر البوصیری (۸۴۰ھ)
شرح الحدیث	
۳۴. اِکمال المعلم	قاضی عِیاض المالکی (۵۴۴ھ)

۳۵. الکاشف	حسین بن عبداللہ الطیبی (۷۴۳ھ)
۳۶. اکمالُ اکمال المعلم	محمد بن خلفۃ الوشتانی الاُبی المالکی (۸۲۷ھ)
۳۷. مکمل اکمال المعلم	محمد بن محمد بن یوسف السنّوسی (۸۹۵ھ)
۳۸. مرقاۃ المفاتیح	علی بن محمد-ملا علی القاری (۱۰۱۴ھ)
السیرۃ	
۳۹. سیرۃ ابن ھشام	ابومحمد عبدالملک بن ھشام الحمیر ی (۲۱۸ھ)
۴۰. دلائل النبو ۃ	ابوبکر احمد بن الحسین البیھقی (۴۵۸ھ)
۴۱. سیرۃ ابن کثیر	اسماعیل بن کثیر الدمشقی (۷۷۴ھ)
۴۲. سبل الھدیٰ والرشاد	محمد بن یوسف الصالحی الشامی (۹۴۲ھ)
۴۳. رحمۃ للعلمین	قاضی سلیمان منصور پوری (۱۳۴۹ھ)
۴۴. الرحیق المختوم	صفی الرحمٰن المبارکفوری (۲۰۰۶ء)
التاریخ	
۴۵. کتاب المغازی	محمد بن عمر الواقدی (۲۰۷ھ)
۴۶. الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد بن منیع الھاشمی (۲۳۰ھ)
۴۷. تاریخ الطبر ی	محمد بن جریر الطبر ی (۳۱۰ھ)
۴۸. مُروج الذہب	علی بن حسین المسعو دی (۳۴۵ھ)
۴۹. الاستیعاب	ابوعمر بن عبدالبرّ المالکی (۴۶۳ھ)
۵۰. الکامل فی التاریخ	ابن الاثیر الجزری (۶۳۰ھ)
۵۱. اسد الغابہ	ابن الاثیر الجزری (۶۳۰ھ)
۵۲. تاریخ الاسلام	محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۷۴۸ھ)
۵۳. الاصابہ	احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ)

۵۴. پراچین بھارت کا اِتہاس	نِگیند رناتھ دھوُ ......(ہندی)
۵۵. تمدّن ہند (اردو)	ڈاکٹر گستاؤلی بان/سید علی بلگرامی
۵۶. قدیم ہندوستان کی تاریخ	رِماشنکر تِرپاٹھی/سید سخی حسن نقوی......(اردو)
۵۷. قصۃ الحضارۃ	وِل وایرَل ڈِیورانت/ترجمہ: زکی محمود نجیب
۵۸. مختصر تاریخ ہند	مولانا عبدالسلام ندوی
مذہبی کتب	
۵۹. رِگ وید، ہندی ترجمہ	شری رام شرما آچاریہ / بھگوتی دیوی شرما
۶۰. اَتھر وید، ہندی ترجمہ	شری رام شرما آچاریہ / بھگوتی دیوی شرما
۶۱. یَجُر وید، ہندی ترجمہ	شری رام شرما آچاریہ / بھگوتی دیوی شرما
۶۲. سام وید، ہندی ترجمہ	شری رام شرما آچاریہ / بھگوتی دیوی شرما
۶۳. کلامِ مقدّس (بائبل اردو)	
۶۴. پیغامِ محبت (انجیل اردو)	
متفرقات	
۶۵. اِنٹرنیشنل لاء (ہندی)	ڈاکٹر رمیش دُوبے/ڈاکٹر ہریش چندر شرما
۶۶. نیو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (انگریزی)	